

تالیفات عثمانی



شیخ الاسلام حضرت علامہ

شیر احمد عثمانی

قدس سرہ

محدث دارالعلوم دیوبند

کے اہم علمی و دینی رسائل کا مجموعہ



- اسلام کے بنیادی عقائد
- اسلام اور عجزات
- اہل بیت
- الزبح فی القرآن
- المعراج فی القرآن
- اہل و انہل
- حدیث مستفیضہ
- تحفہ خلیفہ
- بحور اشعشع
- سند تفسیر
- اشاب

ناشر
۱۹۰- انارکولی
لاہور ۲

ادارۃ اسلامیات

الاسلام

پہلے

اسلام کے بنیادی عقائد

پر

اسلام اور معجزات

از: ایف اے

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

مبشر

ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۰، انارکلی، لاہور

رسائل کے عنوانات

۵	اسلام کے بنیادی عقائد
۷۵	اسلام اور مہجرت
۱۲۳	امجاز القرآن
۱۲۳	الروح فی القرآن
۲۴۱	المعراج فی القرآن
۲۴۹	العقل والنقل
۳۴۵	حدیث سنیت
۴۰۷	تفتیق الخلیفہ
۴۴۱	جموں و کشمیر
۴۵۷	مسئلہ تقدیر
۵۰۷	اشہاب

۱	صغیر القلم ۱۳۵۰ء	طباعت اقبال
۱	ستمبر ۱۹۲۰ء	
۱	اشرف برادران تنظیم القرآن	پہچانم
۱	ادارہ اسلامیات لاہور	ناشر
۱		مطبع
۱		قیمت

لکھنے کے پتے

ادارہ اسلامیات، ۱۰، ڈاک بنگلہ، لاہور
 دارالاشاعت، آئینہ بازار، کراچی۔
 ادارۃ المعارف، دارالعلوم کوئٹہ، کوئٹہ
 مکتبہ دارالعلوم، دارالعلوم گدگن، کراچی

فہرست عنوانات

اسلام کے بنیادی عقائد

صفحہ	عنوان	نمبر
۴	عرضِ باقر	۱
۶	اسلام	۲
۱۲	خدا کا وجود	۳
۱۹	توسیع	۴
۲۲	تہذیب	۵
۲۸	حکومت اور سیاست	۶
۵۲	نبی کی علامات	۷
۵۷	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت	۸
۶۱	اسلام اور علم و فن	۹
۷۳	اسلام اور شہزادوں	۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَدَقِّصُ، یٰبُنَّکَ اللّٰہِ

تٰ اِنجیل و احکام

تٰ اِنجیل و احکام

تٰ اِنجیل و احکام

عرض نامیہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کا برصغیر میں جرح علمی و دینی مقام ہے وہ اہل نظر سے پیش قدمہ نہیں مولانا علی دہلوی کی کتابت کا مجموعہ زبور فتویٰ کی تصویر، اور تحفہ اوقات و ذیقات کا نامور نمونہ ہے شیخ الہند حضرت مولانا محمد رفیع صاحب کے قصور میں نکال دیا میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اور وہیں ایک مرتبہ تک تفسیر و حدیث کی درس و تدریس میں مشغول رہے۔

قیام پاکستان کی تحریک میں اپنے ہمراہیوں مولانا حفیظ احمد قاضی اور مولانا مفتی محمد طیب صاحب و علیہم وغیرہ کے برابر بیٹھ کر نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور قیام پاکستان کے بعد اسلامی دستور اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے مقصد و نیکو تلاش کرتے رہے۔ انہوں نے کتب و رسائل کے تراجم اور علمی اور دینی اداروں کی نگاہوں سے توجہ حاصل کرنے میں اور علمی و فنی ترقیوں میں بے شک نہیں جانتی کہ پاکستانی کے قیام کے لئے انہوں نے کتنی قربانیاں دیں ہیں اور یہ کہ مولانا کا علمی و فنی کام کیا مقام ہے۔ اس مندرجہ بالا کا احساس کرتے ہوئے ہمارے ادارہ اشاعتیات کی جانب سے مولانا کے تقریریں زبور رسائل اور کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا کے تقریریں زبور رسائل، اہل نظر کے عقائد و مکتبہ، اس سے قبل زبور طبع سے آگے بڑھ کر ترقی یافتہ عالمی کالج کے ہیں اور یہ مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

زبور نظر مجموعہ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے وہ رسائل شامل ہیں۔ پہلا رسالہ اسلام اور اسلام کے بنیادی عقائد کے نام سے پیش نہایت آگے دوسرا خوارق عادات جو اسلام اور تحریکات کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔

چوتھے رسالہ میں حضرت شیخ الاسلام نے اسلام کے بنیادی عقائد، خدا کا وجود، توحید، نبوت، امامت، اہل کفر و مشرکین کا وجود، عیسائیت اور مسیح پرانہ نظریے اور سلیس لغات سے بحث کی ہے۔ یہاں اس قدر شگفتہ اور آواز اس قدر دہاویز ہے کہ ذہب اسلام کی حیثیت و دل کی باتوں میں اتنی ہی جلی جاتی ہے۔

دوسرے رسالہ میں مولانا کے خیروات کے مجموعہ پر بحث کی ہے اور اپنے نظریوں اور عقائد سے ثابت کیا ہے کہ خیروات کا وجود برحق اور سچے قوانین قدرت کے مطابق ہے۔ اسی ضمن میں خود نے اور اس کی تعریف اور کرامت اور استنباط کے ذریعہ فریق کو بھی خوب واضح کر دیا ہے۔

اور تین تہائی حضرت مولانا کی دیگر تصانیف کی طرح ان رسائل کو بھی ترقی یافتہ عالم سے نوازنا آئیں۔ والسلام

نامیہ

یہ بالکل یقین بات ہے کہ اسلام کے یا اور کسی مذہب کے غیر تباہی فروع کا احاطہ کرنا اور ہر ایک جزئی جزئی کو دلائل یا قیاسات سے ثابت کر دیکھنا صرف و شمار ہی نہیں بلکہ فتنوں اور بے کاری سے کیوں کہ جب ایک مذہب کے نام اٹھنا ہوتا ہے تو عقل و انصاف تسلیم کر لیتے تھے تو فروع و جزئیات کے بارے میں انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی، اس لئے ہر مذہب و دین کی جانچ اس کے اصول اور کلیات ہی کی صداقت سے کی جائے گی اور اس کی صداقت کی پڑتال کوئی بہتر اور آسان ذریعہ قرار پائے گا۔

اس قید کو ملحوظ رکھ کر ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصول بلکہ (مطلوبہ وقت کا لحاظ کر کے) اصل اصول کہاں تک عقل صحیح اور فطرت علیہ کے زیر حمایت ہیں وہ انسان کی فطرت و بہبود کی کس حد تک کفالت کر سکتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے شکار مذہب سے ان کو کیا فرق اور امتیاز حاصل ہے انہوں نے بندوں کے دلوں میں خدا کی عیسائی قدر منزلت قائم کرانی ہے اور یہ چیزیں کس قسم کا احترام مہیا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ہم اپنی اس تہمت میں جس کا مدار عقل نیک تہمتی پر ہوگا خاطر خواہ کا سیاق سمجھتے تو وہیں سمجھ کر ہونے اپنی زندگی کا ایک بڑا بھاری فرض ادا کر لیا اور بہت سے دوستوں کو برباد کر دیا جیسے ہوں سنت حسنت اور کثرت کا پیش اور دوسری سے نہایت زیادتی اور ہزار بار بندگان خدا کو تعذیب مذہب میں ایک طویل بانٹکا ہی سے پکا دیا۔

تقلید اور بے حاشی نظریں کی دیر سے انہوں نے جہادے دل میں ڈال دی ہے تو براؤن فزیشن ہماری نظریوں پر ہر کہتہ فرما کر ایک گمراہی کی ہدایت کا اجر و ثواب کے پھل سے لے سکتا ہے اپنے دفتر صحت میں درج کر لے کی کوشش کریں۔

سنا سب کو یہ خیال دینا اور دلائل کی ترمیم کا علم ہونا اگرچہ انکار سلف کی تصنیفات سے باہر نہ ہوگا لیکن اس کا پورا پورا بیان اور تہمت و دلائل خدا کا دلائل پر ہوگی اور شاید اصول اسلام کے ضمن میں جس سے نہایت بھی نظر پڑے گی اسے در تفصیل دوسری کتابوں میں ذکر کر کے کیوں کہ اسلام کی فیض رسالتی ہر نفس و عام اور ہر علم و جاہل کے واسطے ہے اور اس کے اصول اور فرضی حد کسی شخص پر ظم ہونے والے نہیں ہیں وہ اسلام میں کے پیشتر سے قطوع قطوع کتب حیات ہیں کہ نکاح ہے جس کے خزانے میں سے علم و معرفت کے اصل ذخائر تقسیم ہوتے رہتے ہیں جس کی عالمگیر روشنی سے دنیا کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھتا ہے وہ اپنے امیر زمانہ کے ہر ذرہ کو اپنی نیا نیا سے محکم رکھتے اور اپنے ایک بچے ساقب و کلمات بیان کرنے والے کی پھر اجازت نہ کرے یہ بالکل قیاس سے باہر ہے۔

یہ یقین کتابوں کی میری تقریر کا روشن غرض اس ضمن میں خود میری رہبری کہے گا اور اگر وہ کچھ نہیں تو اس سے بھی کیا حکم کیا ایک ایسے اولیٰ المذہب مذہب کے نام یعنی ہی سے میری تقریر کی کافی حد تک عزت کی جانے لگی۔

ہاں یہ بات بار بار یاد دلانے کے قابل ہے کہ اس مختصر تقریر میں جو کچھ مذکور ہوگا وہ طویل و معترض بیانات نہ ہوں گے، ان کو کثیر مشابہ علماء کی باتوں کا استقصا اور موازنہ کیا جاوے گا اور وہ اپنے انتہائی کتابوں کے حوالے درج ہوں گے کیوں کہ ان مباحث کے لئے ہم نے خود ایک ایسی ممبرڈ اور مستقل کمیٹی کا ارادہ کر رکھا ہے جس کی ہدای اس تقریر سے وہی نسبت ہوگی جو کہ حضرت مولانا مہتمم دہلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر و لپیڈز کو ان کی حجۃ الاسلام سے اس تقریر میں جو کچھ خیال ہے کہ وہ صرف انتہائی ہے کہ مشرکان اسلام کی تشبیہ میں بعض کارآمد اور مفید عام مضامین نہایت اوجہاز کے ساتھ کلمہ و شبہ بیان میں سے ایک طرف تو ہمارے مذہبی خیالات کا اعجاز ہو جائیگا اور دوسری طرف اس مفصل کتاب کی دسوں کا قصد میں لے لے اسی ظاہر کیا، فرہیت مضامین سے واقف ہونے اور طرز تقریر کے پرکھنے کا بھی مشاققوں کے واسطے یہ تقریر ایک نمونہ بن جائے گی،

یاد نشانی اس قدر وسیع عنوان (اشلام) کو ان چند اوراق میں کیا دینا دیا کہ گورہ میں بند کرنے سے بہرہ رکھ نہیں ہے مگر اس کے تعجب انگیز اجماعوں میں سے یہ بھی ایک ہے جس پر ڈاکٹر کسٹنڈیسیان وغیرہ متفقین و سب نے بھی عبرت ظاہر کی ہے کہ جس قدر طویل ہے اس قدر مختصر بھی ہے اور جتنا دشوار ہے اتنا ہی آسان بھی ہے اور میرا کہ اس سے ایک علم اور اس لئے وقت ناز، اٹھا سکتا ہے ایسی ہی ایک

عالمی اور افریقہ کا ایک دانشمندی اپنا کلمہ نکال جاتا ہے، اسم کے برگ بار اگرچہ بیست و دو تک پہنچے ہوتے ہیں مگر ان سب کی بڑا صرف ایک کلمہ لالہ لا اللہ لا اللہ لا اللہ لا اللہ لا اللہ ہے۔ ان ہی دو جملوں میں تمام اسلامی عقائد کا خلاصہ اور لب لباب شکل آتا ہے اور یہی کلمہ حضرت اسلام کا جوہر جہان کی نگار، ماسی کا نشان، بادشاہ کی زینہ قصور اور معلوم حقائق کا سرچشمہ ہے، اسی کلمہ سے نئی امت حاصل ہوتی ہے اس سے نئی مسرت اور ترقی کا لہر لہتا ہے، اسی کی بدولت مسلمان غیر الامم کے لقب سے سرفراز کئے گئے ہیں اور اسی کے چھوڑنے سے آج ان کو قہر مذلت میں لگا دیا گیا، لیکن جبکہ یہ کلمہ گل الی اسلام کے نزدیک ایسی نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ تصور کر لیا گیا تو نہایت ضروری ہے کہ اسم پر مشتمل کلمے والا اصل اسی کی حقیقت کے واضح کرنے میں اپنا وقت صرف کرنے اور جب تک اس کی نکال تحقیق سے فارغ نہ ہو جائے اسی کو صلح نظر بنانے کے لئے جتنی میسر آوے گی اس وقت بھی ہے کہ جہاں تک نظر کیا گیا اس کلمہ کے دو جز نظر آنے ان میں سے پہلا جز جس کے معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی چیز ممبرڈ ہونے کی صلاحیت و استحقاق نہیں، یعنی فی الواقع تین مشمولوں پر مشتمل ہے، خدا کا وجود ہونا اس کا قابل عبادت ہونا اور اس کی عبادت میں کسی کا شریک نہ ہونا۔

خدا کا وجود

یہی وہ مشنری ہے جس کی تائید تمام ادیان و مذہب نے ایک زبان پر کر لی ہے اور جس پر انیسویں صدی کا اجماع مستند ہو چکا ہے۔ مشنری جن کا دوسرا نام منکرین مذہب بھی ہے، زور شکر کے ساتھ اسی مشنری کی تردید پر لگے ہوئے ہیں اور مادہ میسجی ڈیٹریسٹس کے گروہ سے جہاد سب سے بڑی سڑک آسانی اسی میدان میں ہو سکتی ہے۔

یورپ میں مادہ پرستوں کی جو جماعت تیار ہوئی ہے اس نے آج کل مذہبی دنیا میں ایک عام ہیل ڈال رکھی ہے اور نہایت زیادگی کے ساتھ اس کا اظہار کیا ہے کہ خدا کا وجود بزرگی کوئی واقعی وجود نہیں ہے بلکہ وہ بھی ان وہی اشیاء میں سے ایک شے ہے جن کو انسانی ذہن نے تو انہیں طبع سے مرعوب ہو کر اختراع کر لیا تھا رفتہ رفتہ اس فرضی خدا نے لوگوں کے دماغوں پر ایسا کچھ قبضہ اور اقتدار حاصل کیا کہ انہوں نے اپنے تمام اعمال و افعال اور تمام مادوں بلکہ تمام کائنات کی حضانہ حکومت اسی کے ہاتھ میں دے دی اور مطلق یعنی خوش مستجاب سے یہ کچھ دیا کہ دنیا میں جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے اور جس قدر مواد مشنری آئے ہیں یا واقعات کا تصور ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر ایک تہہ بھی ملتا ہے اور ایک منکر بھی اپنی جگہ سے سرگ جاتا ہے تو میرا اس کے حکم اور ارادے

نہیں ہو سکتا۔

مادہ پرست کہتے ہیں کہ اہل غائب سے کوئی پوچھے کہ تم کو ایک ایسی با فرق انصاف ہستی کے سامنے پر کس چیز کے لئے مجبور کیا ہے کیا وہاں میں جو حادثہ واقع ہوتے رہتے ہیں یا نادر جو پیشیاں کھاتا ہے یا وجود کی آمد و شد جو اکثر چیزوں میں مشابہہ کی جا رہی ہے خدا سے اس فرضی خدا کے سوا اور کسی غیب سے رابطہ نہیں کھا سکتے یا مادہ جو جس اپنی حرکت کے ادبی وادی ہے ان ضرورتوں کو ملاحظہ نہیں دے سکتا یا غائبی مشنری تم کو ایک مہم جو خارج از عقل ہستی کے سامنے چھپائی ضروری معلوم ہوئی اگر تم سے پوچھو تو یہ سب خیالات ارباب غائب کی کاواقتیت اور کواہمی پر مبنی ہیں کیونکہ زیادہ سال کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے۔

تمام سادی اور ارضی اشیاء کی اصل اور چیزیں ہیں، مادہ اور اس کی قوت و حرکت، اور افعال سے دونوں کا زمک کے ساتھ موجود ہیں یا ممکن ہے کہ مادہ اور اس کی حرکت میں جادائی اور انفصال ہو سکے اور ایک بغیر دوسرے کے پایا جاوے، مادہ سے وہی اجزا و مقروضی ملتا رہیں جو اس خلا میں بھرتے ہوئے ہیں اور جو اگرچہ ذہنی قسمت قبول کر سکتے ہیں لیکن خارجی تقسیم کا ان میں استحکام نہیں انہیں ذرات کو اشیر دیا پھر سے تعمیر کرتے ہیں، اور انہیں کی وہاں حرکت کی وجہ سے اجرام سادی یعنی ستارے اور کائنات ارضی یعنی جمادات و نباتات اور حیوانات جو

پہلے سے موجود نہ تھے وہ خود میں آئے ہیں اور ان چیزوں کا مادہ اور اس کی حرکت سے بنا گیا ویسا ہی ہے جسے اگر کوئی معلول اپنی حرکت سے بے اختیار ہی جاتا ہے چنانچہ ان اشیا کی پیداوار میں مادہ اور اس کی حرکت کو کسی قسم کا اور اس کا ہوتا ہے اور ان میں قصور و مادہ پایا جاتا ہے اور جب ہم کائنات عالم اور تمام مخلوقات کے وجود کو مادہ اور اس کی حرکت سے منسوب کر سکتے ہیں تو درجہ کو کسی فرضی خدا کی حکومت ماننی چڑتی ہے اور نہ اپنے کو مذہبی ملوک و مساعل میں چھانسنے کی ضرورت رہتی ہے فرض ہمارے نزدیک مادہ بھی قدیم ہے اور اس کی حرکت بھی قدیم ہے اور جو سلسلہ صورتوں کا مادہ کے اندر قائم رہتا ہے وہ بھی قدیم ہے اگرچہ صورتیں تغیر و تبدل سے طبعاً متاثر ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم کو خدا کے وجود کی اہمیت ضرورت نہیں بلکہ مادہ اور اس کے قوانین نظریہ ہی عالم کی بنیاد اور بقا کی ضمانت ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ بے شک ان چیزوں نے جو ہم خود کائنات کے وجود کا ایک نام سبب پیدا کیا لیکن ابھی تک میں منتظم اور مرتب کائنات کے سبب کی ہم کو تہہ شخص تھی اس میں کامیابی نہیں ہوئی انہوں نے ہم کو ایک نہایت عظیم حکیم اور بے ضعف معرفت خدا سے علیحدہ کر کے ایک ایسے خدا پر قناعت کرنے کی رائے دی کہ بالکل اندھا بہرہ، گنگھا، اور بے حس و بے شعور ہے جس کا کوئی کام نہ قصور و اختیار سے ہو سکتا ہے، نہ مستوفیات میں کسی قسم کی ترتیب اور تناسب پیدا کر سکتے ہیں۔

قادر ہے نہ اس میں کہ کا مادہ ہے نہ وہ کسی قادر و قادرین مخلوقات ہے نہ اس کو اور انتظام کی اطلاع ہے، اور اگر جس عالم کے خالق کا ہم کو کھوج لگانا قادر عالم کائنات کا ایک ایسا جوتہ ہے جس کے ہر ہر جز میں بیش قیمت مکتبیں اور عینت رکھی ہوئی ہیں جس کے عجیب و غریب اسرار کاشفہ کرنے کے قابل عقل انسانی تک جاتی ہے اور جس کے بے انتہا، خودیوں سے جبراً کاشفہ کرنے سے محال، کہ شعوراً ان مادہ میں ہیں کہ یہ حضرات کون ہیں؟ ہے کہ نظائر عظمت کی جس قدر بارگاہیں ہم معلوم کر سکتے ہیں وہ اس سے بے انتہا ہی کم ہیں جو اب تک معلوم نہیں ہو سکیں۔ علم طبعی علم لہذا کہ علم الحیرات، علم نباتات اور علم طبقات الارض کے ماہرین سے دریافت کرو جو ہر ذرات سے قدرت علم کے موجودات عالم میں آج تک دریافت کئے ہیں وہ کس قدر ہے بلکہ ان کی حفاظت کے واسطے کتنے دفتر اور کتنے کتب خانہ رقم کو درکار ہوتے ہیں۔

پھر عالم کے احوال میں جو تفاوت اور حاجت مندی کے آثار پائے جاتے ہیں، اس میں بھی ایک نظر ڈالو اور ہر شے کی اپنی ذات کو جس سے خدا تعالیٰ کی حرکت و حیرت کا سبق حاصل ہوتا ہے، اپنے نظر متوجہ ملاحظہ کرو تا کہ تم کو معلوم ہو کہ یہ کارخانہ کیوں ہی بے مبرا اور بخت و اتفاق سے پیدا ہونے کے قابل نہیں ہے۔

آسمان، پانی، سورج اور ستاروں کو دیکھئے کہ ایک حال پر قرار نہیں کبھی مرنے ہے، کبھی نکلنے کبھی طلوع ہے کبھی غروب، کبھی نور، کبھی

کھتے، نکلنے کی کچھ پردہ نہیں رکھتے لیکن انسان کو بغیر ان چیزوں کے
 بھی زندگی بسر کرنا مشکل یا دشوار ہے بلکہ طرز کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے
 کہ جس میں کوئی خوبی اور نکال زیادہ تر تھا اسی کو اور وہی نسبت زیادہ
 قہر و توت میں بند کر کے دکھایا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بادشاہ اگر
 غریبوں کو قید کرتے تو کئی کئی قیدیوں کو ایک محافظ سپاہی کھانت
 کرتا ہے، اور اگر کوئی بادشاہ یا امیر ان کی قید میں آجاتا ہے تو کو اسے
 تعظیم سے رکھیں لیکن اس پر ہیبت پر سے اور بڑے بڑے بہادر حفاظت
 کے لئے مقرر کیا کرتے ہیں۔

پھر حال جبکہ ایسے ایسے اشراف اجزانے عالم اس وقت و خرابی
 میں گرفتار ہیں جس کا ذکر لوہ ہوا، ایسے مجبور ہیں کہ دم بھر کو بھی ان قیدیوں
 کے شکنجوں سے وہ علیحدہ نہیں ہو سکتے تو بلاشبہ ان کے سر پر کوئی
 ایسا منظم حاکم ہے جو ان سے ہر وقت قیدیوں کی مانند یہ سبب نکالیں
 بیٹھا ہے اور چین سے نہیں رہنے دیتا تاکہ یہ مغرور نہ ہو جائیں اور اس وقت
 کو ان پر بے نیازی کا لگانا نہ پیدا ہو۔

بلکہ ان کو ایسا ذلیل و خوار دیکھ کر یہ خود بھی اور دوسرے لوگ بھی
 خدا کو بیجا نہیں اور مجبور ہیں کہ یہ اس کے انتظام کی خوبی ہے کہ ان سے
 طرح طرح کے کام لیتا ہے اور ان پر قسم قسم کے سوال بھیجتا ہے اور یہ
 ایسا وقت ہے جیسا کہ ایک بیاد مغز اور دہرہ حاکم اپنے ماتحتوں کو غارت
 نہیں رہنے دیتا، اور اس پر بھی نہیں لگتی کہ ان میں تبدیلی کرتا جاتا ہے۔

لگن، انگ کو دیکھنے کے بے قرابے تھامے نہیں تھکتی، ہر کارہ حال ہے
 کہ کئی حرکت کئی سکون اور حرکت بھی ہے تو کئی مثال کئی حزب، کئی پوپ
 اور کئی عظیم کو ماری ماری چرتی ہے، اور پانی کا آتہ ہمارے دستوں سے
 کہیں کا کہیں نکلا جاتا ہے، اور زمین کو بھی پستی کے سوا کچھ چارہ اس زم
 کی ہے کہ اس پر کوئی دوزخا ہے، کوئی جہانگاہ ہے، کوئی کھوہ و تپ ہے، کوئی
 جہانگاہ ہے، اسی طرح نباتات بھی چھوٹے ہوتے ہیں کئی بڑے، کئی تر
 ہو جاتے ہیں کئی خشک ہو جاتے ہیں اور اس پر ایک زمین ایک پانی اور
 ایک آفتاب ہونے کے باوجود اس قدر مختلف پھول اور پھل لاتے
 ہیں کہ ایک دوسرے سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے، علیٰ ہذا العیاس
 حیوانات غصہ ماضی نوع انسان باوجود یکہ سب کے سب اور یہ عناصر ہی
 سے مرکب ہیں شکل و شمائل، خواہ اور خواہ منیت و مزاج میں اتنے مختلف
 معلوم ہوتے ہیں کہ سبھا دراک سے باہر ہے، اس کے علاوہ جھگ پھاس
 سوت، امراض گرمی سردی اور حس و ہما وغیرہ کے ہیبت سے حوصل
 ان کے پیچھے ایسے لگا دینے ہیں کہ جس سے شوق حیات بھی خاک میں مل
 گیا، اور صحت انسان کے پیچھے تو ان کا ٹھکر کا ٹھکر خواہشات اور
 حاجات کا متعین ہونا کہ جس نے اس کی فہم و دانش کو ناپا کر کے
 تمام شرافت و عزت کو ملیا میٹ کر دیا، دوسرے حیوانات تو صرف
 کھانے پینے ہی کے محتاج ہیں،

لباس، کھانت، سردی، عزت، منصب، جاگیر، بیٹھے

اس نے نہایت فصیح و بلیغ تقریر شروع کی اور وہ معلوم و معارف
اس کی زبان سے ظاہر ہوئے ہیں جن کی غمزدار سطر کو ہر لفظ ہی
افعالوں کو، نہ پہلے کا نہیں وہاں تک پہنچا تھا اور نہ تیز رفتاری کا۔

نہ مارتی کو وہ مضامین خواب میں نظر آنے سے ناامان غزالی کو
تو یہ لوگ ہرگز اس کے بیان کی تصدیق نہ کریں گے، بلکہ جو شخص
اس عجیب و غریب قصہ کی تصدیق کرے گا اس کو بھی ان لوگوں کے بیان
سے متوجہ، دیوانہ، اور خیالی دیا گل کا خطاب ملے گا۔

تو کیا اُسے عقلمند، ماہر کی قوت سمجھا لیاں اس واقعہ کی قدرت
سے کچھ کم حیرت افروز ہیں وہ پتھر جو ایک ناممکن انسان ہے ان امریکا
کی قدرت نہ سکے جن کو چند تعلیم یافتہ مرد انہماک سے سیکھتے ہیں، اور
ایک "جھاوا دہیقل" جس کو ذرا پارہ بھی اوراک و شعور نہیں، تمام
مخلوقات کی حفاظت اور زینت کے ایسے علم و دستور حاصل تیار کرے

جن کو دیکھ کر دنیا کے عقلا حیران ہیں اور جن کے امراد حکمت کی
گہرائی کو سب ہی کر بھی آج تک معلوم نہیں کر سکے، اگر اس پر بھی آپ
یہی کہے جاویں کہ نہیں سمجھ ہی جہاں تمام توانائی کی دانش دہی ماہر کی
بے اختیار ہی حرکت سے تو بقول علامہ حسین آندی "بہاری اور آپ
کی مشکل شیک ان دو شخصوں کی ہی ہوگی جو کسی نہایت رفیع افشاری اور
مضبوط کوشش میں داخل ہوتے ہیں میں مستعد کرے اور فٹنگ میں پائی
ہائی ہوں وہ شاہکار درد انہوں اور مضبوط جھکوں سے کام لیتے ہوتے

اس کے برآمدے اور ڈیوڑھیوں بہت استعمال کے ساتھ بنائی گئی
ہوں، اور کمرے میں اصلی درجہ کے فرش چمکے ہوئے ہوں، جسے
بڑے جلد حکمت گئے ہوں، نہایت پیش قیمت پر تن اس کے چاروں
طرف قرینے سے رکھے ہوں۔

حکمت گھر میں "مستعد" مستحکم اور ہارڈ اور مستحکم اور ہارڈ
کے ذریعہ اس کی دیواروں کی زینت کوشش کی گئی ہو۔

معرض اس میں بود و باش کرنے کے لئے جتنے سامان ضروری
ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں، اس کے چاروں طرف نہایت خوب
عسرت سیرگاہ میں نظر آتی ہوں۔ گرواگرو ایسی چین بندی کی گئی ہے جن
میں درختوں کا صفت اندھا کہ کھڑا ہونا چاہوں کہ جہاں معلوم ہوتا ہے کہ
قسم کے پتھروں کی کیاریاں سوجھ سے بنائی گئی ہوں اس کی ٹہریوں
اور تھیلوں میں پائی جھاوا ہوا، اس کے حکم بنے ہوئے حوض ہائے
بھرے ہوں۔

غلامیہ کہ پیش و اسلام کے سب سامان مہیا ہوں، اور جو بھی
انہیں دیکھے ہی کہے کہ فلاں شے فلاں حکمت پر مبنی ہے، اس کی یہ
عزوت ہے، اس کا بنانے والا کیسا ذی اختیار اور خوش تدبیر
تھا جس نے کہ جو چیز بنائی ایک قرینے سے بنائی، اور جس شے کے لئے
جو مقام توڑ کیا وہی مناسب تھا۔

اب ایسے مقام پر پہنچ کر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو

کہتے تھے کہ صاحب اس میں خدا شکر نہیں کر اس کا جانے والا ان ساتھیوں کی
غریب ساتھیوں پر خوب ہی قادر تھا۔ اور ایک ثابت و ترتیب کے طریقہ
سے ہی بڑی واقفیت رکھتا تھا جب ہی تو اس نے اکتھا صبح کی حرکت کے
اس کو اس قدر مضبوط اور استوار بنایا اور غیبی یہ کہ اس کے تمام لوازمات
کا اہل طور پر جتیا کر دینے کا کرہاں رہنا اور کھانا عیش و آرام سے بسر کرنا
ملنے ہوا اور کوئی امر اس کا پیش و ہواست میں دخل نہ ہونے پائے، اس کے
بنانے والے کو اگرچہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا نہیں مگر یہ بالکل یقینی
امر ہے کہ اس میں علم قدرت و تدبیر و حکمت و فیض و امانت میں کی کی اس
کوئی کے بنانے میں ضرورت پڑتی ہے سب موجود تھے۔

باقی اس کوئی کے ساز و سامان میں اگرچہ سب چیزیں ایسی ہی پائی ہوئی
ہیں جن کی حرکت سب کو میں نہیں آتی بلکہ ان میں کوئی ذاتی حرکت ضرور
ہوگی۔ اگرچہ میں اس کو دریافت نہیں کر سکا مگر میں مشابہت کی حرکت سب
کو میں آگئی میں نے اس سے امیدیں لیں کہ اس کا بنانے والا جہاں
حکمت والا ہے تو اس نے ان کو بھی خارج از حرکت و صلحت نہ بنایا
ہوگا۔

اب دوسرا شخص اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ اس کوئی کے وجود
کا سبب جو تم نے بتلایا یہ درست نہیں بلکہ ایک پیادہ کی طرف راجع
اس کوئی کے پاس راستہ تھی اور میں کی بڑی میں ایک پائی کا چنر چھائی
تھا، اشارہ کر کے کہا کہ اس پیادہ کی چھائی سے اس قطرہ زمین کی

حائب محمد میں یہ کوئی واقع ہے ہمیشہ زمانہ قدیم سے نماز اچھا کرتی ہے
یہی نماز انکھوں برس کسانوں اور چھروں کو پہلائی سے منتقل کرتی رہی اور
وہ سب چیزیں اس کی جسم سے مختلف شکلوں پر اس قطرہ زمین پر جیسے
ہوتی رہیں اور بارش کا پانی ہمیشہ اس میں کچھ تقویت نہا کر رکھتا ہے اس
کی شکل کچھ ہوتی ہے کچھ اس طرح بھی وہ چیزیں بنتی ہیں جو اس کی پرکھ
اور ان کی امتداد شکلوں میں نماز اور بارش کی وجہ سے کچھ نہ کچھ تبدیلی
واقع ہوتی رہی یہاں تک کہ کہ دونوں برسوں کا زمانہ گزرنے کے بعد
اس کوئی کی باقاعدہ صورت بنی گئی جس میں کبھی آفتاب میں لوانے
جنگلہ برآمدے، راستے، حوضیں اور نہریں بھی کچھ پائی پائی ہیں۔ رہا
نہروں کا جاری ہونا اس کی یہ صورت ہوئی کہ اس چنر سے جو کہ اس
پیادہ کی کانگی میں واقع ہے ہمیشہ پانی بہ رہا کہ اس قطرہ کے صبر میں مختلف
طریقوں سے جاری ہوا، اس لئے پانی سے اس کی کئی کئی ہی نماز
اور بارش کا اثر اس کے راستے میں ہوتا رہا، شدہ شدہ لاکھوں برسوں کا
زمانہ گزرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور حوضیں جاری ہو گئیں اور اس میں
پانی اس مرتبہ وہ انتظام کے ساتھ پہنچے لگا۔

اب اس کے برتن، گھڑیوں، فرشوں اور مختلف قسم کے مقیاسوں
کو پہنچنے، ان کی یہ ضرورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ ہم کی اس پیادہ پر
اس زمین میں اتنا فرقہ طردا لوں کہ یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں،
اور تو ان کو مختلف طرح پر اور اور منتقل کرتی رہی حتیٰ کہ ساہا سال

کے بعد یہ نسبت پہنچی کہ کوشش باقاعدہ ہو گئی تھی، برقی تھاروولیں کامیاب
گھڑیاں اور مشینا سس دیواروں پر آدھریاں ہو گئیں، یہی حالت اب بہتر
اور پھولوں کی تھریاں ہریاں کی سیرگاہوں میں باقاعدہ گئے تھے، یہاں
کے رنگ ہوا میں اڑ کر یہاں کھسکی گئے اور اس زمین پر چم کر آگے آئے
اور تھاکا دہرے اور آدھر تھاروولیں ہوتے ہوئے باقاعدہ طور پر کامیاب
ہو گئے اور موجودہ حالت پر نظر آئے گئے۔

اب وہ شخص جس کے دماغ میں کچھ بھی عقل اور سر میں کچھ بھی انسانیت
ہے، بے ناگہان ہو کر ان دونوں بیانات کا فیصلہ کر دے اور بے کسی کی
راہ سے نکلا دے کہ اس کو کوشش کے تیار ہونے کا وہ سبب جو پہلے آدمی
نے بتلایا ہے عقل کے نزدیک ماننے کے قابل ہے یا دوسرے شخص کی
زیورہ ہو گیا کس اور اس طرح عقل کی پاسداری ہستی کے واسطے ایک قافلہ
اور مقدمہ انیسویں صدی کا امتداد رکھنا زیادہ قریبی قیاس ہے یا ایک
جالی اور ایلیج مادہ کا اور ایسی صورت میں انہوں کو ہر انسانوں کی
ساتھ اور آدم علیہ السلام کے عہد سے اس وقت تک گزرتے ہیں اور
جس کے بڑے بڑے حکماء اور فاضلین انبیاء بھی شامل ہیں، صحت اور
واقفیت سے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے یا ہزاروں ہزاروں غافل اور
بدستور کی۔

یاد رہے کہ ان کے بعض عقلا سے نسبت عقلی ہوتی گئی تھی
نے ایسے ایسے اعلیٰ درجہ کے قرائن قدرت کو جس سے خدا تعالیٰ کی محنتوں

اور مصلحتوں کی برطرفی ظاہر ہوتی ہے، نشانے بڑی اعداد کا انتخاب
نہیں کیا، بلکہ صحت ہی قرائن میں جو حرکت مادہ سے پیدا ہوتی ہیں، ہم
قوائین تناسب ربط و اتحاد پیدا کرنے کے لئے خدا کے دستور کے
باقی بھی جان کر اس تناسب و اتحاد کا باقی رکھنا بھی اسی مادہ لوہک
کو کچھ زیادہ شکل نہیں تھا جس نے ایسے ایسے غامض اور غیر متعین
قرائین عالم میں جاری کر دیئے ہیں۔

تا شے کی بات یہ ہے کہ عیساکہ مسلمانوں میں بعض علما نے مادہ
پرستوں کی شکل سے مرعوب ہو کر مادہ و ذرہ کو قیام مان لیا اسی طرح بعض
دوسری اقوام کے لیڈروں نے بھی یسپ کے طوروں سے ذکر قیامت
کے سنہ کو جزو مذہب بنا لیا ہے اور اسی پرستہ قیامت کی بھی توجہ
شروع کر دی جاوے تو دنیا کی وہ پرانی کتاب جس پر لوگ نہایت زور
کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور جس کو اہل منکک عزت افراتی نے اپنی
کتاب بھی تالیف سے خوب بکا رکھا ہے کہ خدا کی ذات و صفات
کے سوا کوئی قیام نہیں ہے چنانچہ رگویہ سنہ الشوک ۱۰۰۰ دہانے تک
۱۰ کا ہر ترجمہ خود سماں و زمین ہی جہان نے جہاں سے جو کچھ
ہی کیا اس کی طرف بھرتی ہو رہے۔

جس وقت قردوں سے لکڑی ہوتی دنیا پیدا نہیں ہوتی تھی اس
وقت یعنی پیدا ہونے کے وقت سے پہلے استاذ غیر محسوس حالت تھی
یعنی مشرقیہ کاشی بھی نہیں تھا، کیونکہ اس کا اس وقت کچھ کاروبار نہیں

تھا اس وقت رست پر کرتی یعنی کائنات کی غیر محسوس حالت جس کو مست کہتے ہیں وہ بھی ذہنی اور ذہنی پرانو (ذہن سے) آتے وارث کائنات میں جو انکس ڈوسے اور بڑھاتا ہے وہ بھی دنیا بلکہ اس وقت صرف پرہیز کی سادگی اور قدرت جو نہایت لطیف اور اس تمام کائنات سے بڑھ چم (بے علت) ارکان ہے موجود تھی انہو

کیا رنگین کی اس صریح عبارت میں کوئی تاویل مل سکتی ہے گیا کسی تاویل کرنے والے کے لفظی اکت چھیر کچھ کام سے سکتے ہیں، کیا اس کے بعد بھی ان حضرات کے وہاں اشرف قیامت عالم اور تخاص کی نیک و نہاد قائم رکھتی ہے ہم کو انکس ہے کہ اس قوم کے ایشیوں کی کوششیں جہانوں کے وسیع کی حقیقت طرازی میں کی تھی اہل باطنوں گئی اور انہوں نے خدا کو لوہار، پڑھنی، کبار، کے ساتھ تشبیہ دینے میں نیشنل اپنا وقت مناجے کیا ان کا خیال ہے کہ جس طرح پڑھنی، لوہار، عروق ساز، وغیرہ اپنے ہر چیز کے بنانے میں مادہ کی امتیاز رکھتے ہیں اس طرح خداوند کار ساز کے لئے بھی یہ ممکن نہ ہو گا کہ وہ دنیا کے کارخانوں کو غیر کسی مادہ کے بناوے۔

لیکن ان صاحبوں کو یہ خیال نہیں رہا کہ پڑھنی، لوہار وغیرہ کو غیر مادہ پاؤں، اعضا، جہان وغیرہ سلطان اور انہوں کے بھی کسی چیز کا بنانا محال ہے، مادہ خدا کی نسبت خود جو کچھ صفر و یں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس کو ان آلات کی مشورت نہیں۔

پڑھنی، لوہار وغیرہ کو جیسا کہ کسی چیز کے بنانے میں مادہ کی ضرورت ہے ایسے ہی دیکھنے میں اٹھکی اور کھٹنے میں کان کی اور بونٹوں میں زبان کی مشورت ہے مادہ کو سستیار تھوڑا کاش کی تعریف کے موافق خدا نے خود جو کچھ کھٹلوان کے دیکھا ہے ہر کائنات کے لئے ہے اور غیر زبان کے کام کرتا ہے۔ تو اس حالت میں مسلّم ان حضرات کو وہ ایک تعلیم کے بر خلاف مادہ کو قیام کہنے اور اس پر تخاص کا خیال اندھنے کی کیا ضرورت پیش آئی کہ ان صحت طور پر وہی ذمہ دار جو سلطان وغیرہ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے کلمات و صفات کے سراسر سبباً، خالی اور مادہ ہیں اور سب چیزوں کا مادہ خدا نے تعالیٰ کے اقتدار سے ایسا ہی عرض و استعارہ ہے جیسا کہ پڑھنی آسمان اور در و دیوار کا شرف آفتاب کے نور سے یا گرم پانی کی گرمی آگ کی حرارت سے، اس خدا نے مادہ کے اپنی قدرت کا وہ اور مادہ مادہ نافذ سے ہر چیز کو نیست سے بہت کیا اور وہی اپنے اختیار سے جب چاہے گا نیست کرے گا خدا اس کو مادہ کا اختیار ہے خدا اس پر روح کی حکومت ہے خدا اس کے اختیارات محدود ہیں اور خدا اس کی کوئی فعل محکمت سے خالی ہے وہ تمام کائنات کے ساتھ موصوفت، اور جملہ نقصانات اور عیب صحابہ کے ہے، لیکن تمام کائنات وجود کے تابع ہیں اور جو وہی ان کا سرختر ہے اور تمام نقصانات عیبی ہیں اور عدم ہی ان کا باعث بنتا ہے تو جب خدا کا وجود غیر محدود اور متنازعاو ہے کسی دوسری جگہ سے آیا تھا نہیں اور نہ ہی عدم کا قطعاً اس کے

یام کو کائنات ضروریات کے واسطے در و در چمکانا پڑے گا اور بہت سے
خود مختار بادشاہوں کے سامنے گردن جھکانا ہوگی۔

توحید

یہی وہ بحث ہے جس کے ضمن میں اسلام کے چمکنے ہوئے امتیازات
ظاہر ہوتے ہیں یہی وہ مقام ہے جس میں آکر تمام مذاہب کے قدم
ظلمتوں کو اٹھائے ہیں اور یہی وہ موقع ہے جہاں پہلی گولہ بستی کے
کارناموں کی آزمائشیں ہوتی ہیں مگر قبل اس کے کہ ہم اس بارے میں
مذہب اسلام کی خصوصیات کو نہایت اہل عرفوں کے اندر ظاہر کریں یہ
لازم خیال کرتے ہیں کہ جملہ مذاہب سے علیحدہ ہو کر بعض عقلی حیثیت
سے اس مسئلہ کو سمجھیں اور فرائض کمال کے دریافت کرنا اہل عقول
سے دریافت کریں کہ آیا فی الواقع ایک ہی تعالیٰ ساری دنیا کا جلا شکت
اشکام کر سکتا ہے، یا اس کو اپنی حکومت کے برقرار رکھنے میں پارہگان
رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔

جہاں تک فکر کی گنجی اس سوال کا جواب حکیم اہل معرفت مولانا
محمد قاسم صاحب سے زیادہ پر مضر اور جامع کسی نے نہیں دیا
اور مصنفین میں سے غالباً اس شخص کی تفسیر ذہانت کو اس قدر
سلیس زبان میں کرنی نہیں چاہیاسکا چنانچہ مولانا کے ان مصنفین کا

ساتھ اختلاف ہوا ہے تو جملہ کلمات بھی اس کے بے حدویے پائیدار
اور غیر مستحکم ہوں گے اور تعلقات میں سے کسی حقوق کے اندر جو کوئی
بھی شرمی اور حس برکافہ سب اس کے محاسن اور صفات کا پر تو ہوگا
پس جب ایسی ذات متوہہ صفات نے اپنے اختیار و قدرت سے
پرتو کو بنا دیا ہے تو یقیناً اس کی زبوا اور اہلکار میں بے انتہا عکس صرف
ہوتی ہوں گی اور بے نظیر ہانے سے پہلے ہی خدا نے تعالیٰ کے علم میں اس
کا مرتب نقش اور ابتداء سے انتہا تک ہر ہر چیز کا اندازہ اور پیمانہ موجود
ہوگا جس کو غالباً اہل اسلام فقط تقدیر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تعبیریں
اختیار سے بالکل موقوف ہے کہ قدرت میں اس فقط کے معنی اندازہ
ہی کرنے کے ہیں۔

ہر حال اب تک ہر کچھ ہم نے لکھا اس میں اگرچہ اہانت صانع عالم
کے متعلق وہ زبردست استدلالات نہیں لکھے گئے ہیں کی تفصیل ہوا
حکم میں نے اپنی مشروط تصدیق میں لگی ہے یا جن کو ہم اللہ صانع
کتاب میں ہم دست کریں گے جس کا وعدہ پہلے ہو چکا ہے جہاں تو ایک
پتے و نشین اور عام لہر طریقہ سے جس قدر اس مشرق و غرب میں گناہوں
عالم کے واسطے ایک صانع انکسالات حاصل کا ہوا ضروری قرار دیا گیا اور
یہی وہ صانع تھا جس کو ہم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اب جو کچھ گفتگو ہوتی ہے
وہ اس میں ہے کہ اتنی جبری کائنات کے لئے کیا انتہا ایک ہی تھا کا
وجود کافی ہو سکتا ہے اور اس سے ہماری سب حاجتیں پوری ہو سکتی ہیں

کا اور چاند سے چاند کی طرح کا نور پیدا ہے ، اور زمین و آسمان و دریا و بار
 کو وہ انوار وغیرہ میں سے سرہانہ کے کسب کا ثبوت مندر کہہ چکا ہے اور
 پتھر میں تو فقط لفظ کے گنتی ہی نہیں آتی تھے ، اس لئے ہی قرآن سے کچھ اور حال پر
 آتا ہے ، وہ خود بھی مندر ہوتا ہے اور وہ کسی چیزوں کو ہی دکھائیں کہ وقتاً
 ہے ، اور غرض جتنا چاند اور شمس میں فرق ہے اتنا ہی ان کی شمسوں میں ہے اور
 اور چیزوں کے مندر ہونے میں فرق ہے تو یہ خدا کا وجود بڑا ہی کمال ہے اور
 اور مخلوقات کے وجود کرنے میں اس کی تاثیر ہی کمال ہوئی۔ اب اگر ایسے
 ایسے دو یا کئی خدا ہوں گے اور مخلوقات مشترکہ ہوں گی تو ہر طرف سے کمال
 ہی کمال وجود ہر حقوق کے بے نیاز اور حوصلہ کے موافق آتے گا ، گز میں گز بھر
 اور داشت میں داشت بھر اور جم و کچھتے ہیں کہ ایک ساتھ ہیں دو چیزیں
 اور ایک سر بھر کے برتن میں دو سیر اناج اور ایک جوتے میں دو پچھے ویسے
 دو قدم ، اور ایک انگلی میں اس کے موافق دو بدن اور ایک نیلم میں
 اسی مقدار کی دو سوراہیں ، اور ایک مکان میں اسی کی گناش کے موافق دو
 چند اسباب نہیں سما سکتا اور دو جھنگل میں ایک میں دو کو ڈالنے لگتے
 ہیں تو وہ ساٹھے اور بہت وغیرہ قوت چھٹ کہ برابر ہو جاتے ہیں اسی طرح
 اگر دو ذرات خداؤں کی طرف سے پورا پورا وجود ایک مخلوق میں ملانے لگے
 تو بے شک وہ مخلوق مستقیم اور خیریت و نافرمان ہو جائے گی۔

ہاں اگر خدا کے دو، کمال کمال ہونا ثابت نہ ہوتا پھر اس میں نقصان اور
 نقصان کا احتمال ہوتا تو قرآن ہی کہہ چکے کہ جیسے دو پتھروں کا ٹکڑا کمال نور ہو

محصول ہو تو قریر و لہیز میں ہے درج ذیل ہے۔ شعر ہے

مغرب از گفتن حافظ غزل مخلوق کمال

تا جلم کو ز جہد مسلم باد آید

جناب میں دنیا کے پیدا کرنے والے اگر وہ یا دوسے نافرمان ہو چکے
 تو بڑی کوئی چیز بھی وجود میں نہ آسکتی اور یہ سارا قدرتی کارخانہ باطل
 و برباد ہو جائے گا کیونکہ یہ بات تو یقیناً علوم پر تسلیم کی جا چکی ہے کہ
 جس چیز کو خدا کہا جائے اس میں کسی طرح کی کمی اور نقصان نہ ہو چاہیے
 اگر ایسا ہو تو عام بندوں میں اور اس میں فرق نہیں رہ سکتا اس لئے
 کہ بندے خدا ہیں لے سے اس لئے مخلوق ہی کہ ان میں قسم قسم کے
 نقصانات پائے جاتے ہیں اور وجود کی ہلک ان کے قبضہ میں نہیں ہے
 کہ جو خوبی اور جو کمال چاہیں اپنے واسطے موجود کر دیں اب اگر خدا ہی
 ایسا ہی بیہودہ ناقص ہو لڑا اس کو کیا استحقاق ہے کہ وہ پہلا خدا ہی
 بیٹھے جب یہ بات قرار پاگئی تو اب یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ آدمی مخلوق
 ایک خدا کی اور آدمی ایک کی دونوں ہر خدا میں نصف نصیب تھا لے گی کیا وہ
 کسر ہوگی ، اس بنا پر ہی کہا پڑے گا کہ ہر ایک خدا پوری پوری خدائی
 کا مالک ہے۔

مگر اس صورت میں جیسا کہ کمال ہوگا دوسرے پر اس کی تاثیر
 بھی کمال ہی داتے ہوگی کیونکہ ممکنات اور صفات کی اپنی مثال ہے ، ایسے
 آفتاب یا چاند اور زمین و آسمان وغیرہ کی ، آفتاب سے آفتاب کی طرف

جاتا ہے وہ خدا کے وجود کا پرتو کی گمان کو پہنچ جاتا ہوگا، عطا اس کو کیا کیجئے کہ خدا کی واسطے کامل اور خود اور تمام الصفات ہونا لازم ہے اور تمام اپنی غائب کو اس اعتراض کو ناپڑ ہے۔

اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ وہ وجود جو خداؤں کی جانب سے مخلوق کو عطا ہوتے، اگر ایک ہی خدا کے خزانہ میں برکے اور جزوئہ وقت اور شرکت ایشیت ڈوبے کہ حاصل ہے وہ سب بھی اس ایک خدا کے پاس ہوتے تو جائز ہے سب مل کر اس ایک تنہا خدا کی انفرادی قوت میں بہت کچھ اضافہ ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہر ایک خدا کے وجود میں فی الحقیقہ کو تا ہی اور نقصان ہے جس کی عطا ت ڈوبے کے وجود سے کی جا سکتی ہے بلکہ خود دیکھ اس کا اقرار کیا جا چکا ہے کہ خدا نے پاک کی ذات ہر قسم کے قصور و خسر سے بڑا ہے وہ بے نقصان ہے سب چیزیں اس کے حصہ سے پر قائم ہیں وہ کسی کے سہارے کا محتاج نہیں وہ سب کی اصل ہے اور سب اس کی فریاد ہیں۔

اور کیوں نہ ہو جس سلسلہ کو دیکھتے ایک ہی اصل پر قرار پڑتا ہے، تو آفتاب اگرچہ ہزاروں ستاروں اور ہزاروں خداؤں میں جدا ہوا ہے لیکن اسے سب متفرق انوار کو اسے ایک آفتاب کے ساتھ رابطہ ہے اور وہ اس سلسلہ کو ایک سے الٹی غیر الثبات پھیلے ہوا ہے کہیں دیکھیں تو کہیں چار کہیں پانچ کہیں بیس کہیں سو کہیں ہزار اور اس پر کہیں ہزار کہیں ہزار کہیں حاصل مرتب کہیں غائب قید کہیں حاصل قسمت

کہیں قسم کہیں قسم میں فیروز لیکن ان سب کی اصل وہی ایک کا وہ ہے اگر ایک نہ ہو تو یہ سارا سلسلہ اعدا و کائنات و ناموس ہر جانے موجوں اور ساروں کے کارخانوں کو دیکھتے تو سب کی اصل وہی ایک ہے اور وہی فیروز کو دیکھتے تو سب اصل میں ہے انسانیت و غیرہ کہتے ہیں شریک ہیں۔

اسی طرح جہاں نظر پڑتی ہے کوئی ایسا سلسلہ نظر نہیں آتا جس کا کوئی سرخشا نہ ہو اور جہاں سرخشاؤں کو دیکھتے تو ان کا کوئی اور سرخشا ہے۔ وہ سب حجتاً حتماً ہم تم ہندو مسلمان اور یہود و نصاریٰ وغیرہ میں آدمیت سرخشا ہے۔ اسی طرح کھوڑوں میں کوئی اور سرخشا ہے اور گھوڑوں کی اور اسل اور کتوں کی اور اصل ہے ان سب انوکھوں کی اصل جاندار ہونا ہے اور ہر نباتات کی اصل پیوند ہے اور ان کا بیانی سلسلہ اور جہاں ہی سرخشا ہے پھر ان کی اصل اور اور جانداروں کی اصل جسمیت کی زیر حکومت ہے اسی طرح اور تک پہلے چلو آخر میں ہمارے عالم کا شکر و شکر میں ہے لیکن ہر ایک کلمہ شکر میں ہر دو بات میں (یہاں کہتے ہوئے میں وہاں سے توجہ نہ لگایا ہے) بلکہ ان کلمات کو دیکھتے بھی سوتی ہو سکتی ہے کہیں معلوم یہ کہ کچھ عالم ایک خدا ہی اور ہر چیز ہے اس اور ذات نہیں ہو سکتا کہانی اپنی ذات سے کہ نہیں ہے اور ان کا طرت سے بلکہ اس کی اصل اور ذاتی ہے۔ اس میں عارضی گئی پیدا کر سکتے ہیں، شکر اسی مسرت عالم کے وجود عارضی کے لئے ہی لذت ہے

ہے کہ وہ کسی ایسے موجودِ اعلیٰ سے مستقل ہو جس کا وجود عرضی و مستقار نہ ہو پھر جیسے آفتاب سے گزرا تا جگہ وصول پہنچے پر سب کی سب ایک ہی آفتاب کا فیض ہے اور جتنی کن چاہئے کہ تمام عالم کا وجود بھی ایک موجود حقیقی و اعلیٰ کا پرندے سے اسی کو تم شہا جتنے ہیں اور اسی کی نسبت بناو یا خیال ہے کہ اس میں قدر و کی گنا گناش نہیں۔

اب یہاں پہنچ کر آپ شاید ہوں اُنھیں کہ ہم نے مانا کہ موجودات کے وجود میں باہم اس طرح کا فرق نہیں جیسے دھوپ اور پانی میں جس کا وجود ایسا ہی کیسا نظر آتا ہے جیسا میدان کی دھوپ اور اس میدان کی جس طرح ہریک کی دھوپ کو خواہ وہ میدان وسیع اور جنگل میں ہر جگہ میں دھوپ ہی کہا جاتا ہے اسی طرح ہریک کے وجود کا نام بھی خواہ وہ زمین و آسمان کا ہو یا چاند سورج کا یا انسان و حیران کا وہی وجود رہتا ہے لیکن اگر فرض کریں کہ آسمان پر ایسے ایسے کئی آفتاب ہوں تو جس طرح بہت سے ستاروں کا توڑ ٹکرات کو کیسا نظر آتا ہے بالیقین ان آفتابوں کا نور بھی ٹکریساں نظر آئے گا پس اگر عالم کے واسطے کئی صنایع ہوں اور سب کے وجود کا یہ توڑ ٹکریساں کیسی نظر آسکتی دیکھائی دیتا ہو تو کیا مفید ہے۔

اس شبہ کا جواب اول تو یہی ہے کہ اس قدر بہ کے شروع میں ہی ہم مرتکب کہ جس کا فائدہ کو دیکھتے وہ کسی ایک چیز پر مشتمل ہوتا ہے اور جس سلسلہ کو دیکھتے کسی ایک پر نہیں ہوتا ہے چنانچہ وہ ہرچیز کا آفتاب یہ سلسلہ

اصول کا ایک پڑھوں کے قطعہ کا پانی پر قائم ہوا اور چند مثالیں ان کے سراپے بیان ہو چکی ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں میں جتنے چیزیں ہیں وہ کسی ایک شے کی صفت کٹھے ہاتھے ہیں۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ پانی اور آفتاب وغیرہ اشیاہِ مذکورہ کی وحدت و یعنی ایک ہونے کی صفت، ابھی تجلہ موجودات کے شے موجود ہے اور ان اشیاہ میں وحدت کا وجود بھی عارضی طور پر ہے کیونکہ آفتاب اور پانی وغیرہ کے بہت سے ٹکڑے ہو سکتے ہیں اگر ان کی وحدت اعلیٰ اور ذاتی ہوتی تو وہ ان سے کسی طرح خالی نہ ہو سکتی تین زبان میں تقسیم جاری ہوتی اور کثرت کی گنا گناش کسی نیچے عمل سکتی، اس سے ظاہر ہوا کہ جیسا عالم کا وجود عارضی ہے وحدت بھی اس کی عارضی رنگی اور یہ وحدت بھی اسی موجودِ اعلیٰ کا فیض ہے گا جس کا فیض خود وجودِ عالم ہے اور اس کی قدر بھی اسی طرح اعلیٰ ہوتی چاہئے جس طرح اس کا وجود اعلیٰ ہے۔ اس طرح پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جیسا کہ وحدت اقسام وجود میں سے ہے وہی ہی کثرت بھی ہے اور عالم کا تجریم کا وجود عارضی تھا اور خدا کے وجود کا پرندہ تھا تو لازم آئے گا کہ وہ وحدت کثرت بھی خدا کے اندر پایا جاوے اور ان کے واسطے وحدت اعلیٰ اور ذاتی ہونے کی یہ مناسطہ فکر اس وجہ سے لگا کر وحدت کے مانند کثرت کو ہی تم نے اقسام وجود میں شمار کر لیا حالانکہ کثرت کا جتنی ہم پر ہے۔

و مجرم ہاتھے ہیں کہ نور آفتاب ایک شے واجب ہے لیکن اگر کسی بار

میں ایک شخص کے دو دو دشمنان برابر برابر ہوں تو درمیان میں انھیں ہمنے
 کی وجہ سے ہر دو دشمنان کا اور عینہ و علیہ معلوم ہوگا یعنی یہ کثرت انہی سے
 کے موجب سے معلوم ہوتی ہے اگر احراز قدر اور بچہ میں انھیں ازہر
 شرف و ہر کو دشمنان میں سے آشنا خالص تو سب جگہ لہجہ نور ہر جگہ کا
 اور یہ فرق باقیانہ اور تعدد میں کا نام کثرت ہے فراہانی نہ سے گلاب
 چونکہ انھیں ازہر کے نہ ہونے کو کہتے ہیں اور نہ ہونا ہی عدم ہے تو معلوم
 ہوا کہ کثرت عدم کے باعث پیدا ہوتی ہے وجود کے اقسام میں سے نہیں۔
 ہر کیفیت اس تقریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو اوصاف وجودی ہیں
 اور عالم میں پائے جاتے ہیں وہ مشورہ ہیں کہ شائے تعالیٰ میں ہی ہوں اور
 جو اوصاف عدمی ہیں وہ ازہم ہے کہ شائے میں نہ ہوں اور یہ ثابت ہوا کہ
 جو موجود اصلی ہوگا اس میں کسی قسم کی قسم کی گناہش نہ ہوگی اور نہ وحدت
 جو اوصاف وجود میں ہے ہے جیسا کہ اعلیٰ مذکور ہوا اس میں اصلی نہ ہے گی
 حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وجود تو اس کا اصلی ہو اور سب قسم کا وجود مخلوقات
 کو اس سے پہنچے اور ہر طرح کے وجود کا شیخ اور معنی ہو اور پھر اس میں
 بعض انواع وجود کے اصلی نہ ہوں لہجہ ہی ثابت ہوا کہ وجود اس کا نہیں
 ذات ہے اور ذات اس کی نہیں اوصاف ہے اور اوصاف اس کے
 ہیں وجود ہیں اور نہ وحدت اصلی اور موجودیت ذاتی باقی نہیں رہ سکتی۔
 اس وقت کو میں یقین کرتا ہوں کہ جو مشہور تم کہ تعدد صانع کے متعلق پیش
 کیا تھا اس کا اصل کافی حد تک ہو گیا ہے بلکہ اس کے ضمن میں اور کثرت

تے کہ اس قدر فوائد ہی انھیں کے ساتھ حاصل ہو گئے لیکن میری یہ رائے ہے
 کہ ایسی ہی مشرق کی کچھ اور بھی تشریح کریں اور توحید کے بارے میں جو کچھ
 بھی مشہور ہے اس میں ان کو یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے گواہی دہوش سنے
 نہیں گناہوں کو اگر کم از کم وہ صانع زیادہ عالم میں شریک ہوں گے تو وہ
 وہوں ہی جیسا کہ صانع ہونے اور موجود اصلی ہونے میں شریک ہوں گے
 ایسے ہی کسی نہ کسی امر میں علیہ ہی ہوں گے کیوں کہ جہاں شریک کے
 ساتھ تعدد پایا جائے تو وہاں لازمی بات ہے کہ کسی حیثیت سے ایک کو
 دوسرے سے علیہ اور متعدی بھی سمجھا جائے شرف و آدھی ہر جگہ کیا وقت
 میں شریک ہی مگر بعض اوصاف میں مختلف بھی ہیں جیسا کہ فصل وحدت
 قدر و قامت، مکان و زمان، رنگ و روپ، خاصیت مزاج وغیرہ میں
 اگر یہ علیہ اور فرق نہ ہو تو تعدد ہر جگہ رہے اور ہی ایک آدمی رہے اس میں
 سے متعدی قرار پایا کہ جو دو چیزیں کسی امر میں مشترک ہوں تو ان میں
 سے ہر ایک کے اندر ایسے خصوصیات ہوتی ہیں جنہیں جو دوسری میں نہ پائی
 جاتیں ان ہی خصوصیات کے وجود کو ہر اپنی اصطلاح میں ذات کہتے ہیں۔
 مخلوقات بے وجود کو معدوم نفس ہے کیوں کہ دنیا کی ہر ایک چیز
 وجود کے ذریعے سے ہی موجود کہتی ہے البتہ خود وجود کو اپنے وجود ہونے
 میں کسی دوسرے وجود کی حاجت نہیں اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ
 ہونے کو اپنے وجود داشتن ہونے میں نور کی حاجت ہے مگر خود کو اپنی
 توانیہت میں دوسرے کو نہ حاجت نہیں اب اگر وہ یا کئی صافی ہوں اور

دو دونوں وجود میں شریک رکھتے ہوں قرآن دونوں کی ذات دہی
 وہ خصوصیات خاصہ میں سے ایک دوسرے سے امتیاز حاصل ہے اور جو
 کے باہر کوئی اور چیز ہوگی اور چونکہ وجود کے سوا سب چیزیں اصل
 سے معدوم ہیں اس لئے ہر ایک تعالیٰ بعد ذاتہ وجود سے باہر
 ہوگا اور ان پر وجود اسی طرح عارض ہوگا جس طرح زمین آسمان وغیرہ
 سب چیزیں ہوتی نظر ہر ایک اور نظر تعلق مگر آفتاب کے نور سے
 ان سے کوہ روشن کر دیا اس صورت میں بہ دونوں ششادوں کو کسی طرح
 موجود اصلی نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ دونوں بھی کسی ایسے موجود اصلی کے
 نتائج ہوں گے جس کا وجود خود اس کی ذات کے اندر داخل ہوا اور جہاں
 مقصد بھی توحید سے صرف انکافی تھا کہ موجودات کا سلسلہ ایک موجود
 اصلی پر ختم ہوتا ہے چنانچہ یہ بات اس تقریر سے بخوبی حاصل ہو گئی کہ چونکہ
 حجب موجودات وہ ششادوں سے مشابہ پیدا ہونے اور وہ دونوں ایک
 موجود اصلی میں شریک اور اصلی سے معدوم نظر سے آہن ہوتے ہوں گے کہ
 موجود اصلی کا فیض ان دونوں کے واسطے سے اور ان کو پہنچتا ہے جیسے
 پر نالہ کے وسیلے سے چھت کا پانی نیچے آتا ہے اور آتش شیشہ کے قطیل سے
 آفتاب کی سوزش دوسری چیزوں کو پہنچتی ہے اور قطعی دار آئینہ کے
 صدر قوسے آفتاب کا نور ان درو و ہوا کو پہنچتا ہے جو آفتاب کے مقابل
 نہیں ہوتے ان تمام صورتوں میں سب کو معلوم ہے کہ چھت کا پانی پر نالہ
 کی راہ سے آتا ہے پر نالہ سے پیدا نہیں ہوتا۔ آفتاب کی سوزش آئینہ

شیشہ کی راہ سے آتی ہے آتش شیشہ میں کہ حرارت نہیں آفتاب کا نور
 آئینہ کی راہ سے اور شیشہ کو پہنچتا ہے آئینہ میں نور ہر جہت میں تو فی
 طرح اگر حریت سے مسجود اصل اور کثرت صالح موجود ہوں تو توحید میں
 کہہ جاتا نہیں کہ کتا بگہ اور زیادہ مجتہد اور مستحکم ہر جہتی ہے۔
 کیونکہ ظلم کو نہا جو با شہادت شہرت کے دفاع عالم کا حامل کیا جاتا
 ہے یا انسان و حیوان وغیرہ جو ظالم جنوں کو افعال اختیار کے حلقہ مسلم
 ہوتے ہیں یا دغا اور دغا وغیرہ جو یہ نسبت اپنی تاثیروں کے موثر طریق کے
 جاتے ہیں یہ سب چیزیں اس وقت بحیثیت اپنے فروع کے وسیلہ فیض
 اور واسطہ ایجاد بھی جانتی ہیں اور ان کے خالق ہونے کا شہد جو بعض نفا
 پرستوں کو بڑا اثر ہے بے نسبت عمل ہوجاتے گا اور اس وقت ہم بآواز کمالی
 یہ نفا وے سنیں گے کہ اس خالق بزرگ کے جو چیزیں ظہر میں صدر
 افعال یا مصدر تاثیرات نظر نہتی ہیں وہ سب خدا کے سامنے
 ایک کا درجہ کے آفات کی طرح ہیں اسی انظریں ان چیزوں سے کام لیتا
 ہے اور حقیقت میں خدا کرتا ہے اعلیٰ جلتہ کے معجزات جیسے نہیں ہوں یا
 دل اور لونی اورم کے مشابہ وچ ہوں یا پری اوتار رحیل یا ظلم و دغا
 ہوا دغا پتھر ہوا کوئی جاندار چیز زمانہ ہوا یا مکان پہلہ ہوا یا شہر
 سا سے ہوں یا اور کب سب کے سب خدا کے سامنے ایسے ہیں جیسے
 زمین کے سامنے سولہ نعلی ہوا وغیرہ قرآن بارہرتے ہیں کہ بے جانے
 اس کے نہیں جتنے اور چیز اس کی مرضی کے کوئی کام نہیں کر سکتے۔

اور اس سارے سلسلہء عالم کی مثال ایسی ہے جیسے کہ شیونری اور کارخانوں اور گھڑیوں وغیرہ میں پشت ہی کہیں اور بندے آگے کھینچے جاتے ہیں پھر اگر کوئی کام یہاں منظور ہوتا ہے اولیٰ کل کو ہاتھ میں اور سب کہیں بہ ترتیب اپنی ہیں اور آخر میں جو کام مقصد ہوتا ہے وہ آخر کی کل سے ہوتا ہے اب ظاہر ہے کہ یہ کہیں خود بخود نہیں پیش آتے کہ وہ جس حرکت جمادات میں سے ہیں ان کے واسطے جبکہ کوئی ذمہ نفل اور صاحب ارادہ کام لینے والا نہ ہوگا بلکہ کام دینے والا اس طرح سلسلہء عالم کے واسطے علت اصل اور فاعل حقیقی ایک خدا ہے تعالیٰ ہے کوئی اولیٰ سے اولیٰ نفل اور حقیر سے حقیر چیز بھی اس کے ارادہ اور مشیت کے بغیر نمودار نہیں ہو سکتی اور کسی شے کو اس کی سلطنت اور حکومت کے آگے دم مارنے کی کجالی نہیں جو کچھ وہ چاہے اس میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا اور عقب سے تقریب بندے میں اس کے وہ بار ہیں یعنی اس کی اجازت کے لب نہیں چا سکتے یہی وہ عقیدہ ہے جس کی طرف اسلام نے نہایت زور فرمایا تھا کہ دولت ہی ہے جو خدائی کن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا سبب بنیاد ہے اور انہی صفوں کی اشاعت تمام انبیاء کی پشت کا مقصد اور تمہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب میں تو حید کی فی الجملہ جگہ پائی جاتی ہے اور جن مذاہب میں شریک پرستی کی تعلیم موجود ہے وہ بھی تو حید کے باخیر ترک کرنے پر راضی نہیں ہوتے بلکہ تو حید کے چھوڑنے

کے بغیر بہتر سمجھتے ہیں کہ شریک کو تو حید کے ساتھ ہی کہ لیا جاوے اگرچہ یہ عقائد امتناع فی عقیدت میں کیوں نہ ہو، لیکن یہ دعوت خاص ذمہ اسلام کو مائل ہے کہ اس نے بالکل خاص اور بے لوث تو حید کی طرف لوگوں کو رنج و کجیادہ شریک علی یا خفی کا تشریح باقی لگا نہیں رکھا اس بہت اور کجی نے زمانہ میں جبکہ انہی میں خاص تو حید سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ تھا، بڑا ہی جنگی تھا کہ تو حید سے مانوس بنا دیا اور آج تک کہڑا کہڑا انسانوں کے دلوں سے شریک فی اوقات شریک فی الصفات اور شریک فی السببوت کی خلعتوں اور کہو درقل کو دھو ڈالا۔

کیا اسلام کی اس بے غل و غش تو حید کا مقابلہ اس قوم کی تو حید کر سکتی ہے جس نے خدا کے سوا ہر شے کے سامنے گردن ڈال دی اور آگ پانی وغیرہ کو بھی قابل پرستش سمجھا اور اپنے ہاتھوں سے نکالی شہوتی صورتوں کو حاجت روا اور مشکل کشا تصور کیا، اس قوم کی جس کے خدا کی محفلِ قادر اور روح سے ہوتی ہے ان کا کہو در خدا ان دونوں کے نشاۃ کے نشانات دیکھی کوئی کار دہانی کر سکتا ہے اور ان سے بچاؤ کر ایک دم اپنی خدائی کواۃ تم کر کے سکتا ہے یا اس قوم کی جتنا خلقت خدا اپنی کوشش سے اور کواۃ انسانی حوائج اور بشری خصوصیات کا محکوم بنا اور نبی اکرم کی نصیحتیں صاف کرنے کے واسطے اس کو سنت تکلیفیت اور مشقتیں برداشت کرنا پڑی، یا اس قوم کی جن کا خدا خلقت کے بے سوچے کھچے پیدا کرنے پرست نامہ بنا اور دنیا میں مفلحان آجاتا ہے اسے بید طولیٰ ہونا پڑا ہے

تک کہہ دیتے ہوتے اس کی انگلیں سرخ ہو گئیں اور ہانک کر کوا سکی
 عبادت کرنی پڑی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے جب اس کی کشتی
 ہوئی تو انہوں نے اس کو زمین پر چنگ دیا۔
 کیوں نہ ہو! کیا ایساں سے کہہ سکتے ہو کہ آج صبح لو کہ کشتی تیرا
 اللہ میں سے کس فریب کی بدولت دنیا میں نظر آ رہی ہے۔

نبوت

ان تمام مراحل کے بعد جو ہم نے یہاں تک طے کئے ہیں سب سے
 زیادہ ضروری اور محرکۃ القلوب بحث جو باقی رہ جاتی ہے وہ نبوت کی
 بحث ہے اور انہوں میں کہ جس قدر وقت اس کے لئے دیا جا رہا ہے
 اس کا عشر عشیر بھی ہمارے پاس موجود نہیں لیکن اس پر بھی مجھے یہی
 حال میں مناسب نہیں سمجھا کہ اسلام کے اتنے بڑے رکن مظلوم کو با کمال
 انداز کر دیا جاوے گا۔ یہ ممکن ہے کہ یہاں پر ایک اجمالی بحث اس
 کے مستحق تھی کہ تفصیل تمام کو اسی تنظیم کتاب کو توڑ پھینک دینا
 ہم پہلے وہ چنگے ہیں، تاہم ہمارے سامنے کے دلوں میں اگر کوئی گھبراہٹ
 اور تشویش پیدا ہو تو وہ اس سے اپنی تسکین کریں،

نبوت کا عقدہ حل ہونے سے پہلے ہر انسان پر یہ فرض ہے کہ وہ
 اسبابِ اطاعت پر غور کرے یعنی یہ کہ ایک آدمی کی اطاعت دوسرے

پر عقول کی حالتوں میں اور ان وجوہات سے مندرجہ لکھی جاتی ہے اس بارے
 میں جہاں تک آقاؐ سے کہا گیا یا کیا کیلئے سبب اس کے متعلق ہونے چاہیے
 تعلقات، وضع سعادت اور مشن و مکتبہ، چنانچہ لڑکا بننے آقا کی اطاعت
 طاعت سے کہی آئید پر اور رعیت اپنے حاکم کے فریضہ تکالیف سے اور
 عاشق اپنے محبوب کی بقا، خفا، محبت کرتا ہے اور اطاعت کی کوئی ایک
 فرد بھی ایسی نظر نہیں آتی جہاں تیزوں و جرات سے خالی ہوا ہے اگر یہ
 تیزوں جب فرض کو کسی ایک ہی شخص میں ہی برہائیں تو قدرت انسانیت
 اس کی نصرت و اطاعت کو فرض میں قرار دے گی یہی حکم کچھ اوراق میں
 حق تعالیٰ شانہ کی نسبت مقلی طریق سے یہ طے ہو چکا ہے کہ دنیا کے تمام حکم
 اسی کے ارادہ اور اختیار سے انجام پاتے ہیں اور ہم قسم کی باوجود سبب
 سلب و عطا، اور خلق اور مخراسی کے ہاتھ میں ہے اور ہم کمال اور
 حسن و خوبی اسی کی ذاتِ اقدس میں موجود ہے اور اس کے سوا کوئی عالم
 کامرئی اور حسن بھی نہیں ہے تو یہ شبہ عقل کے نزدیک ایسی خدا کی وحدت
 سے صبر و استقامت ہائزہ دہرگا اور یہ لازم ہے کہ اسی کی خدمت گواری
 میں آدمی مصروف رہے اسی کا ہر دم و جان دے دے اور اسی کی محبت ہی
 اپنے کو دیا نہ مانے، جسے تو اسی کے نام پر ہے، اور مرے تو اسی کا گھر
 پر احسان ہے۔ فرض کسی حالت میں اس سے ہدایت ہووے اور ظاہر و

باطن میں اسی کا تابع فرما رہے۔
 اسی کی فرمانبرداری تو یہی ہے کہ دل میں خدائے تعالیٰ کے مستحق

ہے یقین ہو کہ جہادی سنی اس کی مستحق کے سامنے بالکل حقیر اور اس کا وجود
ہر طرح بے وقعت اور کال اور مکتل ہے۔ ہمارے ہجوم کے نفع و نقصان کا
اختیار کسی کو ہے اور وہ ہمارا حاکم ہم حکومت ہیں اس میں اہل دہم کی
شاہی سمجھت ہو چکے ہے اور ظاہری طور پر وہی وہ افعال و حرکات میں
ہیں سے ہمارے آپس اندرونی جذبات اور باطنی اعتقادات کا سواغ ظاہر
اور ظاہری بے حرمتی کا خیال ان سے مترشح ہوتا ہے۔

مثلاً خدائے تعالیٰ کے سامنے اس کی خاص حق تعالیٰ کا وہ کی طرف اقبال
کر کھڑا ہوتا اس سے اپنے مال کے متعلق فرق سمجھ کرنا اور ہر سے حکم
آجائے یہ سب نیاز محکا رہا اور اس کے آستند پر اپنے کو ذلیل و حقیر
کہہ کر ناک اور پیشانی رنگنا یہ سب آثار حکومت اور آداب شاہی کے
تہذیب ہیں اہل خاندان اس اپنے مال و دولت کو خدائے تعالیٰ کے ہونے
مصلحت میں خرچ کرنا اور برآمد و صرف میں اس کے حکم کا منتظر رہنا یہ
بھی سارا با اعلیٰ کے لوازمات میں سے ہے۔

پھر اگر خدائے تعالیٰ کو محبوب حقیقی کہتا ہے تو اس کے قرین و اصل
کی فکر میں ہر ایک اس سے بیزار نہ چلا آب و طعام اور لذت جماع کو
(جو کہ خدائے تعالیٰ کا سات کا ہے) ترک کر دینا اس کے بعد حق تعالیٰ کا و ربانی
کی طرف پا بربند سر بربند ہو گیا کہتے ہوئے وہ دن اور وہاں پہنچ کر کسی
مات شرق و وسط میں اس حق تعالیٰ کا کہے کہ وہ گونا گویں جنگوں میں جیتتے
پھرتا کہیں دشمنی کو قرب کے خاص علاقے پر مسلک جاری کرتا اور کئی بار

مال سے ظاہر کرنے کے لئے تیار رہنا یہ سب نعمت حق تعالیٰ کی علامات اور مشق
حقیقی کے ظاہری نشانات ہیں گے بالفرض یہ امر تو اب عقلاً پانہ غربت کو
بہتھا گیا ہے کہ وہ سے زبان سے دہو پاؤں سے جس طرح کی بن پڑے
آدمی اپنے خالق کی اطاعت کی طرف توجہ دے اور نہ گزرا اپنا روئے نیاد
دوسری جانب دیکھتے لیکن سخت مشکل یعنی کہ کسی کی اطاعت بے اس
کے تصور نہیں کہ ہم کو اس کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کا علم ہو لہ
خدائے تعالیٰ کی نسبت یہ روایت کہنا کہ وہ کون امر سے خوش اور کون امر
سے ناخوش تھا ہے ہر شخص کی قدرت کے باہر تھا کہ ہم کو ہمیں اپنی عقل سے
اگر ہم نے چند احکام معلوم کرنے کو تو اول تو تمام احکام کی تفصیل اس سے
معلوم نہیں ہو سکتی، دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ شاید ہماری عقل کا ہر بات
میں با خبر ہی نہیں ہو سکتا اس بنا پر کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت و عبادت
یعنی اس کے حکم نہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ سے ہرگز اپنی رضا و عدم رضا سے خبردار
کو مطلع فرمائے۔

اور یہ خوب معلوم ہے کہ جب سلامیں دینا اس تھوڑی ہی خوبی تھوڑی
اور خدا سے مجھنے سے مستحجاب ہر دوکان و مکان اور مکان چھلان اپنے
احکام سے تہ نہیں پھرتے اور نہ ان کو گناہ سے کہہ کر کس و نا کس کو
اپنے ذاتی اختیار کی اطلاع کے واسطے بھلائی بخشیں تو کیا وہ حکم دیکھیں اور
اور ان کو خدا جس کو تمام عالم سے بالکل استغناء اور سب چیزوں کو اس
کی احتیاج ہے ہر ایک عالم و خاص اور ہر ایک مذہب و ماری کو نہ لگانا تو

اپنی معترضی و بھلائی سے ہار یا ہ فرما سکتا ہے تو اسے گامیب ایسا نہیں
 تو بیشک خدا کے بیان بھی کچھ لوگ ایسے خاص ہوں گے جیسے ہاد شاہوں
 کے بیان وزیر یا نائب اسطفت یا دانشمندان اور جیسا کہ تمام ہر کاری
 احکام رعایا کے پاس انہیں صاحبوں کے توسط سے پہنچتے ہیں ایسے
 ہی خدا کے پیغام اور امر و نواہی ان معترضین کے ذریعہ سے ہر جگہ رشل
 ہوں گے ہم انہیں معترضین کو انبیاء و رسول اور پیغمبر کہتے ہیں اور ہمارا
 ہے کہ اس زمانہ میں خدا نے تعالیٰ بھتا ہے، ایسے رشلوں کو اس زمانہ
 کے مناسب و ایات دے کر بیٹھ فرما دیتا ہے۔

یہاں پر تم کو شاید یہ شبہ گزرسے کہ کثرت قروں میں جب انبیاء و مریم
 اسلام تشریف لائیں گے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے منتر کی شریعت
 مقدم کی شریعت کے واسطے ناخبرگی تو وہم ہوتا ہے کہ... پھلنی کے
 صحیفے میں شاید خدا نے تعالیٰ سے کچھ سہر ہو گیا تھا یا بھول چوک سے اس
 کو مناسب احکام دینے تھے جو دوسرے نبی کے بارے سے اس فعلی کی
 اصلاح کو لائی گئی، مگر یہ شبہ آپ کا سہر کم نہیں اور نہ ہالی پر مبنی ہے،
 نسخ کے معنی صورت تبدیلی احکام کے ہی نہ آگے آپ کا قیاس ہے کہ وہا
 تبدیلی پہلی فعلی کی اصلاح کی وجہ واقع ہوئی ہوگی۔
 خدا نے ہر کی نسبت یہاں خیال باز صافست گستاخی ہے۔

آپ نے ہار یاد کیا ہر کہ گامیب اگر کسی مرتضیٰ کو سہل دینا چاہتا
 ہے تو اس کے لئے پہلے شیخ کا نسخہ تخریج کرتا ہے، چند روز بعد وہ نسخہ

ہول کڑھل کا نسخہ پاتا ہے تو کیا آپ نے اس طیب کی نسبت بھی یہی
 مانے قائم کی ہے کہ اس سے شیخ کا نسخہ دینے میں غلطی ہو گئی تھی جو کسی
 حکامات کو دوسرے نسخے سے کر رہا ہے جب یہاں آپ نے ایسا
 نہیں سمجھا تو خدا نے تعالیٰ کے واسطے آپ کو کس چیز نے بھرا کیا ہے
 کہ بلا وجہ ایک ایسا جمل خیال پیدا کر میں کہ میں ان نہیں مانے کہ اس نے
 بھی ہرزاد کی طبیعت اور مزاج کا اندازہ کر کے اس کے مطابق کثرت احکام
 جاری کر دینے ہیں اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ ہالی یہ خیالوں کو کیا خدا نے
 برتر اس پر قادر نہیں تھا کہ ابتدائے علم میں ہی کوئی ایسی عقلی کتاب ہدایت
 کے لئے تیار فرما دیتا جس میں ہرزاد کے طبیعت کی رعایت کمال جاتی
 اور اس کی عادت ذہنی کو یاد دہ اپنے تھے ایام میں دست لغتاری
 کرے۔ اس کی بابت میں عرض کرنا ہوں کہ بیشک خدا اگر اس پر قادر تھا
 تو کیا اس پر قادر نہ تھا کہ غیر نفل اور غرضی تھے، وہم اور میں ہدوش
 پانے اور تبدیلی نسخہ دینا کرنے کے ایک کامل و متکل انسان و خدا پیدا کر
 دیتا دجیسا کہ اگر یہ سچا اپنے چار رشیوں کی نسبت کہتے ہیں یا بغیر تمہارے
 آپ یا شیخ و غیرہ سالانہ زراعت کے خود بخود تمام نباتات کو زمین سے
 اگا دیتا اگر اس نے ہاد و قدرت کے ان ہمنائیت میں (غرض ہاشرا) یہ
 دوسری اخطائی تو ذہن عایت میں ہی اس کو اپنی اسی عادت سے معذور
 سمجھنا چاہئے اور اگر وہاں اس تبدیلی تھی میں کچھ خاص حکمتیں اور مصلحتیں
 مشفق ہر نسخہ میں تو یہاں اسی قسم کی مصلحتوں کا اندازہ کرنے سے کوئی چیز

نہیں برتے، یہ فیصلہ کر لیا جسکو یقیناً ہمیں ترکیب آب و تھاک وغیرہ سے بہتی ہے، اس طرح طاقت و مصعبیت کا طوط پیدا ہوا جو ایک ہی آدمی سے متفرق اوقات میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اس کے تیسرے چہرے نہیں دکھاتا کہ کون کی ترکیب میں دو مختلف قسم کی اشیاء سے مادی جاوے، اور جب یہ ہے تو جیسا کہ عناصر صم کے لئے علیحدہ علیحدہ چار قانون تسلیم کر لئے گئے تھے ایسا ہی ان دونوں کائناتی نمبروں کے واسطے بھی ظہور کائنات میں دو نمبر ان مان لئے جاویں تو کیا استبعاد ہے جیسے خدا کی وہ مخلوق جس میں ہمیشہ اس نمبر اور یہی ہی کی طوط تو تریانی جالسنے اور ان کا یہی اقتضا طاقت ہیں ہوا اور ان کی صورت بھی ششیں ہر کہ لا یقتضون ان الله ما امر شطرا و یلکون مائیلون مستویون اسی مخلوق کو ہم علامہ اور فرشتوں سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کے مظاہر میں وہ گروہ جس کی طبیعت میں مصیبت ہی مصیبت دہلی مراد طاقت و عبادت سے اس کا بیان بالکل غلطی ہو اور اس کی حالت نفس و کائنات الطیفان لیتربہ کشفنا بھی سے ہوگی جاسکتی ہو ایسے گروہ کو ہم ششیا طیفی کا لقب دیتے ہیں

اس پر بھی اگر ہم سے کوئی مہربان تاریخ و ریافت کریں کہ کوشش افلاک سے ایسی چیزوں کا وجود ثابت ہو سکتا ہے مگر ہم نے اور کسی نے آج تک ان کو نہیں دیکھا اور رہنا باقیہ ایمان لانے کو جہاں دل گوارا نہیں تو ہم ان حضرات کی خدمت باہر گوارش کریں گے کہ آپ نے وہ تین جہت ثابت نمود روکش دنیا کے بوجہاری دنیا سے بالکل علیحدہ ہیں،

اور جن کا تا کہ بچر وہی کے تیسرے نمبر میں موجود ہے کب اور کس وقت اور کس جگہ مشاہدہ کئے ہیں۔ اور اگر کئے ہیں تو کیا آپ دیکھتے ہیں کہ ان کا مشاہدہ کرانے کے لئے تیار ہیں دیکھتے آپ نہرو اس نمبر کا تجربہ ہا مشہور ہو چکا صنفہ میں ملاحظہ فرمائیے کہ گزشتہ و آئندہ و موجودہ جس قدر کائنات ہے اس سب کو پر اسی پر شش کے جہاں ہی عظمت کائناتیں سمجھنا چاہئے !!

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کون کون کائنات کو اس کی عظمت کا نشان بنانے سے اس کی عظمت نمود ہر جاتی ہے اس کا جواب یہی منتظر ہوا گئے دیکھیں کہ اس کی عظمت اس پر نمود نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور فرمودہ ہے کہ کئی سے لے کر زمین تک قائم و لطیف و کثیف کائنات اس غیر متناہی قدرت والے ایشرہ کے ایک پہلو میں قائم ہے اس کی ذات پر قدرت میں امرت (علم بر خانی یا روکش کا علم) موجود ہے یعنی تین جہت کائنات عالم لطیف و روشن میں موجود ہے گویا غیر روشن دنیا ایک جہت ہے اور ذرات خود روشن دنیا اس سے کئی ہے اور وہ ایشرہ میں طاقت روکش نمود ہر حکم کی جہت کل میں طاقت اور سب کو روشن و نمود کرنے والا ہے !! اس عبارت کو سمجھنے کے بعد ہی کیا ہندوستان کی بوجہ سوسائٹی کا کوئی نمبر تین و یک یا ہشت ہونٹ ہونٹ کے وجود سے انکار کر سکے گا !!

پہلی صورت وہ اگر پر اصل تہمت کے اعتبار سے ضروری نہیں لیکن دیکھو
 سے ان کا صادر ہونا چاہئے اس کی راست بازی کی دلیل ہے کیونکہ انکی
 شخص شہداء سلطانہ نام کے دو بڑے لوگوں سے ہے کہ ان میں سلطانہ کا مستزاد
 محبوب ہوں اور اس کی دلیل یہ بیان کرتے کہ دیکھو یہ سب اس سے کہہ گیا
 برابر وہ اسی کے حواشی کریں گے اور جو فرمایش کر دیں گا اس کو یہ کہہ کر کھڑے
 گئے یہ کہ کہ سلطانہ کو کھڑا ہونے کی قوت اٹھانا کہتے اور کہتے ہو جائیں
 پھر ان سے بیٹھے کہ کیے اور وہ سنا بیٹھ جائیں اور اس طرح کھانڈ تہمت
 سے کاموں کی فرمایش کرنا ہے اور وہ بھی ایک دفعہ اس کے خلاف نہ کر لی
 اور فریق کرو کہ وہ سب کام سلطانہ کی عدالت مسترد اور مزاج کے خلاف ہی
 ہوں تو کیا کسی مجال اور زمانہ کو بھی ایسی حالت میں اس شخص کے ہوسے کی
 تصدیق نہ کیے تہمت رہے گا اور کیا کوئی یہ قوت بھی نہ جانتے کہ اس کا
 دعویٰ تو اس کا محبوب اور مستند ہونے کا تھا اور اس کے مستند ہونے اور
 سلطانہ کے کہنے سے ہونے میں کوئی مناسبت نہیں اس لئے اس سے اس پر
 کوئی استدلال نہیں ہو سکتا تاہم قلیک سلطانہ اپنی زبان سے اس کے مستند
 ہونے کا اقرار کرتے۔

ایسے ہی الحق سے کہا چاہیے کہ تصدیق دعویٰ دو طرح پر ہوتی
 ہے ایک حالی اور ایک متالی تو اگر اس بگڑ زبان اور قری تصدیق سلطانہ کی
 جانب سے نہیں پائی گئی مگر حالی تصدیق جو اس سے یہی بڑھ کر ہے حاصل ہو گئی
 یہی حالی جینے انہیاد و عہد اسلام کے عہدات کا ہونا ہے کہ وہ اپنی نسبت خدا

کا وزیر اور مستند ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور خدا ہر وقت اور ہر جگہ ان کے
 دعویٰ کو سنتا ہے پھر وہ حادث امینہ کے خلاف بیعت سے کاموں کی فرمایش
 کرتے ہیں تاکہ ان کے دعویٰ کی تہمتی و تباہی ظاہر ہو جاوے اور خدا نے تعالیٰ
 ہر امر ان کے حسب حکما فرمایشوں کو پورا فرماتا رہتا ہے تو کیا تہمتیہ
 یہ ان کے دعویٰ کی حالی تصدیق نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ چھوٹے آدمی کی تصدیق
 کیا خود جھوٹ کی ایک قسم ہے تو اس سے اس دعویٰ کے کلاب ہونے کی
 صورت میں خدا نے ہرگز کلاب ثابت ہوا نمودار ہونے سے بھاگ کر بھاگتے
 تھالی کا تاج کلاب ہونا تو ضروری نہیں تو وہ خدا کلاب ہونا حلال ہے

اب اگر کسی کو یہ ہم کہتے کہ یہ سب تقریر اس وقت قابل تسلیم ہے
 جبکہ معجزہ یا عسوقی حادث کا ذکر لیکن ہر حادثہ اس کا امکان ابھی حلی تہمتیہ
 ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہم معجزہ نامی کو کہتے ہیں کہ جو عقیدہ حلال و ہر جگہ خلاف
 حادث ہو اور خلاف حادث کے بھی یہ نہیں ہیں کہ علم حادث کے خلاف ہو کیونکہ
 معجزہ ہی ہمارے نزدیک خدا کی خاص حادث ہے جو خاص خاص اوقات میں خاص
 خاص مصلحتوں سے ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ ذریعہ شہداء ہمیشہ سے نہیں
 پہنچتے کامادی ہو، مگر عہد کے بعد ہمیشہ اپنی پیمانہ کے، تو گو ایچین پیچ
 کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ زید کی علم حادث کے خلاف ہے مگر ایک ہیشت ہے
 یہ بھی اس کی حادث میں داخل ہے اسی طرح آگ سے کسی چیز کا جھونکا کرنا
 خداوند تعالیٰ کی علم حادث لیکن بعض مواقع میں جیکو کہیں نبی کی تصدیق یا اور
 کوئی مصلحت نمودار ہو تو آگ سے وصفت احوال سبب کہہ سکتا ہیں اس کی

عدالت ہے کیونکہ ثابت ہو چکا کہ تمام اسباب و سببیت میں جو کچھ کثیر ہے وہ خدا کا ارادہ ہے جو وہ جب چاہے سبب کے ارادہ کو سبب سے اور سبب کے وجود کو سبب سے علینہ کر سکتا ہے تو جب مشابہت سے یا ثابت ثبوتِ رادہ میں کے ذریعے سے معلوم ہو جائے کہ ایک شخص نے دعویٰ ثبوت کیا اور ثبوت سے مستحضرات دکھائے اور تمام امر میں کسی ایک بات میں ہی اس کے کہنے کے ثبوت نہ ہوا تو بے شک و شبہ ایسے شخص کو نبی کہہ نہیں جاتے کیونکہ نبی کا وہ سبب تصدیقِ خدا ہے قائلے قولاً یا عملاً ہرگز نہیں کر سکتا اور وہ اگر ایسا کہے تو وہی نجدِ رحمت نہ ہوگا۔

پھر کو افسوس ہے کہ ہمارے زمانے کے بعض عقائد کو تعجزات کے ممکن اور وقوع ہونے سے انکار ہے اور ظور قاسم یہ کہ قدرت کی قدرت میں وہ ان کے نزدیک دلیلِ ثبوت بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کو اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ موتی کی بے ہونے اور لاشی کے سائپ ہی جالنے میں کیا تعلق پایا جاتا ہے جو ایک سے دوسرے پر راستہ عمل ہو سکے۔ (ماہنامہ) یا اقطاب البصائر

میرا مقصد تھا کہ اس بحث کو ثابتِ تفصیل کے ساتھ لکھتا اور ان عقائد کے خیالات کی تشریح جاتی کرتا مگر کلچر وقت سے توجہ ہر کس سلسلہ کو بھی دوسرے مسائل کی طرح اسی کتاب پر منحصر کے حوالے کرتا تھا خاص سرور کا کتاب آتا ہے ماہنامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور تعجزات کے تعلق پر قصوراً ساکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت

اس سبب سے یہاں رسالت کے مان لینے کے بعد جو عرض ہو چکی کہ کئی برس حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت باطل آسان ہو جاتا ہے کیونکہ آپ کے پیشوا رضی و نقل کا نام سے اس وقت ہی ہونے لگی انکھوں سے اچھل نہیں ہیں اور نہ تمام اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے معجزات بل کہ آپ کے معجزات کی ہمہ تنی کر سکتے ہیں آپ کے ظہور و انکسار کا اسباق و کلمات کو اور ثبوت کرنا پڑتا ہے اور چار دانگ عالم میں آپ کی صداقت کا سکتا بیٹھا گیا ہے اور کوئی شخص کے بڑے ظہور میں آپ کا آقا سبب نہیں لے سکتا ہے۔

جب ایک غیر متعصب اور متفکر آدمی آپ کے اعمال کا انبیاء رسالتی کے سوال سے اور آپ کی تعلیم کا ان کی تعلیم سے اور آپ کی قدرت و جنت کا ان کی قدرت و جنت سے مقابلہ کرے گا تو یہی اس کے لئے ضروری ہوگا کہ آپ کی نفسِ صداقت کا نہیں بلکہ رسالت کا اور رسالت کا نہیں بلکہ تعجزات رسالت کا زبان و دل سے اقرار کرے۔ عرب کی جہالت و پشتِ مزاجی گروہی کشمکش نہیں جانتا جس قوم میں ایسی جہالت ہو کہ کوئی کتاب اس کے پاس آسانی ہو نہ زمین اور اس کے انکسار کا یہ حال کہ قتل و غارت و ذبح ایک معمولی حرکت ہو چکی ہو۔ یہ کیفیت کو تشریح کرنا خدا کے اور تو چھٹے گئے اور گروہی کشمکش کی یہ حرکت کو کبھی کسی بادشاہ کی اقامت قبول نہ کرے جتنا کشمکش کی یہ قدرت کر ایسے کہ

حکومت میں ہر خیال کا مشورہ ہو گیا اور میں کی جگہ سے اس کفر اور بدعت کی ترمیم میں میں بھی کسی کو گناہ گراؤ، ایک نادر شہر کی برائی جس کے پتے میں کچھ بکت پرستی کے بدلہ جھٹ گئے اور آفتاب توحید ابر کے پر وہ ہے ابرنگل کیا یا انہیں دلت تھی جس کی بھیڑا نے حقوق پرستی کے سیاہ انھوں کے پر پتے اڑا دیئے اور خدا کے لکھ کو حق کی رو سے چھایا۔

قریبیک ایک ایسے بے بارہ مددگار نے ایسی نکت قوم کو ویسے غفلت کے زمانہ میں ایسے انہی مغفوں کی طرف اُتارا اور غصہ سے دوسری ان سب کو بھیاسزا اور گروہ بجایا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں حق کو گرانے کے لئے تیار ہو گئے اور ہار کو شکہ دیا نہ وہ رفتہ سے جاڑی مال و دولت کو سنگ و پتھر سے زیادہ حق رکھا اپنے بگھانے سے آواز جنگ و پیکار ہوئے کسی کو آپ نے ہر اس کے اقد سے آپ اپنے گئے۔ پھر دو پادروز کا اولاد تھا جگر آپ کے پھر بھی اسی حالت پر استبداد کے ساتھ ہیں دھن بیان تک کہ قیصر و کسری کے تحت الشیعہ۔ خاندان سوم کو تروہاہ کر دیا اور اس پر سلاطین میں وہ شائستگی رہی کہ کسی لشکر نے سوائے متنازعہ جہد کسی کی ایجاز سالی یا جنگ ناموس کو گوارا دیا یہ تسخیر اشدق بتا دیتے۔ اس سے پہلے زمانہ میں بھی کسی سے ظاہر ہوئی ہے اس میں کہ کوئی ہی کہے کہ نہیں اسلام بزور مشیر حیدر ہے قرنی واقع اس سے زیادہ کہ چشم جنگ دل تنگ کوئی نہیں ہو سکتا، کاشک کہ مشرک اور اصل انہی کے اشدق کو یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہی جتنے اور وہ اپنے اسلام کا

میں شاد و غم مگر گروہ سے۔ ایسے باہلوں اور خود رسول کو راہ پر گناہی شاد تھا پر ہا کی علم الیاق، علم سلوک، علم عبادت، علم اخلاق اور علم سیاست میں رشتہ عملاً کامدار بنا دیا بیان تک کہ دنیا نے اس کی اور ان کے شان و شوکت کی شانگروی کی۔ ڈاکٹر یہاں کتاب ہے اس عقیدہ اسلام پاس نبی اسی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگوشٹ ہے جس کی آواز کے ایک قوم ناہنجاہ کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکومت نہیں آئی تھی مانگیا اور اس وجہ پر پہنچایا کہ اس نے عالم کی بیٹی پٹی سلطنتوں کو زبرد زبرد کیا اور اس وقت بھی وہی نہیں آئی اپنی تیر کے اندر سے فاکوں پنڈگان خدا کو کوز اسلام پر تسلیم کے جوتے ہے۔

اگر مضافات کو تو آپ کے حسن اتفاق کا اعلان کرنے کے لئے ہی کافی ہے کہ آپ نے ان کے بادشاہ تھے شاہ و شاہ کے گرانے میں پیدا ہوئے تھے نہ کچھ زیادہ مال و دولت آپ نے بھی کر لکھا تھا۔ نہ باپ دادا نے کوئی اور دست میراث میں میراثا تھا نہ آپ کے پاس تھوہ و ارفاق تھی نہ اہل دین آپ کے براہ تھے نہ قبیلے دالوں کو آپ کے مذہب سے جبردی تھی۔ ایسی بیسیاں ہے جس کی حالت میں آپ نے ان خود فرگشاہوں کو ایک عدالتے ناانکس سے غالب کیا کہ جس سے بڑھ کر اس وقت تک ساری دنیا میں کوئی نہیں آواز دیا تھی اور نہ ایسی عدالتے والے سے زیادہ ان کے نزدیک کوئی شخص ان کا دشمن اور بدعنوان کہا جا سکتا تھا۔ وہی لایزالہ الا اللہ کی آواز تھی کہ جس نے دفعتاً تمام عرب میں تلکھ ڈال دیا جس سے اعلیٰ سپردہ کی

واقعہ ان کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے پاس سے ہمارے ایک دوست نے کہا کہ ان کی دعا سنائی
تھی یا عبداللہ بن سلام حضرت میں اپنا اعتراض پیش کرتے اور وہ ان کو
اس کا جواب دیتے تھے۔

مگر یہ تو آپ کے اختلاف کی حالت تھی آئی آپ کے علم و فہم کا نشانہ ہے
سے بڑا ہے جسے کہ آپ بذات خود واقعی شخص جس ملک میں پیدا ہوئے ہیں وہاں
پرورش صحیحاً لایا گیا ہے اور وہی علم و فہم سے ایک نسبت غلطی نہ وہاں علوم
و فہم کا پتہ نہ معلوم دنیاوی کا نشانہ ہے جس پر ایسا عرب و ایسے آئین، ایسی
کتاب و جواب اور ایسی حالات و ریاضت لائے کہ آج تک جہلے بڑے بڑے علماء
کا جواب نہ لائے بلکہ بڑے بڑے دینی عقلمند و تہذیب مند اس کی داد دی
قرآن عیسائے ذمہ اور ملی مجوزہ کس پیغمبر کو دیا گیا جس کا مقصد کیا یا مقصد
قصاصت و بے وقت کے اور کیا یا مقصد علوم و معارف کے اور کیا یا مقصد
تعمیر و تبدیلی سے معلوم کرنے کے دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی اور نہ
انشاء اللہ تعالیٰ کر سکے گی۔ قرآن کے حق میں ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ
سکتے ہیں کہ جو خود قرآن تیرہ سو برس سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے تو ان کو
جس میں بہت پروردگار جواب کہنے سے ملے آج تک کسی کا وجود نہ ہوا اور
نہ ہوگا اور اس کی ایک چھوٹی سی صورت کی مثال ہی پیش کر سکے۔

اب میں اس کے سوا کیا کہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم و فہم سے کہتی عظمت
و اختلاف میں تمام دنیا پر علم و فہم سے فائق تھے۔ ایسے ہی علوم کے بھی سلسلے
مرا تھے آپ پر تمام کر دینے گئے تھے۔ لیکن انہی ساری باتوں میں نہ ایسا

ایسا علمی کسی کو دیا گیا نہ ان کے تابع میں کسی نے ان علوم کے دیا ہائے
جو الیہ السلام کے بیانے ہیں اور بیکہ صفت علم نامہ ان صفات کی خاتم ہے
جو فرمودہ علم ہیں قرآن کا ایسا زہل و علم ہوگا کہ اس میں تمام کائنات علمی کا خزانہ
کر دیا جائے گا اور اس کو ہمارے نزدیک خاتم الانبیاء کہنا مناسب ہوگا اور
چونکہ اس کا وہی قیامت تک رہے گا اس لئے اس کتاب کا بھی نام قیامت باقی
زما ضروری ٹھہرے گا۔ باقی قرآن کے سوا آپ کے جو اور ملی اور ملی صحبت
ہیں ان کے بیان کی اس وقت بالکل گنجائش نہیں رہی اور نہ میں قیامت وقت
کی وجہ سے تو ریت و انجیل و فہم کے اشارات آپ کی نبوت کے متعلق نقل
کر سکا جس کسی کو شوق ہے اول صفحہ کے واسطے حضرت مولانا محمد تقی
رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھ کر کہہ سکتے ہیں انہی صحیحہ ہر ایک ایسی کا مطالعہ کے

اسلام اور علم و فہم

اللہ اس اخیر مرتبہ پر اس قدر عرض کر دیا ضروری ہے کہ آپ کے بعد
جو علوم و فہم دنیا میں مسلمانوں کے نام سے پہلے اور توہین کے شہروں کو
تعمیر ہوئی اس کا بھی تقدیر اللہ تعالیٰ فیہم کی زبان سے ہم سامنے لیا کہ اس کا
جو لوگ مسلمانوں کو علم اور تہذیب کا دشمن بناتے ہیں اور پھر اس دشمن کو ان کی
ذمہ تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اپنی ذمہ نہیں اور نہ وہ غلطی سے کچھ شراب نہیں
تاری علوم و فہم کے متعلق لکھا گیا ہے کہ اس میں کھلا ہے جس کا نام عقل ہے آج کل
مسلمانوں و علماء ہادیہ کے بعد میں علم و فہم اور تہذیب و تہذیب کا تقویٰ
ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ایام کھلانی سے ہاروں پر تہذیب و تہذیب و تہذیب

ہوئی انصاف جو آج تک علومِ حکمیہ میں بولے جانے میں اور بہت سے مسائل پر
کا نام و قیود اس بات کی دلیل ہیں کہ عرب کے انسابِ معلوم پر تقدیم سے
مسلمانوں کو ہیبت و نعل و آفتاب تھوڑے عرصہ بعد کے زمانہ میں اس سے
زیادہ جزائیہ کا علم ہیبت کے عرب کے حامل ہوا ایشیا و اور افریقہ میں
جزائیہ ہیبت اشاعت ہوئی اور علیٰ نیا جزائے میں چھائی عربی اور سفرو
سیاحت کے زمانے تصنیفات اور انصاف اور یہی یوں فریقہ تھوڑے عرصہ
بطور ابن فضلان بن قیصر الیوتی اجم اور ان کی تقریریں اس کتاب مفید
اور گرائی قدیم ہیں، علم تاریخ بھی منت سے حاصل کیا گیا اور قدیم عربی تاریخ
جس کا معلوم کرنا ہے محض انھیں ہے جو سائنس میں گراؤ اگر اسی زمانہ
میں اور کئی ایک مؤرخ گورے اور دوسری صدی کے شروع سے تو عرب
نے علم تاریخ پر ہیبت توہم کی اور جو لوگوں نے قائم جہاں کی تاریخ لکھنے
کا ارادہ کیا ان میں اول مسعودی، طبری، حمزہ، اصطخانی اور بطریق لکھتے
ہیں (مسعودی کی تاریخ کا نام مروج الذہب اور سعدی ابو ابرہہ ہے) اس کے
بعد ابو الفرج اور جاسق الفاقہ (بہرہ عیسائی) اور ابو انصاف طبرہ
ہیں، فریبری نے جزیرہ مستحکم کی تاریخ اہم سلطنت عرب لکھی ہیبت سے
اواب ہوئی تاریخوں کے ہیں میں عیسائیوں کی جناب مقدس کا بیان ہے۔
فرونیسی زبان میں ترجمہ ہوتے ہیں اور انہوں میں مسلمانوں کی سلطنت
کے حالات اور انعام قرطبی، قینی، حنیو کے متعدد کتابوں میں لکھے کسی کو ان
کے حالات دریافت کرنے کا زیادہ شرقی ہر تو قطر میر کی تصنیفات منظر کیا

ہوئی انصاف سے اس کو ترتیب ہوئی ہیبت سے ان کی سے اولیٰ عرب کے
گئے اور پارٹا اذ انصاف سے ان کی ہیبت کچھ داوہ و پیش کی گئی۔ اب
یونان و شام و ایران قدیم کے عرصہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر شامی اور
مشہر ہوئی طبری، مارون نے سلطان روم کو سارے بارہ سو سنا دینا
اور ہیبت کے لئے طبع اس شرط پر خطوط کی کہ وہ فلسوف کو ابوبت
دی جاوے کہ کچھ عرصہ کے لئے وہ یہاں آکر مارون کو فلسفہ و حکمت سکھا
جاوے فلسفہ حاصل کرنے کے لئے ایسی زہر خیز صوف کہ لے کر ہیبت
مخال لے گی اس صوفی کے زمانہ میں جلاؤ، اہرہ، بنار، اور کوفہ
میں بڑے بڑے دسوں کی پانچویں اور اسکندریہ اور جلاؤ اور قاصدین
عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے، اسپس میں عرصہ اعظم مقام قرطبہ
کا جلاؤ کی علمی شہرت کی بوسری کرتا تھا اور دوسری صدی میں جہاں دیکھو
وہاں مسلمان ہی معلوم کے حلقہ اور سکھانے والے نظر آئے تھے تو اس اور
حماک فرنگستان کے حلقہ جو حق طالب علم اندلس کو آنے لگے اور
ریاضی ادب عربوں سے لیکھنے لگے اندلس میں چھوڑ دے اور
بڑے بڑے کتب خانے بنائے جن میں سے حکم کے کتب خانہ میں چھ لاکھ کتابیں
ہیں ہرگز یہ کیفیت ترقی ملکی جیکساں زمانہ سے علمی جاوے جو قبول تھا
عملی اندازہ ہوسم کے گزرا تو کتابت سے کہ عیساکو عرب فرماتے ہیں ہیبت
کرتے تھے ایسے ہی ترقی علم میں بگڑے لوگ تیز رفتار تھے جزائے، تاریخ
فلسفہ، طب، ریاضیات اور ریاضی میں مسلمانوں نے بڑا ہی کام کیا ہے اور

وان میری کتابوں پر درج کرے۔ عرب کے فلسفہ کو جو ترقی افلاک سے
 قرآن سے ہی نسبت ہے جو اوسط زمانہ کی مشرکت کو عیسائوں کی کتب تک
 سے تھی۔ میں فلسفہ کو دنیا کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔ عربوں نے اس فلسفہ
 کی اخصیصت کو بھٹکا پڑھا اور اس پر ان کی بہت شہرت ہوئی اور باوقار
 تمام ترکستان میں عربی زبان سے لاطینی زبان میں ترجمہ کے ذریعہ سے اس کی
 اشاعت ہوئی اور عرب کو خود ہی عہد عباسی میں ترجمہ کے وسیلہ سے حاصل ہوا
 تھا۔ منطق اور علم اجداد طبیعیہ پر زیادہ توجہ ہوئی اور منطق میں اہل فلسفہ
 یہ لوگ پڑنے۔

پندرہویں صدی جو نویں صدی عیسوی میں تھا۔ اٹھارہویں صدی میں
 میں مشغول ہیں کتاب کلمی ابن سینا جس نے منطق اور علم اجداد طبیعیہ اور
 طب کو لیا اور علم کیا اور مشیخوں اور مشیخوں اور مشیخت اور ہوتے جانے میں بڑی
 ترقی کی ابن سینا جس کی تحقیق کی بڑی شہرت ہوئی انفرانی سینا نے
 کتابت "فلسفہ" "تخصیصت کی اور کبریٰ مفید ہیں نے ہی بنی تصانیف میں
 انسانوں کا یہ عالم ہے کہ ہم نے آنے کا سلسلہ بیان کیا اور اس کا شاگرد
 ابن سینا نے ہمارے علم کے مشہور ہونے میں بڑا مشہور اور گائی قدر تھا۔
 ان لوگوں کا اور ان کے مسلک کا بیان مشہور اور اس کی کتابوں میں مفصل بیان
 بہت سے ہیں عرب فیلسوفوں میں طبیب بھی تھے ان کے علم خواص اور وہ ہیں
 عبادت کمال حاصل کرنے کو تیرست کے معلومات جزوقی سے مشروب کیا ہے۔
 علم طب اس حیثیت سے کہ وہ ایک علم ہے عرب ہی کی زبان سے ہی کو نہایت

قدیم اور وسیع ہندو ہندی طبیب شروع ہی سے مل گئے تھے جو کتب بنانے
 کی کئی کتابیں تحریر ہوئی ہیں انہوں نے اچھوتوں اور دماغی کے طب کرنے اور کتب
 لکھنے کی ایجاد بھی انہیں سے ہوئی اور دوسرے مہاتروں کے ذریعہ سے یہ علم
 فرنگستان جزیری میں پھیل گیا اور سازی اور قزاقوں کی وجہ سے علم نباتات اور
 کیمیا کی علمیت پڑی اور تیج سو برس تک کثرت سے ان علوم کی تفصیل ہوئی
 ہیں اور چند سارے اجزاء اور اصفیاء، فیروز آباد، بیخ، گونہ ابدہ، اسکندہ
 قرقر و نیو میں فلسفہ اور طب کے دار سے جاری ہو گئے اور طبابت کے
 ہر وسیلہ میں جو علم تشریح کے بڑی ترقی ہوئی اس کے استنباط کی وجہ
 ہے کہ قرآن میں ایسا ہی تشریح منہ کی گئی ہے۔

علم طب میں یہ لوگ بڑے نامی مشہور ہوتے۔ اردن کنفی ابن سینا
 جس نے تافون لکھا اور عرصہ تک اس میں ہی ایک کتاب جس میں وہی۔
 علی ابن عباس، اسحاق بن علیہان، ابو القاسم اور دوسرے میں طب
 کی کتبیں کی اور علی ابن سینا وغیرہم ریاضت میں اہل عرب نے بڑی ترقی کی اور
 ایجاز و الحاد کو بڑی ترقی دی، بغداد اور قرطبہ کے دوسروں اور مشہور
 میں علم بہت کمال شوق سے پڑھا جاتا تھا۔ اہل علم نے علم مناخروں پر تخصیص
 کی اور نصیر الدین قوسی نے اس سوال اقبالیس کا ترجمہ کیا۔ جیورجین غلام نے
 بطریق کے علم مختلفہ پر شرح لکھی اور نظام بطریق میں کی کتاب کا سیرتوں
 نے عربی میں ترجمہ کیا اور دوسری صدی عیسوی میں اہل انہوں نے زمین کے دارشاہ
 علم کے ارتقا پر نظر کی اور محمد بن ابی ریشانی نے رفتار شمس کی دریافت

کی، اگرچہ پیش نے قزاق کے ہاں میں کتاب لکھی اور اور اس میں نے آفت
علم ہیئت میں تعریف کی، اسی کا نام۔

یہ حالت جو اسٹاٹو پوڈیا کے ذریعہ سے دور کی گئی مسلمانوں کے علم و
فضل کے متعلق تھی، اب اس کے چند تصدیقی صورتیات کو اس میں لیا جائے، فرانس
کا مشہور و مشہور محقق ڈاکٹر میشل بوری کی ایک گہری کی مختصر سیاتی میں لکھا
ہے۔ "یہ خطبہ نے ایشیائی میں غرضی توجہ کو کام میں لائے وہ موقوف
کی سپاہ گری اور فرانس کے قہر کے قہر نے اسے اس کی سیکور کیا تھا۔"

شروع ہی سے انہیں ایسی اقوام سے کام لیا، یہ سالہ سال سے
محقق صدر تھوڈی ہی ثقافت تھوڈی نے اظہار کیا تھا اور اس منظم نظایانے
نہایت غرضی کے ساتھ نئے ملک گیر دل کو قبول کر لیا، یہ حکومت میں انہیں
بہت زیادہ صحت و مزاج طور پر مقرر کر دیا گیا تھا اور خطبہ اسلام نے ہرگز
بد شہرہ روی کو پیدا نہ کی، کوشش نہیں کی بلکہ صوفی اس کے اپنے ہیں
کی اشاعت کرتے ہیں اور بار بار کہا جاتا ہے، وہ صحت طور پر کہہ دیتے
تھے کہ اقوام مغربہ کے مذہب اور رسوم وادمان کی تہیٰ طرح سے صورت
کی جانتے گی۔

اور اس آزادی کے مساویہ میں وہ اس سے ایک بہت خفیت سازش
پہنچتے تھے جو اس طور کے مقابلوں میں جو ان اقوام کے پڑنے کے حکام ان سے
وصول کیا کرتے تھے نہایت کم تھا، کسی ملک پر توجہ کرنے سے پہلے عرب
ہمیشہ ان کے پاس سفیروں کے ذریعہ سے سفیر کے شرائط بھیجا کرتے تھے

اور یہ شرائط میں کا ذکر لکھتے تھے کیا ہے اس موسم ان کی تم کے ہوا کرتے تھے عیسائے
کو عرض تھے مسئلہ میں باسٹ نہ کان غورہ کے ساتھ جو اس وقت مصر تھا
چین کئے تھے اور یہ شرائط مصر میں اورا یا نہیں دو طرفوں سے کی گئی تھیں
وہ شرائط ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

ہمارے حکام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم خانہ یا اسلام قبول نہ کرو تو ہم
توہارے ساتھ جنگ کریں، پس تم ہی ہم سے مل جاز اور ہمارے حکام ان میں جاز اور
ہمارے منافع اور ہمارے منافع میں شریک ہو جاز اس کے بعد ہم تم سے
کوئی برائی نہ کریں گے، لیکن اگر تم نہ مانیں جانتے تو ہم ہمیں اپنی زندگی کو
ایک سالہ فوج والا کھرام دیا کرو، اس کے بعد ہمارے ہر لے ہم تم کو
سے لڑیں گے جو تمہیں سستا یا ہمیں یا کسی طرح تمہارے دشمن ہیں اور ہم اپنے
دشمن پر مضبوط رہیں گے، اگر تم میں یہ بھی منظور نہیں ہے تو ہم تم میں
بجز تلوار کے کوئی چیز نہیں بھیجیں، اور تم تم سے اس وقت تک جنگ کرتے
رہیں گے جب تک اس وقت تمہارے کے حکم کو چھوڑا کریں۔

ہیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عربہ کا املوق ہم پر ثابت کرتا
ہے کہ ملک یوں اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیا تم سلوک کرتے تھے اور
یہ سلوک اس حالات کے مقابل جو سفیروں نے اس شہر کے باشندوں سے
کئی مہلی بعد کیا نہایت بہت انگیز سلوک ہوتا ہے، حضرت عربہ نے اس شہر
مقتدر میں بہت قدر سے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے، اور آپ کے
سفر انیس بطریق سے دلاست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت میں آپ

کے جہل و پلٹ سے وقت فریضے منادی کوادی کر میں وقت دار میں کہ باشندگان شہر کے مال اور ان کی عبادت کا برکت کی حالت کی اور مسلمان عیسائی گویا میں نماز پڑھنے کے بہارز میں گئے۔

سب سے پہلا سلوک فریضے منادی نے مسلمانوں کے ساتھ کیا وہ اس حکم نہ تھا کہ انہوں نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ انہیں کسی مذہب کی آزادی ہوگی اور انصاف باہم و رعایت اور جانچلے کے کیفیت کے پورے حقائق دیکھے جائیں گے اور ان کا مذاق اور غیر متعمد مطالبوں کے عوض میں جو شائبہ شکوک برائی ان سے واپس کر کے تھے صرف ایک سالہ ذبحہ لگایا جہاں تک جس کی مقدار کی کس تقریباً ویش دور تھی۔ رعایا نے سب جات نے ان شرطوں کو اس قدر نینیت کیا کہ وہ عہد و پیمانے میں شریک ہو گئے اور جزیہ کی رسم انہوں نے پیشگی دیا کر دی حال اسلام اپنے عہد پر اس قدر مستحکم رہے اور انہوں نے ان رعایا کے ساتھ جو برہنہ و شائبہ و مشغلیہ کے عالموں کے ساتھ سے اتفاق و اتمام کے مقام سہا کرتی تھی اس طرح کا وعدہ دیا تو کیا کر سکتے تھے ان کے ساتھ اور دین اسلام اور نہ ان عربی کو تیز کر لیا گیا وہیں بار بار کہیں گا کہ یہ وقت خیر ہے کہ ہرگز نہ خود شمشیر بانی میں ہو سکتا اور عربوں سے پہلے ہی اتمام نے مصر پر حکومت کی وہ ہرگز یہ کامیاب حال نہ کر سکیں۔

عربوں کی کھلی گری میں ایک مذہب بات ہے جہاں کے جہل کے کھلی گریوں میں ہرگز نہیں بانی جاتی اور دیگر تمام نے بھی مثل بزرگوں اور جنہوں نے دوم کے حکم کو خراج کیا ہے، یا انہوں نے دینیوں نے کھلی گری کی ہے لیکن انہوں نے کبھی کوئی تہذیب

نہیں قائم کیا اور ان کی ساری تہذیب اس طرف منسوب رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو تو تمام ستون کے مال سے خاندانہ اوقات میں برکتوں اس کے عربوں نے تغیر نماز میں ایک جدید تمدن کی عمارت کھڑی کر دی اور انہیں کے ایک گروہ اتمام کو اس عہد تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ عربوں کی صحبت کے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کے سے تمام اتمام نے ان کا دین ان کا لباس، ان کا طرز سبب سے بگڑا ان کا طریقہ تعمیر و تہذیب اختیار کر لیا۔ عربوں کے عہد بہت ہی اتمام نے انہیں خطرہ پر حکومت کی ہے لیکن یہ تغیر اسلام کی تغیر کو انہوں نے اس وقت تک انہوں میں باقی ہے ان ملک و ایشیاء و افریقہ میں مراکش سے لے کر ہندوستان تک جہاں کہیں جتنے ہی ایسا معلوم ہے تہذیب کو ان کا اثر ان ملکوں میں ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا ہے بہت سے نئے حکمرانوں نے ان ملک کو عربوں کے صرح کیا ہے لیکن ان سے عربوں کا مذہب عربوں کا مذہب عربوں کی زبان کو ہرگز نہ سنا سکتا۔

انہوں کا راز پر شائستہ تمدن جس کا ذکر تہذیب موصوف لکھا ہے ہندوستان میں دیر سے سندھ سے اڑیس گویا گیا اور وقت رفتہ ہندوستان میں جو بڑا بڑا مسلمانوں کا گھر تھا، مسلمانوں کے ہاکت قدم آئے اور انہوں نے اس حالت کو ہی ترقی کا چراغ دکھانے کیا اور گویا بتخانہ کے اندر سید جادی، جہاں رہنے والے کے زوال سے جہاں اور قوی عمارت گنا شروع ہوئی یہ سب بھی اندام کے قریب آگئی، اس پر ایک طرف تو دشمنان اسلام نے اس کی نیاید میں نکال ڈالنے کا ارادہ کر لیا اور دوسری طرف غور مسلمانوں نے اس کی

نوارق عادات

اسلام اور معجزات

بچھنے

معجزات و کمالات اور قارئین قدرت کے باہمی تعلق پر متنی نقل
حیثیت سے جدید انداز میں بہترین تصویر

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

کا اثر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

انہوں سے اپنے رہنے کے عادات تحریر کرنا چاہتے ہیں اس پر خطوط میں ایک
مرد کو نمائندہ تھلا نے بھیجا جس نے اس سبک کی عادت کرنا سیکھی دستہ
سے بچایا اور پچھلے سے ہی زیادہ رنج و آستان اور باعظمت بنانے کی کوشش
میں کامیاب ہوا۔

یہ رنج و آستان عادت جس سے وہی دیر بند ہے جس کا مفصل تذکرہ
آپ یہ سٹڈی کریو گوں کی رپورٹوں میں پائیں گے، اصدقہ مرد اسلام قدسی
صفات حضرت مرید محمد قاسم صاحب قدسی صرف ہی جنہوں نے اس حق
کی بنیاد ڈالی اور جن کے نام گرامی پر ہی ہم اپنی اس تقریر کو ختم کر دیتا ہوں
زبانی یہ بارگاہی اس کا نام آج
کو میرے تعلق نے ایسے ہی بنا رکھا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خوارقِ عادات اور قانونِ قدرت کا

بابی رشتہ

ہندوستانی کی نام نسا اگرچہ خدا کے فضل سے ابھی تک اس مستون نہیں ہوئی کہ خوارقِ عادات کا حفظ کھنڈے سے لوگوں کو وحشت ہونے لگے لیکن انگلش تعلیم و تربیت کے نیا رنگے ہرستے نوروزوں کی عادت اس امر سے جو ان چیزوں کا مذاق اڑاتی ہے، خواہ طور پر یہ کہ اگر مادہ تعلق سے واقف تعلیم کے خاص اثرات اور اصول سے واقف "بگ بین" کیونے کے لئے خوارق سے مستور کی ان کا فیشی ظہر کیا ہے۔

اُردو زبان کی ادق برق تصنیفات میں جو کہ بیشتر جہتاً انہی صاحبوں کا ہے اس لئے ان کے خیالات کے جو اچھے بلکہ موافق تیزی سے ساری کرتے جاتے ہیں، جن کو چند چرائے واضح الاحتیاط و حکما کو سمجھنے اور کے ہانے علی مدارس کے ہیئت سے نئے تعلیم یافتہ میں "خوارق" کے ذکر سے کچھ کتراتے گئے ہیں کہ سادہ ہم کو مقدم اور کرامت کی طرف سے "اسحق" اور "ہرم پست" کا خطاب دیا جاتے۔

یہ لکھنے کی محنت نہیں کہ لاجب سفر ایک ایسی ہمارے سے سخن لکھتے ہے۔ ہر صورت قیامت پسند ہے بلکہ اپنی قیامت پسندی بنا کر لیتے ہے۔ لہذا اس شخصوں کے خیالات اس کا کوئی تم نہیں کر لیتے اور کراچی اہل کے فخر میں لکھے "ساہواری" اور "ہرم پست" یا "پرائی کویر کے فخر" کہیں گے یہ لوگ اپنے کو کتنا ہی ماضی کہیں لیکن پوری اور عادت عہد ہے اور مشتمل و کھیں "ہرم پست" ان سے کہہ جاتے انہیں اختیار ہے رد کریں جو ہرگز کھنڈے کے جو رد کریں۔

اس مضمون میں ہم کہیں کہنا چاہتا ہوں یہ مضمون نہیں لکھنے کا نتیجہ ہے۔ ان ملنا اور ان ترتیب بیان مشورہ تو ہے۔

میں نے اس مضمون پر پہلے کچھ لکھا ہے جو بعض رسائل کے ضمنی مہاشی میں شائع ہو چکا ہے لیکن اس وقت کلام کی ایک خاص نوعیت ہو گی جو پہلے مہاشی میں اس قدر اہتمام سے مری نہ تھی، اور وہ نوعیت ہے کہ خوارقِ عادات "خوارقِ عجیب" اور قانونِ قدرت "کے باہمی تعلق پر ایک مباحثہ اور تیز روشنی ڈالی جاتے جو ہمارے اور دیگر خوارق کے اختلافات کے اہل نظر بحث کو پڑی ہیں واضح اور آشنا کاروں سے۔

خوارق کا مجدد "قوامین عظمت" کا اثر نہیں اس وقت وہ سائنس کی ساری عظمت کی تھی اور ہے کہ عظمت کیساں اور باقاعدہ کام کرتی ہے، اگر انکسالات عالم ایسے طور سے وقت میں آئیں جیسے "ہرم پست" یا "نوابانے پریشاں" میں واقع ہوتے ہیں تو عظمت کا مقام کو انفرکٹ ہو گا، اگر خوارق و عجوبات کے پائے جاتے

اور تودہ اس حلق نام کا کام ہوں گے جو ہیں رضا و نفوت کے عمل کے
معمولی کمالات دکھاتا رہتا ہے اور جب یہاں ہے تو نتیجہ غلطی کا کہ تو مجرات
قانون قدرت کے مطابق ہوں۔ اچھا تو قانون اس قانون صحاح و کلام سے
طبیعی سائنس آتا ہے۔

معموزہ نفوت کے قوانین اعلیٰ نفوت اور کائناتوں سے متعلق ہے کہ
کاملاً نظر ہے۔

امکان کو نہیں بلکہ اس واقعہ اور توجیب کو باہمات پسند کرتا ہے کیونکہ یہ انسانی
خدا کے تخلیق پڑنے مقدمات کے غلطوں سے متعلق ہے دنیا کے اس و
اشکام کو توڑنا ہے تو یہ اوقات ایسے عواقب ظہور پڑے ہو گئے ہیں جو ہماری
پیدا کی ہوئی اجزی کا صلح اور نظری اس و اشکام کے بحال کرنے کا سبب بنے
اس صورت میں ہم قوانین نفوت کی صفات کے نئے عواقب کا ظاہر کرنا
بہانے خود ایک قانون نفوت ہے۔

مہرہ جانتے ہیں کہ انسانی ادا کے ذریعہ سے قوانین نفوت کو توڑنے
بغیر ہم نفوت کے معنی کا عمل میں تبدیلی کر سکتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی عملی اجزی
کا سبب سے مریض کے جسم کی ہر جیلا کرنا ہے یا کوئی حبیب او دیات کے ذریعہ
سے کسی بیماری کی رفقہ کو روکتا ہے۔ اگرچہ نظریہ مریض کے میں قوانین کے
مستقل میں عمل کو آتا ہے، جو اس کی مداخلت کی عدم موجودگی میں اپنا پورا حاصل
کرتے ہیں اس پر عمل کو آتا ہے اور وہ حبیب کی مداخلت قوانین نفوت کے مداخلت
نہیں کھی جاتی، بلکہ اصل اور حقیقی نفوت کی اعانت اور قدرت کھی جاتی ہے۔

۷۷
سے نفوت کی کیمائی اور ہتھیار کی میں فرق آتا ہے اور قوانین قدرت میں ہے مری
اور اگر بڑی پیدا ہو، تو ہرگز عوارق کے انھیں پر غور کرنے سے بظاہر کرتے ہیں
ان کو شاید صدمہ دکھا جائے لیکن واقع اس طرح نہیں ہے ہم مجرات و عوارق
کو قوانین قدرت کے خلاف نہیں کہہ سکتے بلکہ ہمارے نزدیک ہر ایک ایسی اجزی
ہے جہاں سے قدرت کا ہر وہ زیادہ مفعالی اور زیادہ قریب سے نظر آتا ہے عوارق
کا ایسا دور ہے جو ہمیں سے ہر اس شتم قوانین قدرت کے متعلق یہ یقین
مائل کرتے ہیں کہ وہ قوانین قدرت ہیں، کسی طریقہ سے اس لیے قانونی سے نہیں ہی
باہر نظر نہیں ہو گئے ہیں۔

معموزہ قوانین نفوت کی حمایت کرتا ہے اگر کوئی حق کائنات کی پامروستی
میں نہایت علم اور رقبہ قوانین نفوت کی موجودگی سے بظاہر کرے تو معجزہ کائنات
اس کی تائید کرنے کے اس کو روکنے کی کوشش کرے گا کیونکہ مگر ہر اس وقت
معموزہ کو بظاہر جاسکتا ہے جبکہ دنیا میں کوئی کا کوئی ضابطہ اور قانون موجود ہو
پھر نہ ہو، اپنے کو اس ضابطہ اور قانون صحاح و کلام اور نئے ثابت کرے۔
مجرات و معجزہ کے مانند ہے اس نئے مجرات و عوارق کی حمایت کرنے والے
دنیا کا نظام تسلیم نہیں ہوتا۔ ہم دنیا کو شکر اور رقبہ ماننے میں اپنے مضمین
کے ہنرا ہیں اور ان کے عمل، تاویز، قرآنت اور ہمارے اشکالات ہی
ایسے ہی مستقل ہر وہاں کیسے ہی جیسے ان کے ہر مجرات و معجزہ کو نہیں
مانتے۔

معموزہ قوانین قدرت کے مداخلت ہے مجرات و معجزہ اور ہر وہاں و عوارق میں

معبودہ ایک اعلیٰ قانونِ شہادت ہے | غارِ نبی فطرتوں میں پارتخت علم نظر آتے ہیں جس میں سے ہر ایک اعلیٰ معنی پر مبنی اور اس سے بڑھ ہے۔

۱۔ احوالِ نظامِ برکے ترتیبِ علم اس میں کیانی عناصر اور ان کے حرکات پائے جاتے ہیں یا جسے ہم مردہ مادہ کہتے ہیں یہ علم اپنے قوانینِ تجربی نقیلاً اور جذب و اتصال وغیرہ کے ماتحت ہے۔

۲۔ اس کے اوپر مرتب اور مستقیم عالمِ ذہنیات و خیروا ہے جس کی شہادت اس پہلے بے ترتیب عالم سے پہلی اور اس مادہ سے قوانینِ مادہ کے ماتحت ہے لیکن اس کے سوا اس میں فطرت کی ایسی ہاشیہ و ترقی اور شراطِ نظمیاتی ہوتی ہیں جو بے ترتیب عالم کو مستقیم بنی نہیں، چاہے یہ اور قسم کے ترقی کے تابع ہے جن کا ادنیٰ ہدف سے کچھ تعلق نہیں یعنی منظم زندگی کے قوانین۔

۳۔ ان سے اوپر جرماتی زندگی ہے جس کی خاص صفات و وظائفِ فطریاتی پرورش اور حرکت اور اور و حیویہ کے قوانین ہیں۔

۴۔ اور اس سے بالا تر انسان کی ذہنی عقل، مددک، العواقی اور ترقیاتی زندگی ہے جس کے قوانین پچھلے تہذیبی جنوں عالموں سے جدا گانہ ہیں۔

عالموں کے اس سلسلہ کا ہر اعلیٰ طبقہ لائقِ طبقہ کے عالم سے فوقی امتداد اور اعجازی ہے، قدرت کے ہم قوانینِ علم جمادیا نبات میں باثر ساز ہیں وہ صحیح نبات میں نہیں اور جو صحیح نبات میں ہیں اس سے کہیں جلوہ کر علم انسان میں پائے جاتے ہیں۔

اگر فرض کرو نباتات یا حیرات میں ہماری آہنی کھنک کی قوت ہو اور ہم اسی کی مشینیں بنا کر اپنے مسائل کا کام لے اور نئی کام کے عجیب و غریب احوال اور وہ قوانینِ فطرت بیان کریں جو عالمِ انسان میں کبھی قوانینِ توحید و اسرار و ماسوائی کو خلافِ قانونی فطرت قرار دے کر بخلا اس طرح نفاذ کرتے ہیں گئے ہیں اس کے عجوبات و شگفتہ والے عجوبات کا کام لیتے ہیں کچھ کم تو جس کی نباتات جمادات کے دائرہ و حدود میں داخل کر دے ہی انسان کے متعلق قوانینِ فطرت جنی سے بہت زیادہ بلند اور پیچیدہ ہوتے ہیں ان کے اعلا کی ادنیٰ حد تک خلوص سے ترقی کرنا سمجھتا ہے۔

معبودہ انسان کو عالمِ بالا آنگے ذہب کی تعلیم دے کہ انسانی بے ترتیب و کج رنگ دکھاتا ہے، با ترتیب جرماتی اور ذہنی عقل پیداں ظاہرں کے آہنی اور ان سے سلطنت تریک اور عالم کا دیکھو تسلیم کرے یعنی خاص مددگاری اور ترقیاتی عالم میں کچھ کمانے وقتاً لگتا ہے کہ کمانی دیکھ رہتے ہیں۔

انسان چرک کر جتنے عالمِ ذہنی عقل اور اس یا انہوں عالمِ روحانی کی سرحد پر آتا ہے اس لئے اس کا تعلق ایک طرف سے دونوں کے ساتھ ہے اعلیٰ اس طرح اس کا ورثہ ہے جس طرح ادنیٰ لیکن اعلیٰ کے اہمیت چکاسے ہی اس کا عالمی ہے۔

عجوبات کا اثر مقتدر ہے کہ اس مزاج اور رنگ کے خلوت ہم کو کھلا کریں جو ان کھلا کر کہنے اختیار کہتے اور ان کا اظہار کرتی اور لائقِ ہمت میں زندگی بسر کرنا پسند کرتی ہے۔

تمام نوامیس فطرت پر ہمارا اعطاء نہیں، اور نہ جو رکھتا ہے، فزوں کا اشتہار ہے کہ انہوں نے ہمارے نظام عالم کو چند نوامیس طبعیہ میں مختصر کر لیا ہے جو مادہ اور اس کی حرکت کے متعلق انہیں بیان نہ ہوئے ہیں۔

ہاں جو دیگر سائنس کے ہٹے ہٹے استاد یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہم کو بھی تکمالی قوانین فطرت پر لوگ ان اس کے کسی مستند حجت پر بھی اعطاء حاصل نہیں ہو سکتا، اس پر بھی جب تک کوئی چیز ان کے تصور و تصور و تصورات سے باہر ہوتی ہے نہایت زیادتی اور استغالی سے اس کی گفتگو یہی تیار ہو جاتی ہے۔

فطرت طبعیہ کا مادہ جو اگر ہم نوامیس طبعیہ کے کسی نظام پر غور کریں جو مادہ سے متعلق ہے تو فطرت طبعیہ کا ایک مستقل باب ہے جس کی نذر اور درجہ کیا کا نام نہیں طبعیہ اور مقفودہ قوانین فطرت سے ملتا ہے ہر ان قوانین کی یکسانیت اور انتظام کو سخت صورت میں بیان دیا ہے۔

دو تاریخی مثالیں اس برقرہ پر فطرت طبعیہ کی ایک دو تاریخی مثالیں دیکھ کر ہوں جو اس وقت فلسفیوں و محققین کے دماغ میں نشاۃ اور دلچسپی پیدا کرنے کا موجب ہوئی۔

جنگری میں دو درجہ ایسا پیدا ہوئی۔ دونوں کے تمام اعضاء مستقل اور ایک ایک تھے لیکن دونوں کے سر پر یکساں ہی اس طرح کی ہوتی تھی کہ مخرج باہر بائیں ایک تھا، اس ایک راستہ سے ہر ایک تھا، حاجت کرتی تھی، پیشاب گاہ دوسرے اعضاء کی طرف جہاں جاتا تھی، اسی لئے جب ایک

کو پیشاب کی ضرورت لاحق ہوتی، تو دوسری متعین ہوتی، دوسری اعضاء طبعیہ میں بھی کشمکش ہوتی، وہ بھی تقاضا کا سبب ہی جاتی تھی، اور کئے چلنے والی دو میں سے ایک کے اعضاء کی مرضی کی وجہ سے مثل ہو گئے، اور اس حالت میں ہر دوسری لیکن دوسری کے اعضاء پر اس کا کوئی اثر نہ تھا، بلکہ اس کے اعضاء دنیا میں بیک وقت ظاہر ہوئے، جب بائیس سال کی عمر میں تو ایک کو سنت ہند ہوا اور اسی میں انتقال ہو گیا۔ دوسری ہی اس کے تین گھنٹے بعد مر گئی اور دونوں کو اکتشاف ہی کیا گیا۔

ایک چینی لڑکا جس کی عمر ۱۰ برس کی تھی وہ اپنے سینے پر دو سوراخ آکھانے ہوئے تھا، اس سوراخ کا سراسر کے سینے کے اندر چھپا ہوا تھا، باقی دوسرے اس کے سینے سے نکلتا تھا، اس سوراخ میں کافی سن و شور تھا، لڑکا سا چھوٹے سے ہی متاثر ہوتا تھا، اور یہ آکھانے والا لڑکا جس سوراخ کے دلکے سے دلکے آکھاتا تھا۔

اس قسم کے سیکڑوں مشاہدات، انسان جو پڑا یا۔ میں سچ کئے گئے ہیں، جن کو کلکائی اصطلاح میں فطرت طبعیہ کہتے ہیں، ان کو دیکھ کر ایک مائل بہتر اس تجربہ پر پہنچتا ہے کہ تو فی فطرت کا دائرہ اس قدر گھسیٹا نہیں ہے جتنا کہ سائنس کے خام ذہن اسے تک کرنا چاہتے ہیں۔

عالم ارواح ایہ تر باتوں اور حیران کن کاموں کا حال تھا لیکن اگر مادہ کی موجودگی خدا تو ہم باہر نکالنا چاہتے تو پھر ایک ایسا عالم سامنے آجاتا ہے جہاں ہندسی دنیا دوسری تو حیرات بھی کچھ کام نہیں دیکھیں جن سے ہم "فطرت طبعیہ" اور

قوانین علت کی تطبیق میں کام لیتے تھے۔

عالم عالم ادراک ہے جس کی طاقتوں اور قوانین کا عالم ادراک کے
محدودوں کو اپنی تشریح سے دور سے دکھاتا ہے۔ یورپ و امریکہ کے بڑے بڑے
فلاسفہ مادہ اور اس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کا نام لینے والے
کو وہ پرست ادراک کہتے تھے۔ ثناء کی شان کہ آج وہ بھی مشاہدات اور
تجربیات متواترہ سے عاجز و بہت ہو کر ندرج اور اس کی جلیپت فریب طاقتوں
کے ثابت کرنے میں پیش پیش ہیں۔

مالاکی سمرینم - تیس سال قبل مورسائی اور "سوسائٹی ٹارنٹیکل پریس" اور
دیگرہ پبلسٹ سے گروہ پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے ندرج کی ان طاقتوں پر
تصویری پبلسٹ روشنی ڈالی ہے۔ اور اگر یہ کام بھی تک تکمیل کو نہیں پہنچا سکیں
اس میں اب شک و شبہ کی کوئی گمانش نہیں رہی کہ ندرج میں طبیعی مادہ سے
ذات اور عظیم تر اور بھی ندرج ہیں کہ کھاتے مادہ اور اس کی قوتیں کچھ بھی
وزن نہیں رکھتیں۔

ندرج کے متعلق چار نظریہ | فرانس کے مشہور آفاق ادراکیات و طبییات
کال ٹھاکر اور نے آئینوں کا لسانی اور اس کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے
کئی ایڈیشن چند روز میں انھوں نے ندرج لکھ گئے۔
فلسفہ حسیہ کا یہ ندرج بہت سے مشاہدات اور قوانین و فرامین پر
غور و فکر کرنے کے بعد ان چار نظریات پر پہنچا۔

۱۔ ندرج موجود ہے اور جسم سے علیحدہ مستقل وجود رکھتی ہے۔

۱۔ ندرج جسم حسیہ صیات اور فزکی اپنے اندر کھتی ہے جن کی گہرائیوں تک
علم ایجن تک پہنچنا نہیں پا سکتا۔

۲۔ یہ ممکن ہے کہ ندرج بلکہ مسامتہ اس کے بہت قدر کی تجربوں پر
اپنا اثر ڈال سکے یا ان کے اثر کو قبول کر سکے۔

۳۔ آئندہ آنے والے واقعات و حوادث وقوع سے پہلے مقدہ ہیں اور
ایسے اسباب کے ساتھ ان کی تحدید ہو سکتی ہے جو مستقبل میں
ان کو موجود کریں گے۔ ندرج بسا اوقات ان واقعات و حوادث
پر ان کے وقوع سے پہلے مطلع ہو جاتا ہے۔

ان چار ندرج نظریات کے ثابت کرنے میں داخل ہر صورت نے بہت تجربہ
بہاؤں حسیہ سے کام لیا ہے جس کو سننے کے بعد ایک مستند اور پرست
کو بھی کمالی اظہار نہیں رہ سکتی۔

ندرج حافی مناظر کا اظہار قبول ہے | اسی قسم کے دونوں دشواری سے متاثر
ہو کر مشہور میں کو کہا جاتا کہ "میں اپنے با اوردن کے تجربوں سے ایسے
واقعات کا پیش آگاہ ثابت کرنے کی کوشش میں اپنا وقت ضائع نہ کروں گا۔"
اس کام کا وقت گزر چکا اور یہ دنیا کو یہ واقعات ایسے معلوم ہیں
کہ ثابت کی ضرورت نہیں رہی جو شخص روحانی مناظر کا اظہار کرے گا وہ ندرج
نہیں محض حافی ہے اور ایسے شخص کو روشن خیالی بنانے کی کوشش کے باوجود
ہونے کی کوئی امید نہیں۔

اگرچہ عالم ادراک کے فرامین جہتر ایجن تک راز با ندرج بہت ہیں

اور اس کا نظام ہمارے مادیات کے نظام فطری سے کہیں زیادہ وسیع اور
طبیعت ہے۔ تاہم روحانی مادیات کا جو ذریعہ وہیہ کی سوسائٹیزوں کے نئے نئے
رہنماؤں میں بھیج کر دیا ہے اور یہی جیسے جیسے ہمارے ان حیویات اور حیوانی
کو حیرت زدہ اور حیرت کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور جس قدر فطرت طبعیہ
کا وہ خود عالم فوایس طبعیہ اور قوانین مادیہ کے سلسلہ میں عجیب چیز ہے۔
اس سے کہیں زیادہ کہ نظام روحانی کا طبعیہ العقل انکشاف پرستان زیادہ
طبعیہ کے ایوانوں میں نازلہ ڈالنے والے ہے۔

اخراج مجرورہ یا ایک لطیف روحانی اثرات کی تحقیق کا جو سلسلہ ہماری ہے
نورانی عالم کا ذخیرہ

نظام اس جانب ترقی کرتے ہوئے نظر آئے ہیں کہ روحانی نظام صرف ان
ہی انسانی ارواح کے مجموعہ سے عبارت نہیں ہے جو انسانوں کے جسم کی
تدویر کرتی اور اس سے پیدا ہوتی رہتی ہیں بلکہ بہت ممکن ہے کہ ان ارواح
کے علاوہ اور ارواح مجرورہ یا کوئی طبیعت نورانی مخلوق ایسی پائی جاتی
ہو جس کا ان ارواح انسانی سے زیادہ قریب کا رشتہ ہو۔

مسٹر ہاڈس اپنی مطبوعات کی باہر ارواح مجرورہ کا صریح امکان تسلیم
کرتے ہیں مگر ذرا ٹیلیٹون مویسٹ لونی ٹکٹے ایک لطیف استدلال سے ان کا
وجہ ثابت کرنے پر زور دیتا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ ہمارے ارد گرد کی
زندہ مخلوق میں نباتات سے لے کر انسان تک دماغ آؤں گے کہ ہمارے وہ
سلسلہ ہے جو تدریج کمال حاصل کرتا رہتا ہے۔ کافی اندازہ لگائیے کہ

کہ وہ نظام نباتی کی اجمالی حالت سے قطعاً دور ہوگی مگر ہم انہی کے کمال حاصل
کرنے والے سلسلہ میں سے گزر جاتے ہیں اور تدریجی حیوانات یعنی گھونٹے اور دیگر
نبات نامی نباتات تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں سے اعلیٰ تر حیوانات کے
بے انتہا درجوں کو طے کرتے ہوئے انسانی کتب میں آجاتے ہیں۔ اس
سیرت کی کارہیہ کا پتہ ناماً غیر محسوس ہے اور ان تھیوریٹوں کی ترقی
امیں لگتا ہے کہ اس کے درمیانی ہستیوں کے ایک غیر محدود سلسلے کو گھیرا
ہوا ہے جس کا ایک کنارہ کمال ہے اور دوسرا کنارہ ہماری فروع انسانی اور
ہمارے اس کے ہم جنس سمجھتے ہیں کہ آئندہ ہم میں اور شاہیں درمیانی مخلوق کا کمال
عاسطہ حاصل ہو اور اس تدویر کی ترقی کے سلسلے میں انسان اور خدا کے مابین
ایک بڑا فاصلہ ہو گیا ہو۔ ہم ممکن سمجھتے ہیں کہ تمام تجربے میں چھٹی
نبات سے لے کر فروع انسانی تک تدویر کی اور پیشکار و نباتات کی ترتیب ہو
مگر انسان اور خدا کے درمیان صرف ایک ناچیز کنارہ مطلق ہو جائے۔ تاہم
ہے اور اگر کبھی مذہب یا فلسفہ کے ایسی نظریوں کی حمایت کی ہے تو اس کی جو طرفت
منظاہر قدرت کی بناوٹ تھی ہے اس میں شک کرنا ناممکن ہے کہ اس طرح نباتات
اور حیوان اور انسان کے مابین دیکھا جاتا ہے اس طرح انسان اور خدا کے مابین
ضرور درمیانی مخلوق کی پڑی تھی۔ اور جس کی وساطت سے انسان اس خدا تک
پہنچتا ہے جو اس پر اپنی غیر محدود طاقت اور جلال سے حکومت کر رہا ہے۔ مگر
یہ تو ہم کو یقین ہے کہ ایسی درمیانی مخلوق تدریجی ہو انسان سے ان کے ملاقات کے
تدویر کی منازل طے کرتی ہوئی خدا تک پہنچتی ہے اور خود ہے مگر یہ ضرور ہے کہ وہ

ہم کو نظر نہیں آتی، لیکن اگر ہم ہر ایسی چیز کے اجداد سے انکار کریں جس کو ہم دیکھتے
 سکیں، تو نباتات آسمانی سے بہاری گلخیز ہو سکتی ہے۔ فرض کرو کہ کوئی علم اہل
 کلام کسی تالیف سے ایک قطرہ پانی کا لے اور ایک ماہل کو دکھا کہ کہہ کہ
 قطرہ جس میں تم کچھ نہیں دیکھتے، ہر جگہ نئے پھرتے حیوانات اور نباتات سے جدا
 ہوا ہے جو زمین، فضا، آسمان، حیوانات اور نباتات کی طرح زندہ رہتے ہیں، پیدا ہوتے
 ہیں اور مرنے ہیں، تو وہ ماہل فرما سر پھر مرنے کا اور کہنے والے کو پروا رکھے گا۔
 لیکن اگر اس کی انکسوں پر خورد ہی رکھ دی جائے اور وہ قطرہ کی تکلیفیں کرے
 تو اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ کئے والا صحیح کہتا تھا۔ کیونکہ اب ہی قطرہ میں جس
 کو وہ صاف سمجھتا تھا، اس کی آنکھ سا جنس کی مدد پا کر چھوٹے پیمانے پر تمام دنیا
 کو سزاؤ پانے لگی۔

فرض یہاں ہم کچھ نہیں دیکھتے، وہاں زندہ مخلوق کی بڑی تعداد موجود ہوتی
 ہے اور وہ بعض خاص جنس ہی کے اطفال میں ہے، کہ اس بارہ میں عوام آسمانی کی آنکھوں
 کو دکھائیں گے۔

ہم پتا چلتے ہیں کہ ہم بھی اس حکم کی حیثیت اختیار کریں، بیشک انسان اور
 خدا کے درمیان جلتا جلا، کہ اور اللہ سے غلط نہ کہے نہیں سوجھتا، لیکن اگر ہم
 حیوانی انکسوں کی جہانے نہ دعائی آنکھ سے کام لیں، یعنی عقل، قیاس، مساوات
 اور تعبیر کو استعمال کریں، تو ہر سرد مخلوق کے دشمن بن آجائے گی۔

اب اگر ایک ایسی مخلوق کا مدد و تعبیر کر لیا جائے جو انسان اور خدا کے درمیان
 واسطہ کلام دے، خواہ وہ خدا کا لفظ نہ ہو، یا اسرار مجبورہ، تو نظام عالم میں کیا آتا۔

خدا کی طبیعت اور علم اسرار انسانی کے قوانین سے اور بہت سے دوسرے
 نامعلوم قوانین قدرت کا اقرار کرنا چاہئے گا، جس کی ابھی تک ہم کو خبر نہیں ہے،
 پھر کس قدر شرمناک چشم اور اذنیانی ہوگی کہ جو چیز ہمارے مادی لٹلے حلال
 کے سلسلہ سے ذرا باہر ہوجائے، ہم یہ کہہ کر اس کی تکذیب کریں کہ وہ قانونی
 قدرت یا تو انہیں نظریہ کے خلاف ہے۔

تمام نظام عالم قدرت الہیہ اب ہمارے سامنے بتے بیٹے ہیں۔

۱۰۱) نظام طبیعی مادی
 ۱۰۲) نظام روحانی
 ۱۰۳) نظام طبیعی مادی
 ۱۰۴) نظام عقلی۔

اور ان سب کے نو پر خود قدرت، اپنے کا وہ زبردست پنجہ ہے جس کی
 گرفت سے ان میں سے ایک چیز ہی ایک سیکینڈ کے لئے باہر نہیں ہو سکتی ہے۔
 ایست سلطان ہر جہ نورانی کند

عالم را در دستے او بر آں گنبد
 ذکرہ باہر نکالت میں سے کسی کی طاقت ہے کہ وہ خدا کے دستہ قدرت
 کو کسی جگہ اور تصرف سے روک دے۔

ہم ابھی تک بارہو اس قدر اذکار علم و تحقیق کے انتہائی نظام طبیعی مادی
 کے قوانین و قوانین پر بھی پوری دسترس نہیں پا سکے، جیسا کہ خود ماہرین
 طبیعت کے اوزار سے ثابت ہے۔ پھر ہم کو کیا حق حاصل ہے کہ جو چیز
 ہمارے زہم میں ان چند قوانین طبیعیہ کے دائرہ سے آگے ہو گئے، جاہلانہ تکبر
 کے ساتھ نظر کریں۔

یہی قرآن کہنا ہے کہ اگر فرض ہے کہ ہلاک نظام بھی نظام روحانی اور نظام حقیقی کے تمام لوازم پر بھی محیط ہو جائے اور اگرچہ ایسا نہیں ہے تب بھی آگے بڑھ کر خاصہ ہستی کی لامحدود قدرت کو ہم حقیقت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ جائیدگ صرف طبیعیات کے دس میں قوانین پر مطلق ہو کر یہ اعلان کر دیں کہ جو واقعہ ہمارے مطلق علم سے خارج ہوگا وہ واقف نہیں ہے۔

خوارق کے انکار کا سبب | عداوتِ عبادت یا معذرت و کمالات وغیرہ کا علمی کم ہائیکلی ہے | انکار کی حقیقت ہمدی اسی تنگ نظری اور علمی کم ہائیکلی کا نتیجہ ہے۔

وَمَا لَكُمْ شِرْكًا بِاللَّهِ لَمْ يَخْلُقْهَا إِنْ رَأَوْهَا بِالْآيَاتِ
 خوارق کا ثبوت ختم ہے | ہماری استدعا ہے کہ خوارق کو جھٹکانے والے تصور کی دیر کے لئے غلطی سے دل سے اپنے علم و تحقیق کی مدد و قدرت اور قوانین قدرت کی پناہ نہیں پر طور کر لی پھر یہ بھی دیکھیں کہ ان خوارق کا ثبوت ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر قوم کے ہاں اور ہر عقیدہ اور مذہب کے پناہ کے نزدیک کس قدر قوتور اور استغناء سے ثابت ہے تو ان شارائتہ تھانے ان کی غیرت و ہرگی کو وہ یکسقم خوارق عداوت کے وجود یا امکان ہی سے انکار کر نہیں۔

خاتمہ ہی نے ٹیک کہا ہے " دنیا کے تمام مذاہب میں خواہ کسی

سے سب سے نورد ہذا نہیں دیکھا تو ہم کو ان لوگوں کے قول یا عقائد کو پناہ ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے پناہ دیکھا ہے

کی بیباک سکیڑا انکار پر ہر اہل باطنی حکیم پر معجزات اس کے لکڑی سے اور اس اختلاف افواج سے مروی ہیں کہ سب کے لئے خاص انکار اور قوانین کی تلاش انسانی کے لئے کم از کم اس وقت تک ناممکن ہے اور یہی ضرور ہے کہ اکثریکہ تمام مذاہب میں ماننے والوں کی خوش قسمتگی یا طرز ادراکی وجہ سے ہمت سے غلط واقعات بھی معجزات میں شامل ہو گئے ہوں گے۔ یا ایسے واقعات جو عمومی قواعد حسانی کے مطابق ظہور نہ کرے ہوں معجزہ کی شکل میں بیان کر دینے ہوں گے۔ مگر عقل یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ تمام قوانین قدرت مسلم ہو چکے ہیں تاکہ جو دائرہ قوانین تار کے مطابق عمل نہ ہو سکے اس کو غلط کہیں اور وہ کسی جانب مذہب یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ قسم و طیب و یا جس اور تمام صحیح و غلط رعایات کو یکساں سزا نکھوں پر رکھ لیا جائے بلکہ ایسے موثر عقل پر کام کیا کرتے ہیں جسے مذہب اس سے زیادہ اختیار کے ساتھ چلنے کو کہتا ہے۔

سچا مذہب قوانین فطرت کا | ذہب کو عقل سے نکلنے کی ضرورت نہیں | وسیع انظر مسلم ہے | اگر عقل قوانین قدرت کے التزام پر نوردی ہے تو مذہب عقل کے اس جذبہ کی قدر کرتا ہے۔

سچا اور عقلی مذہب فی الحقیقت قوانین فطرت اور سنن الہیہ کا وسیع نظر مستقم ہے جو بار بار بتاتا ہے کہ سنن اللہ کو کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی مگر ساقی مشتبہ کرتا ہے کہ انسانی کو سنن الہیہ اور لوازم فطرت کا ہر علم دیا گیا ہے۔ ثبوت تھا ہے وہ بسا اوقات ان کے کچھ میں مشرک لکھانا

جسے لوہیت اور قانون قدرت کے کسی اعلیٰ اور مابعد معیار کو اپنی صورتہ اور سے
بدیوگیو کہ خلافت کا قانون قدرت کی حیثیت سے اور روزمرہ کے عمل کے معاملات
پر بات مشتتا ہے اُسے یہ کہہ کر روکا جوتا ہے کہ یہ سنتہ اللہ کے معاملات ہے
قانون تجدد بشریہ اللہ شہینہ لایلاہ

سنتہ اللہ کے غیر قبہدی | لیکن اگر سنتہ اللہ کے غیر تبدیل ہونے کا یہی
ہونے کا غلط مطلب نہ ہو | مطلب ہو تو دنیا کی تمام ترقیات کا اور روزمرہ کی ہر
ہوجانے والی ہر انسان نے ترقی کر کے میرانی نظام کی جگہ اس سے کہیں زیادہ
حاشیہ جمادی سستم قائم کر دیا۔

بڑا دل سال کے بعد گھنٹوں، ایلیوں، اونٹوں، اٹھوں کی جگہ چاہے اور
یہی نئے ہی اس کو یہ مطلب ہوگا کہ خاطر علم نے دنیا کی طرف کا بہت ہی مہلک حصہ
گور جانے کے بعد دفاعی اور عقلی قوتوں کا ایسا جدید نظام پیدا کیا، جو مشرق تک
نے پہنچے کہیں نہ دیکھا تھا، اور مزاج و ارباب کے ایسے انوکھے اصول کی بنا
دیبر کی تھی اور اس کے اسباب و وسائل فراہم کرنے میں جس کے نتائج کو اگر آپ
سے دو چار صدی پہلے کوئی ذکر کرتا تو شاید بس مجنون یا جرم پرست سمجھا جاتا
تو کیا ایسے خدائی اعمال اور سو سو ب قوی کو جو وہی زیادت بدیور اور دفاعی
تکنائوں میں کے اسباب قریب یا جدید ہیں بے شمار قوتوں و لوازمات رکھانے
کے بعد پیدا اور اکٹھا کر دینا سنتہ اللہ کی تبدیل و تحویل اور قانون قدرت کا
نقص و ابطال ہے۔

مجبورات و خوارق کے نظام کا اصلی دائرہ مجبورات یا خوارق کا اظہار کرنے والے

عہد زمانہ سے، انہیں میں تحقیقت یہ ہے کہ وہ بے علم و بے شعور مشین کی
طرح نہ بننے والے مادہ کے ساکسی ایسی ہستی کو عالم کی تخلیق و نظم میں دخل
دینا گوارا نہیں کہتے جو مواقع و اعمال اور ازمنہ و امکان کے استحقاق و اہلیت
کی تعداد نہ دیکھنا نہ رعایت کر سکنے اور جب کہیں وہ کائنات کے اس باقائہ
عظیم شان علم کو منظم سلسلہ کو ایک عظیم و حکیم جیوٹا کل اور قادر مطلق ہستی کی
طرح منسوب کرے کہ ٹیڈر ہوجانے میں اور پتلاہاں کو ایسی بڑی مضبوطی
کے بعد زمانے کا اقرار کرنا چاہتا ہے تو پھر ان کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ
کس طرح اُس کو آناؤ نہ رہنے دیں کہ وہ اپنی اعلیٰ قابلیت اور ہر اہم واقعہ نشانی
کوشش کے گمانے اور چنوں کے رد و جنگ میں ان کی خواہش اور رائے کے
خلاف استعمال کر سکے اور اس علم پر ہر جہاں سے علم کو محدود اور پیمانے سے ہم کو آج
یا ناکمل ثابت کر دے۔

خوارق کا قانون خود خوارق | لیکن انسان کی یہ مجبوری یعنی تنگ نظری
کے ٹکڑوں نے میرا یا | اور غیر محدود ذرا نہیں قدرت کی مستعدانہ
تکذیب ہی وہ چیز ہے، جو قدرت کے اس اعلیٰ کو حق بہاں نہایت کرتی ہے کہ
وہ گاہ بگاہ ایک ایسے نظام نظریں سے بھی دنیا کو روشناس کرے جو ہر
کچھ بڑے ذرا نہیں اور محدود و منضبط کئے ہوئے لو ایسے طریقے سے باہر
ہوتا کہ ان دعوت پسند گتوں کو بھی (جو سزا اللہ قدرت کا نتیجہ کہ
اس کے پیدا کئے ہوئے چندا اسباب ظاہر کی توجیروں میں بکڑا دینے کا خواہ
کہتے ہیں، اہم مادہ کہ باقیوں کو اپنے سے کہ ان سے جو ان کے اختیار و اہلیت سے

اور کوئی اور غالب وقت پر مستحق بھی ہے جس کے کام کو میں نے یہاں لکھا ہے۔
اور کمال اختیار سے وضع کئے ہیں اور وہ ہی ہر وقت ان پر چلی طرح قابو رہتا ہے۔
پس ایک حقیقتہً ناچرتکے منکر کو اس حقیقت کا منہ دینا جس کے انجیر
ہیں خسرانِ عظیم ہے اور عاجز و کم مایہ حقوق کو تنہا کرنا کہ وہ اپنی حد سے گزر کر
خارج کی قدرت نامہ اور علمِ عظیم کا انکار نہ کرے کیونکہ جو زمین قانون قدرت
نہیں ہے۔

مگر کیا پڑھ کر تو ہی چیزوں کو نوری عدالت کہتے ہیں۔ ان کا قانون خود خوارق
کے منکروں کے خلاف ہے جب یہ لوگ علمِ قوانینِ فطرت کی گہرے گہری کو خود
مغضوب کی حکمت، باطن، اختیار کمال اور شانِ شگفتگی لکھا کرتے ہیں تو خود ان
لیا جوتہ کی طوفانِ منہب کرنے میں بھی تردد کر لے گئے تو خود ہی مجرا کہ
وہ قوانین کو "قوانینِ قدرت" ثابت کرنے کے لئے قدرت ہی کوئی سلامتی
پر اپنا لئے آفرینش سے آج تک قدمہ بے شمار خوارق ظاہر کرتے
ہیں جنہیں دیکھ کر خوارقِ قوانینِ اختیار کو پڑتا ہے کہ جوش میں دماغ
کے ذریعے عموماً ہوتا رہتا ہے اسے بلا واسطہ کرنے میں وہی قدرت کو
کچھ تعجب نہیں ہوتا۔

خوارق کے بارے سے قوانینِ طبیعیہ کا اس طرح کے خوارق جو بظاہر عام
اختیار نالی نہیں ہوتا قوانینِ طبیعیہ کو توڑنے والے ہیں
ہمارے دل سے ان ظہر قوانین کی حکمت اور اختیار کو اسی طرح نالی نہیں
ہونے دیتے جیسا کہ کہندوں انسانوں کے دلوں سے یہ علم کہ ہر ستارے

میزوں کا حکم چاہتا ہے، یا پٹری اکڑھاتی ہے، یا ایک ٹوٹ جاتے
ہیں اور بڑے ترین کا اعتبار نالی نہیں کرنا کہ وہ اس میں سفر کرنا چھوڑ دیا۔
پس خوارق کی سرحد کی سرحد میں ہی ہم علمِ قوانینِ طبیعیہ سے اسی طرح
مشفقہ ہو سکتے ہیں جس طرح ہم ریل کے سفر سے باوجود مذکورہ بالا
کے باہر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

خوارق کا وجود واقعی خوارق کا وجود ہمارے علمی اور دماغی ترقیات کے
ترقی کا سبب ہے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ ٹھیک ٹھیک
کہا جائے تو شدید تر فکر کے لئے ہمیں کام دیتا ہے اور اگر یہ ہی نہیں کر دیا
جاتے کہ وہ آپکی ارتقاء کو کششوں کے راستہ میں مائل ہے تو اگر اس
یہ ہے کہ اس کا راستہ سے ہمارا بھی آپ کے قبضہ میں نہیں۔

خوارق کی انجیا کی طرف نسبت نامشروع ہے کہ عام قوانینِ فطرت کی
تعمیر میں کو زیادہ عظمت وہ ہے انجیا میں سبب بعض غیر معمولی واقعات
حسب اتفاق پیش آجاتے ہیں تو ہم ان کے ماننے والوں سے جگہ نہیں
کرتے لیکن اسی کے مشابہ کائنات پر روزمرہ کے عام عمل سے ذرا مستبعد
ہو اگر کسی شے سے بڑے میں اللہ بہتیر کی طرف منسوب ہو جائے تو فوراً
شکوک و شبہات کی باہر ہمارے دلوں میں دوڑنے لگتی ہے اور اس کی تفریح کرنے
کی ہر گھن منہرت پر ہم خاک کرنے لگتے ہیں۔

فرانس کے مشہور مصوفت فیلسوف کمال نگار کوئی نے اپنی کتاب
"الجمول والمسائل الردیہ" میں اسی صورت کا ذکر کیا ہے جس کا ایک

پستان اور ماں میں تھا۔ اور وہ بچہ کو اس کے فودودہ پانی میں یہ صورت
 خشک مینا پیرس کی ہوتے لفظ کے نہ ہد پش ہوئی۔
 پھر ایسے مشہدات بیان کئے ہیں کہ ایک مرد کے بیٹ سے تشریح
 کے بعد لڑکا نکلا جو اس مرد کا تمام جسم اس کے جسم میں مدۃ العمر گھوس
 رہا اور اس میں عمل اور مزاج ہوا۔
 ایسے ہی کہتے کہ اس طرح کے غنات طیبہ کو اگر کوئی شخص یہ کہتے
 کہ توں پتیر کے اعلیٰ دلوں والی کو امت سے نکال نہا میں ایسا تو تھا
 تو مگر یہی اعلیٰ کسی کسی غنای سے اس کی تردید پر قہرا کرتے ہوا چلے۔
 مہا پان میں قیامت خیز زلزلہ آیا کسی ہی بستیاں تباہ ہوئیں اور
 کتنی ہی مستحکم عمارتیں منہدم ہو گئیں۔

چند سال پڑنے سے منع ہو وہاں میں بگوار امٹا جس سے ایک میل کا پانی
 باہر آؤ گیا اور دوسری جگہ میل ہی گئی۔ اس طرح کے اوقات جو خوارق میں
 سے نہیں صرف تیل اور قوت ہیں۔ ہم سنتے ہیں اور ایک منٹ کے لئے بھلیاں
 کو غلط نہیں سمجھتے۔

روح کے حقیقہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کے تاثیر و تاثر میں بعد کمال
 یا زوال غلطی نکلا نہیں ہوتا اور اس سے ہر طبیعت و ذوالی کو اپنے عمل میں غنات
 جہاں کا کچھ پر ماہ نہیں۔

لیکن کیا قیامت ہے کہ مرد و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
 باسعادت کے وقت اگر ستر سے ستر ہوا ہی ہی یہ خبر ہے کہ ایران کسفی
 میں زلزلہ آیا، اس کے چودہ گنگے گر پڑے یا دیا نے ساہہ خشک ہو گیا
 یا فارس کی ہزار سال آگ بجھ گئی تو مشنگین کو اس کے ہانٹے میں پس و پیش
 ہونے لگتا ہے!

پس اگر روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا نیت عظیم نے صحت آمد کے لئے
 کہ سب سے زیادہ نگہداشتیں کر دیا تو اس میں کیا اشکال ہے۔
 کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ خداوند قادر و توانا، نظام کونین اور قرآن مجید
 کے استعمال میں کوئی قصور آپ کی اطلاع اور مشورہ کے بدون نہ کیا کہ
 (عمود ہاشم)

اس کی امید آپ اللہ سے تو کیا، اس میں کہیں اتیرے بھی نہ دیکھیں جو ہر
 قسم کے علم و شعور، قدرت اور ارادہ کے مجموعہ ہے۔
 خوارق کا ماشا و ہم پرستی نہیں آپ خوارق و شجرات کے ہانٹے والوں کو
 "سادہ لوح" اور "دہم پرست" کہا کریں، لیکن تاہی اور ان آپ کو نہ تو ہنگے
 کہ اس قسم کے "سادہ لوحوں" اور "دہم پرستوں" نے دنیا کو بگیا دیا تھا

سے محو اور دم پرستیوں سے نفور کیا ہے۔ ان کا دم پرستیوں سے بے
 مالی ہمت اور اوراد و عزم انسان اٹھے ہیں جنہوں نے بنی نوع انسان کا بایا
 پست کر دیا اور اوہام و خنثیت کا سارا کار و بار و کھیر کر رکھ دیا۔
 صداقت کے اعلان | پھر سب آج دنیا کی نفسانیت کچھ جاں بگئی ہے اور
 سے گھیرنا نہیں چاہیے۔ خوارق کا نام زبان پر آنا ہی بھاری کا نام
 ہے۔ لیکن ایک صداقت کے ماننے اور اعلان کرنے میں آدمی کو گھیرنا نہیں
 چاہیے۔ وہ وقت آنے والا ہے کہ پتی خوارق و منجرات کا مذاق اڑانے
 والے آج ہی جنوں کے ثابت کرنے کے دریغ ہوں گے جن کو آج دیکھتے ہیں۔
 صداقت، جس سے کہ اپنا اسات جہرہ دکھلانے میں کچھ تاخیر کرے
 لیکن وہ ضرور ایک دن ایسی طرح بھنگ ہوگی کہ دیکھنے والے اس سے نہیں
 نہ چھپا سکیں گے۔

انجام ہمیشہ صداقت کے ہاتھ ہے | دیکھو، دنیا کے سب سے بڑے مہتر
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نعرہ توحید بلند کیا تو سب کے زمین پر کوئی بھی ہڑلا
 کرنے والا نہ تھا لیکن خضائے کعب سے توحید کا جو تصور پھیرا گیا آج
 ہم مندروں اور کلیساؤں تک میں اس کی گونج فطرس کر رہے ہیں۔
 آج جو اقوام و ملل دولت توحید سے تہمت مست ہیں وہ بھی اندر ہی اندر
 اپنی مودی اور تہمتی کا نام کرتی ہیں اور مہتروں کے ڈوبے و شرم سے
 ان کو سرکھانا مشکل ہے۔
 ہم کہتے ہیں کہ کسی طرح ایک نیا جہیزوں کے اعجاز اور اویبا کی

کرات کا انکار کرنے والے ہی ہوتے اس میں اوصیٰ حق نظر پر پشیمان ہونے
 میں کا نام انہوں نے عم رکھ دیا ہے اور جسے وہ سائنس کی بڑی بھاری
 عقیدت مندی کہتے ہیں۔ وَ سَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا آتَىٰ مُنْقَلَبًا بِنُحُولِ
 سائنس خوارق کی تفسیر کیلئے | ہم نے احادیث سیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 راستہ صاف کر رہی ہے | کا ارشاد پڑھا تھا اِنِّیْ وَ اٰلِیَّ وَ اٰهْلِیَّ اَجْمَعِیْنَ

و راقی کما العروص و ہن و یلدیٰ یعنی میرا دیکھنا میرا چہرہ ہر وقت نہیں بگڑ
 پیشہ نیچے کی چیزیں بھی بچے ایسے ہی نظر آتی ہیں جیسے کہ سائنس کی
 ہمت سے متعلق نہیں اس کو تفریق نعت کے فہم کو دیکھنے والی
 ہو گئے تھے لیکن حافظ ابی بکر و دیگر عقلمند نے حدیث کو ظاہر نہ کر کے
 اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و خوارق عادات میں شمار کیا۔
 آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گھر نے اس علم بھاری کے انسان کی جلد میں
 کورت ہامرہ کے راز پر روشنی ڈالی ہے اور دیکھتے ہیں کہ انسان کے بدن
 کی جلد کے نیچے چھوٹے چھوٹے ذرات پائے جاتے ہیں جو سب سے جسم میں پھیلے
 ہوئے ہیں۔ یہ ذرے بھی کھلی کھلی ہیں، ان میں اس طرح تصویر آ کر
 آتی ہے جس طرح آنکھ کی پتلی میں آ کر ہے، یہ خیال کہ انسان کی کھال میں ایسی
 طرح دیکھتی ہے جس طرح آنکھیں، کوئی نیا نہیں ہے، آپ جب کسی نوجوان شخص
 کو ہاتھ میں جوڑے سے لگا کر گونے دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ تو انہما
 ہے اسے راستہ کس طرح سوجھتا ہے۔ انسان کی پیشانی کی جلد کے متعلق یہ
 خیال ہے کہ اس میں توت ہامرہ موجود ہے یہ دماغ کو اس طرح ہی بنا رہتی ہے

ہے۔ ان کی نفس چاہتی ہے اور ان میں بھی بھجا پا آتا ہے اور وہ بھی باوجود
سرت کے چنگل میں پھنستے ہیں۔

یہاں بہت کم لوگ یہ بھی کرنے کے لئے تیار ہوں گے کہ ہوسے دیکھنے
اور نکلنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔ آپس میں بات چیت بھی کرتے ہیں۔ ان
پر عشق و محبت کا دار چلنا ہے۔ سداخ و ظہان کو بھی مستانہ ہے اور وہ بھی اپنی
طرح ہنر بات و حسیات سے متاثر پذیر ہوتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض ہوسے اور پھول بعض وقت لگا دینے سے
شکر ہوتے ہیں اور ذرا سے اشارے سے بند ہو جاتے ہیں۔ اس کی گنتی
کدام سے ایک ہوسے کا نام ہی "چھوٹی سوتی" پر لگایا ہے۔

یہ تو وہ حالات ہیں کہ بہشتیان اپنی چشم و بیاں سے دیکھ سکتا ہے
لیکن آپ ہی کے ایک کہوں میں "بہر سائنس یعنی" سرنگھٹیش چندر ہوس سے لگتی
مات ہوس کے تجربات سے پودوں اور درختوں کے جو حالات اپنے ایجاب و کرم
عجیب و غریب آلات کے ذریعہ معلوم کئے ہیں۔ ان سے علم نباتات میں
حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔

آپ تو پھول میں سولے رنگ و بو کے اور کوئی دانہ غلظت نہیں پاتے
لیکن آپ "سرنگھٹیش چندر ہوس" کی جدید تصنیف کا اگر مطالعہ کریں جو
پائنس ڈاکٹر گرافس اینڈ ڈیوڈ یو بیٹش کے نام سے حال ہی میں شائع ہوئی
ہے تو آپ کو معلوم ہوگا اس بہترین نے پودوں پر کس کس قسم کے تجربات کیا
کیسے کیسے حیرت انگیز اکتشافات کئے ہیں اور ان سے فطرت کے کیسے کیسے

ڈاکٹر ڈرگول کا بیان ہے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے انھوں کے
بیز پرچے کا ہزار بڑے کمال کو پہنچا ہوا تھا اور عام طور پر وہی تھا۔ لیکن جب
انسان کو یہ معلوم ہوا کہ وہ انھوں سے بھی وہی کام سے ملتا ہے جو ہدیوں کی
بلور سے ہوتا ہے تو اس نے جلد سے دیکھنے کا طریق ترک کر دیا اور بالآخر
سے دیکھنے کی نااہلیت اس میں سے مفقود ہو گئی۔ اگر اس میں کو دوبارہ ترقی
دلی جائے تو محبت نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ سے اندھے بھی دیکھ سکیں۔

پہر حال سائنس کی ترقی نورانی کی تعلیم میں بہت کچھ مدد سے ہی ہے اور
اسی لئے ہم یہ اُمید رکھتے ہیں کہ جہاں نہ ہی کہ کچھ حوسر کے بعد انشا اللہ تعالیٰ
سائنس کے بھاری بھاری کی تعلیم کے لئے گھول چکا رہے گا۔

ابھی چند روز پہلے جب یہ نکتے تھے کہ "سولہ کی اصل اصلیت و علم کے
سائنس و دقت ٹھیک سمجھنے یا انہوں نے حوسر کو مسلم کیا یا حوسر کے ایجاب
سے وہ اپنی جگہ سے سرک گئے تو علم میں ان تصورات کی "اساطیر الاذلیہ"۔

کہہ کر ہنس کر اڑاتے تھے، اور ان بیانات کو پڑانے مسلمانوں کی کوشش اعتباراً
یا وہم پرستی پر عمل کرنے تھے۔ لیکن آج ابہرین علم نباتات نے نباتاتی زندگی کے
جو حیرت انگیز حالات ظاہر کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ درخت اور

پودے ہی الواقع زندگی کے وہ تمام حسیات و تاثرات اپنے اندر رکھتے ہیں
جو ہمیں تک ذی روح حورق کی خصوصیت کے جانتے تھے۔ ہر شخص ہر نباتاتی زندگی
سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے۔ جانتا ہے کہ ہوسے اور پھول میں اپنی غذا کھاتے

اپنا پانی پیتے اور اپنی نیند سوتے ہیں۔ ان میں بھی ہنسوں کا اوس و دخت ہوتا

ماز لانے سراسرے معلوم ہونے میں ان حالات کے دلچسپ اور معلوم کرنے کے لیے اختیار نہ ہونے پر شکر جاری ہو جاتا ہے۔

برگ و حقان ہیز و نظر پر مشید
ہر وقت کے وقت سے مت معرفت کرنا

مختلف قسم کی اللہ کا پرہیز پر بیوقوفی اور مغرب ہوتا ہے جو انسان یا جانور ہوتا ہے؟ گوہر نام "پاروے کو بھی اسی طرح پرورش کر سکتا ہے جس طرح ہمیں آپ کرنا۔"

ایک ایسا کارہ سہو کس نے بنایا جس میں سے ہر سے کی حالت میں
کا آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

سب سے زیادہ نکلیا جس پر وہ "مافی مزہ ہے کہ ایک خدا اسی کی جیسا ہانکے سے وہ اور دلچسپ گاتا ہے اور شعاع آفتاب چڑنے سے فی الغرہ جاق وچ بند ہو جاتا ہے۔" حالت خواب و بیداری کے تجربے اس پر وہ پر غروب کئے جاتے ہیں۔

اس کے حالات "جنگل پھول" کا پر وہ ہے جو وہاں کے گلگا کے نلکے "جنگل" میں زیادہ ہوتا ہے۔ یہ دن کے وقت خواب استراحت میں ہوتا ہے اور غروب میں اپنی پرہیز ہمار دکھاتا ہے، افریقہ میں ندری کے ایسے وقت میں جو مسائل مند کی خدمت اور تیز ہونکی وجہ سے ایک طرف، کر بالکل اگلے ہوتے ہیں یہیں شج کے وقت جب یہ ہوا نہیں ملتی یہ وقت بالکل سیدھے کھٹے ہو جاتے ہیں اور اس وقت ان کے پہل توڑنا ہوا اور ہوا

کام ہے میں وقت مغرب پر یہ سب پھر جنگ جاتے ہیں اور دوسری جنگ کو پھر اسی طرح سیدھے کھٹے ہو جاتے ہیں۔

"جنگل" کے اس "نلکے" وقت کا حال تو اکثر لوگوں کو معلوم ہو گا جو کہ طلوع آفتاب کو سہو بیدار ہوتا ہے اور تیز ہوا زمین سے اٹھ کر وہ جاتا کرنا ہو جاتا تھا۔ لیکن ہوا کی طرح اٹھتا جاتا تھا یہ وقت بھی جنگل گنتا تھا اور غروب آفتاب کے ساتھ یہ بھی سرگرم ہو جاتا تھا۔

کیا نباتات کے تعلق یہ جدید انکشافات اور سرگرمی کی تصانیف پڑھ کر کسی انسان پسند طلب ہی کرہ نباتات ہو سکتی ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مستند مستر صفحہ کی کو خوب کر کے جو نباتات میں ہر شجر اور ان نطق اور جذبات نسبت وغیرہ کی موجودگی پر دولت کرتے ہیں ہم اسلامی تاریخوں میں "یا ساریۃ الجبل" کا مشہور واقعہ پڑھتے تھے لیکن دائرہ میں "کی اہل سے پتہ چلتے تھے یہ کہاں کس قدر مشکل تھا کہ شاید ایک نوحانی "وہاں میں ٹیلیفونی" کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنائی دینی اللہ تعالیٰ کی ہر

عالمی جنگ کے زمانہ میں ایک لاسکی پیام پڑو کر شہ سے لندن کو پہلا راستہ میں بغیر ہمیں اُسے جذب کرنے لگے۔ اور سے ایک نرا نہیں ہیاراہ نے ان جذب کرنے والوں پر ہم جینکا اور ہر میں ہنہا میں نامکرم رہے۔

دلچسپ یہ ہادی واقعہ اس روحانی واقعہ سے کس قدر مشابہت کتاب ہے کہ عرض سے ہر لاسکی پیام سرگرمی عباد کو ہمارا ہے خواہیں اس کو اپنا چاہتے

ہیں لیکن اوپر سے شباب ثاقب کا گردان کا کام لگم کر دینا ہے اور وہ
نکا میاب، دانگرا و دیکھیں دینے پہانتے ہیں۔

اس قسم کے بڑا سا خشک خواہد و تقاضے نے خورق اور دیگر مشعل
اور بعض مسائل کی تعلیم کے متعلق ہمارے کام کو بہت آسای کر دیا اور برفین
قدرت کی نسبت اپنی شکستہ نظری اور کم ناکی کی بنا پر جو غلطیاں ہم کرے۔ نہ
انہی سے بچت سی افکار کی اصلاح کر دی ہے

اب قانون کا لفظ استعمال کرنے وقت ہم کو بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے
اور کسی چیز کو مذکورہ کے اصول کے ضابطوں دیکھ کر جھٹ پٹ یہ دعوے
نہیں کر سکتے کہ وہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ قانون قدرت کے اس لفظ سے یہی ہم کو بہت کچھ
دھوکا دیا گیا ہے۔ یہ لفظ صحیح کہنے والا تو بچت ہے ظہور میں مشرک
کو اس لفظ سے ادا کرنا چاہتے ہیں اس کی یہ سبب تھیں نہیں ان کی اہمیت
ہیں چیز کا نام ہونے قانون قدرت سے لگا ہے وہ قانون عادت ہے۔

قدرت اور عادت اور عقاب ہی ہی کا فرق ان کے ساتھ دلائل ہی سے
ہو رہا ہے ایک لہم کی قدرت (یعنی کر سکا) اور ایک اس کی عادت (یعنی
کر کے رہنا) دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

ہر انسان اپنے تئیں شگس کرتا ہے کہ خود خوش لباس، سواری
اور معاشرت کے متعلق ہر امور اس کی عادت میں داخل ہیں تو ان کے خلاف
پر ہی تار ہے اگر ان کے خلاف عمل کرنا اس کی عادت میں داخل نہیں اس طرح

جو لوگ گناہ کی ہستی اور اس کی قدرت کے قائل ہیں ان کو لامحالہ تسلیم کرنا
پڑا ہے کہ گناہ کی قدرت، ادا و عادت، یہ تینوں ایک دوسرے سے باہل
متمیز ہیں۔ مذہبی نہیں کہہ کر گناہ کو سکا ہے وہ سب کر ڈالے، اور جو کر ڈالے
اسی کو بار بار اور ہمیشہ کرتا رہے، گناہ کی قدرت اور عادت کو مزاج و ثابت
کرنے کی کوئی دلیل ہمارے پاس نہیں ہے بلکہ ویسے دلائل موجود ہیں جو گناہ کی
اور عادت کے تفاوت کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔

دیکھو! ہم اس قدر بھٹن کی یہ عادت برابر دیکھتے چلے آئے ہیں کہ گناہ
کو ہم ہمارے گناہ ہے اور پھر تباہی پر ہوش کرتا ہے نہ تاہم ہم میں سے کسی
لے نہیں دیکھا کہ کوئی جوان انسان برون کی آسمان سے گرا دیا گیا ہو یا زمین سے
آگ آیا ہو، مگر اس کے باوجود ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کی عادت مسترد کے
خداوت دم اور لفظ کے توسط کے بدون انسان کو پیدا کرنا ہی گناہ کی قدرت
میں داخل ہے۔ آخر ابتدائے آفرینش میں جب انسان پیدا کیا گیا تو طبیعت اس
کی کیفیت اس استعداد طریقہ، پیدا نش سے باہل علیحدہ تھی اور تمام اقوام
حق کو تسلیم کرنا چاہے کہ اس وقت ایک یا متعدد انسان غیر اول و ثانی
اور موجودہ قانون قائل کے ہوا جن میں گناہ کی قدرت اور اس کے ادا
سے پیدا ہو گئے۔

پس جو نہ سب یہ تسلیم کرتا ہے اظہار حق نہیں رکھتا کہ وہ اس کے ہوتار
مطلق کو تقابلی سلسلہ اسباب میں ایسا بجز بند کر کے نہ کر سکتا ہی ہکت اور
مصلحت کا اقتضار چکر وہ ایک منبت کے لئے ان اسباب کے ساتھ سے

پیدا ہوا، اسحاق عدالت ہے اور بلا سبب کے سبب بناوٹیا قدرت کا کام ہے
اسباب کا سارا سلسلہ قدرت کا بنا ہوا ہے اور یہ کہ قدرت اسباب کی بنائی
ہوتی ہے اور اس لئے قدرت تو اسباب پر حکم ہوگی، لیکن اسباب ساز اور
قدرت کے پاؤں میں ترخی نہیں شامل تکتے۔

عادت عامہ و خاصہ

معموم و عموماً کی خاص عادت ہے | قدرت اور عادت کی اس تفریق کے
وقت ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہیے یعنی میرا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں
عادت کی بھی دو قسمیں ہیں۔

- ۱۱) عادت مستقرہ عامہ
۱۲) عادت مستقرہ خاصہ

عادت عامہ مستقرہ سے میری مراد وہ عادت ہے جس کا استعمال
بکرات و مرات، جلد بجا کر اور بیشتر اوقات میں ہوتا رہتا ہے اور اس کے
بالفاظ "عادت خاصہ موقوتہ" کہہ سکتے ہیں جس کا توں گواہ کمال نامہ و ملاح میں
نہا کرتے۔

مثلاً ایک شخص کو ہم دیکھتے ہیں کہ بڑا نرم نر، معلم الطبع اور بڑا یاد
ہے، ہزار کاموں میں تخیل اور اشتغال رکھنے پر بھی اسے ٹھہر نہیں آتا لیکن اس
کے باوجود بار بار یہ بھی تخریب کیا گیا ہے کہ جب بھی غضب پر حملہ ہوا اس کے
سامنے بغیر ہر استعمال کی ادنیٰ سی تخریب کی جاتی ہے اس وقت خستہ سے بیتاب

میں ہر سو کہ لڑا، بھرتے سے چھوٹا کام کرنے سے بھی بڑھ اور عاجز ٹھہرتے ہے
سبب و سبب اور وقت و مصلحت کے تمام مسائل کو کسی اور کسی صورت
حتم کرنا اور یہی ہے یہاں عقول علم کا درست قدرت اسباب و وسائل کو چھیڑ
کہ راہ راست کسی چیز کو موجود کرنا ہے، پھر کیسے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ہزاروں
یا لاکھوں سال گذر جانے کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ میں جو لہر تزلزلہ و انقلاب
ہے، سزاوارتہ، وہ نفع قدرت ہائی نہیں رہا جو اسباب سے ملگ ہو کہ اب کسی
چھتری یا بڑی چیز کو لایا کر سکے۔

بلکہ مشہور اس کے کماوت کا عدال اور پرہم کے نقص و فتنہ سے کئی منزلہ
ہیں اور اس کی قدرت میں تقیاً و عدال ہے کہ جب چاہے سبب کو جلدی سبب
کے اور سبب اس میں سبب کے پیدا کر دے مثلاً آگ موجود ہوا اور جلانے
یا کوئی چیز جل جانے لگاں موجود ہو۔

۱۳) اشک آگ سے جلانا اس کی عام عادت ہے لیکن اگر کبھی کسی مصلحت سے
اس عادت کے غفلت ظاہر ہو تو وہ بھی لغت القدرہ ہے۔

فروق عادت یعنی کبھی سلسلہ اسباب سے ظہور ہو کہ بعض قدرت سے
کے اعتبار کے طور پر کوئی کام کرنا قدرت کے لغت نہیں ہو سکتا۔ ہاں علم عادت
اور علم کی شکلات ہوگا۔ لہذا اس کو قانون عادت کے لغت کہنا صحیح ہو تو
ہرگز قانون قدرت کے لغت قرار دینا اس وقت کا غلط استعمال اور مشاطہ
آئینہ تعبیر ہے۔

قدرت اور عادت وہ ایک ایک چیز ہے جس میں اسباب سے سبب کا

ہرگز اپنے سے باہر مہم ہوتا ہے تو قرآن میں کے وقت اس کی رحمت گہری اور
 دلنشینی اگرچہ اس کی عام عبادت و بندہ باہمی و مفردہ و گنہگار کے خلاف ہے
 لیکن وہ بہانے نور اس کی کیا، خاص اور مستحق عبادت ہے جس کے نزدیک
 روح کا، بگناہ اس کے اسباب ہیں جو نے پر لیا جاتا ہے۔

یاد رکھو، جس چیز کا نام ہم مجبور رکھتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فعل
 ہے جو اس کی عام عبادت کے گونجوت ہو مگر عبادت خاصہ کے عنوان نہیں ہوتا
 بلکہ اس کے سوائے ہوتا ہے، کیونکہ خاص اوقات میں انفس مصلحت کی بنا پر
 عام عبادت کو بھی ترک کرنا اور مشغولیات کا کارہ کرنا یہی حق تعالیٰ کی خاص عبادت
 ہے۔ اس لئے اسباب و سببیت کا نام لکنا اور یہ اس کی عام عبادت ہے
 لیکن ہر بار یہ بھی گنہگار ہے کہ جب اپنے سفر اور مقصد کی تصدیق
 کرنا ہوتی ہے تو ان کے افعال پر وہ غیر معمولی عبادت ظاہر کرتا ہے جس سے
 دنیا، گنہگار کے پیشک ہ اس کے سفیر اور مقرب و مصلحت ہیں جس کے دوسرے
 کی تصدیق و تخریب کے لئے وہ عبادت معمول چیزیں پیش کر کے سامنے مخلوق
 کو اس کی عقل و عقل سے عاجز کر دیتا ہے اور یہی ہونا ہی چاہئے عقل اور فکر
 کا فیصلہ بھی جی سے کہ خدا اپنے خاص و فادار بندوں کے ساتھ وہ مسالک کے
 جو دوسروں کے ذکر ہے، کیا ایک گاؤں کے گھنسی یا نیرور کے کہنے سے
 وہ مشرانہ وہ کام کر سکتا ہے جو ایک صوبہ کے گورنر کے کہنے سے کرتا؟

۱۱۱. ۱۱۰. ۱۰۹. ۱۰۸. ۱۰۷. ۱۰۶. ۱۰۵. ۱۰۴. ۱۰۳. ۱۰۲. ۱۰۱. ۱۰۰. ۹۹. ۹۸. ۹۷. ۹۶. ۹۵. ۹۴. ۹۳. ۹۲. ۹۱. ۹۰. ۸۹. ۸۸. ۸۷. ۸۶. ۸۵. ۸۴. ۸۳. ۸۲. ۸۱. ۸۰. ۷۹. ۷۸. ۷۷. ۷۶. ۷۵. ۷۴. ۷۳. ۷۲. ۷۱. ۷۰. ۶۹. ۶۸. ۶۷. ۶۶. ۶۵. ۶۴. ۶۳. ۶۲. ۶۱. ۶۰. ۵۹. ۵۸. ۵۷. ۵۶. ۵۵. ۵۴. ۵۳. ۵۲. ۵۱. ۵۰. ۴۹. ۴۸. ۴۷. ۴۶. ۴۵. ۴۴. ۴۳. ۴۲. ۴۱. ۴۰. ۳۹. ۳۸. ۳۷. ۳۶. ۳۵. ۳۴. ۳۳. ۳۲. ۳۱. ۳۰. ۲۹. ۲۸. ۲۷. ۲۶. ۲۵. ۲۴. ۲۳. ۲۲. ۲۱. ۲۰. ۱۹. ۱۸. ۱۷. ۱۶. ۱۵. ۱۴. ۱۳. ۱۲. ۱۱. ۱۰. ۹. ۸. ۷. ۶. ۵. ۴. ۳. ۲. ۱.

ہے کہ یہ عالم ہے یہ معلوم ہے، اس باپ ہے، اس لڑکا بیٹا ہے، مسالوات
 جو بڑے مخلوق یا مخلوق طبع اس کا تحمل آدمی اپنے فطرت اور دستوں کی
 رعایت سے کر رہا ہے، وہ بچہ ساری دنیا کے دباؤ سے نہیں کر سکتا، ایک
 ات دن کا خاص خاص شکر ووں کے ساتھ جو مسالہ ہوتا ہے، وہ تمام ظلم سے
 مستثنیٰ ہوتا ہے، اس سب صورتوں میں علم عبادت سے علم و مسالہ کرنا ہی
 قرین قیاس اور عقل و نظریہ کے سوائے ہے، اگر تفاوت مراتب اور امتیاز
 مدارج کے کچھ میں کوئی مداخلت اور اشتغال نہ ہے۔

اس امر کو ملحوظ رکھ کر میں یہ کہتا ہوں کہ مشورہ فطرت کا مستحقا ہے جس
 کے خلاف کیڑا ہو سکتا ہے، بلکہ اگر مشغولیات ظاہر ہوں تو یہ حکمت کے
 خلاف ہوگا، سفاربت ہوگی۔

جو لوگ خدا کے بیان و وحی میں اپنی جان، اپنی آبد، تجلی پر رکھ کر
 خدا کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور خدا ہی ان سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ "آج
 تمہاری سب کی نجات میرے ہاتھ میں منحصر ہے، ضروری ہے کہ تم ان کی وحی
 سے علم عبادت سے بلا تزلزلہ و تزلزلہ خدا کی قدرت کے ظاہر ہیں، جو کہ تمام دنیا
 کو اپنی نظیر پیش کرنے سے بے شکا وہی اور تمام مخلوق کو عاجز کر دے، یہ ہی
 معنی میں مجبور کے۔

یاد رکھئے کہ "مجبور" خدا کا فعل ہوتا ہے، اس کو نبی کا کھنا سخت
 لفظ ہے۔

خدا کی فعل انسانی افعال سے جدا ہے، ممتاز ہوتا ہے، بلاشبہ خدا کی فعل اور

عبدوں کے اعمال میں غواہ امتیاز ہوتا ہے۔ شہادتی کلام کی نقل بندہ آتا ہے لیکن حقیقی معرکہ اصل اور نقل میں کسی امتیاز سے نہیں ہو سکتا۔

گلاب خدا کا بنایا ہوا ہے۔ اب تم بھی گلاب کا نڈ و فیرو کے ٹھیل بنائے ہو تو اسے پھول پر پانی کا ایک چھینکا پڑھانے تو تہذیب و سنت کا سامان کامل ہوتا ہے۔ لیکن شہادتی پھول پر پانی گناہ ہے کہ اس میں اور زیادہ صفائی اور تازگی ضرور رکھنی چاہئے۔

انسان جن مسائل و دشواریوں کی تصویر کھینچ رہا ہے مگر پھول کی آنکھ، ہنسی کا پیر، چہرہ کی ہانگ، یکہ ایک ہر گاہ و نام علم ہی کر بھی نہیں جاسکتا۔ لاکھوں جیسے کہ وہوں میں ہونے و نیکے مشاعرے بنائے ہیں مگر پھول کا ایک یہ بنانے سے داخل عاجز ہیں۔ *لن یخلفوا ذبأ و نورا و حیا و اللہ اعلم*۔ اس کا نام شہادتی فعل ہے اور جب ایسا فعل بدوں تو سوا ان اسباب کے جو اس کی نگہوں کے لئے مستعار ہیں کسی مہلی نیرت کے داخل نہیں ہوتا۔ جو اس کا نام مخبرہ ہو جاتا ہے۔

مخبرہ کرنی فن نہیں | پس جب یہ ثابت ہوا کہ مخبرہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو بدوں تعالیٰ اسباب کے مخبرہ بنیے ہو تو وہ دوسرے تعالیٰ کاموں کی طرح اس میں بھی کسی مشاعرے کی مستند کو دخل نہیں ہو سکتا۔ تاہم یہاں تعظیم کلمات مسخر خیم، محرم، شہیدہ ہانہ کی طرح مخبرہ کرنی فن نہیں جو تسلیم دوسرے سے حاصل ہوتا ہو۔ یہ فنون سیکھنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن مخبرہ میں تعظیم تو تسلیم ہے۔ دنیا کا کچھ اختیار اس میں پلٹتا ہے نہ مخبرہ مصدر کہنے کا کوئی خاص

مناظر اور قصائد ان کو سکھایا جاتا ہے کہ جب چاہیں وہیہا عمل کر کے وہیہا ہی مخبرہ دیکھ دیا کریں بجز کسی طرح ہم تو کہہ سکتے ہیں اور بظاہر مسلم ہوتا ہے کہ تم کہتا ہے کوئی حقیقت اس کو کہنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا یہی صورت مخبرہ کی ہے ایسا نہیں کہ انہی اس وقت چاہیں مٹھا آٹھو یا سے پانی کے شے چاہی کریں بجز اس وقت اللہ تعالیٰ کی حکمت ہاں مقصد ہوتا ہے جاری ہو سکتے ہیں۔ برصاف فنون محرم و فیرو کے تسلیم و تقبل حاصل کئے جاتے ہیں ان پر حین وقت چاہیں قرآن و مقصد اور خاص خاص کی پابندی ہے کیساں تالیق اور ایک ہی طرح کے آثار و کیفیات دکھانے جاسکتے ہیں مگر آج تک درمیان نمونہ و اعجاز کی طرف سے کوئی دور گاہ معجزہ دیکھنے سکھانے کی ذمہ داری قاصد اور ضابطہ مہم ہوتا ہے۔

کوئی کتاب تعظیم مسخر خیم کو طرح نمونہ سکھانے والی تصنیف کی گئی ہے کہ وہ کلام کا فعل ہوتا ہے ہر نام دنیا کو لکھا ہوتا ہے۔ اگر اعمال میں سے ہے تو اس میں فعل سے دنیا عاجز ہے اور اگر انزال میں سے ہے تو اس میں کلام سے تمام دنیا کے برتنے والے مجبور اور دبا ہوا ہیں۔ پھول کے اختیار یا قدرت کریں اس میں نوسا فعل نہیں، اسی واسطے انہی سے جب خبرات طلب کئے گئے تو انہوں نے اللہ پر عمل کیا، فرماتے ہیں۔

وایکون ان کلومین کاذ حقیقی تطہیر لک من اللذین یطہرونا
او تکون کاذ حقیقی من جنین و حقیقی تطہیر اللذین
حیلتا تطہرونا او تطہیر اللذین ان تفتت فکنا کوننا

أَوْثَقَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ نِعْمَ اللَّهُ أَوْثَقَ لَكَ نَبِيُّكَ
وَأَطْرَافُكَ فِي السَّمَاءِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ خَشْيَةً
لَكَ لَآتَى عَلَيْكَ كَيْدَ الْفِتْرَةِ مَا كُنْتَ سَيِّئًا لِقَوْمِكَ
لَقَدْ كُنْتَ إِذْ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

(اور وہ تم سے کہتے ہیں کہ تم تو اس وقت تک تم پر ایمان نہیں
لاؤں گے کہ اگر لاہود سے تھے زمین سے کوئی پتھر یا ٹھکانا یا گھر میں
انگھروں کا ٹھکانا کوئی باغ ہوا یا اس کے بیچ میں تم جنت ہی نہیں
جاری کر سکتا یا جیسا کہ تمہارا خیال ہے آسمان کے ٹکڑے ہم پر
ڈاکر گراؤ۔ یا خدا! اور اللہ شوق کو بہانے سامنے لاکھڑا کر دیا
رہنے کے لئے شہداء کوئی ملائی گھر ہوا یا آسمان پر چڑھ جائے اور جیسا
تم وہاں جھپکے کتاب کا تذکرہ نہ کرنا کہ تم آپ اس کر کے ہمیں ہم
تہا سے چڑھنے کو بھی باہر کرنے والے نہیں۔ کہہ دو اسے تم کو علم
کو نہیں بدلتا تو ہمیں گمراہی و گمراہی ہوں۔ خدا! ہمیں جنتی توبہ
قریش کا نفل نہیں ہے خدا کا نفل ہے۔ جیسے قبضہ میں نہیں کہہ
چاہو تمہیں وہ وہاں جگہ جس قدر تمہاری تصدیق کی ملاوات کے
مگر یہ کافی اور مناسب ہوتا ہے تم پر کرنا ہے۔)

مخبر کو کچھ ایسے حالات کے ساتھ آنا ہے جب سرینی علیہ السلام نے فرعون
کو اس میں شبہ کی گواہی دہی ہے کو دعوت دی اور عرصہ کا مخبرہ
دکھایا اس کا وہاں دیکھنے کے لئے فرعون نے جیسے جیسے سامروں کو تین کیا

اور وہ بھی سرینی علیہ السلام کے ساتھ ہر اپنی لاشیاں اور دستیاں لے کر
پہنچ گئے۔ وہ جگہ ہوتے تھے کہ کوئی بھی ہمارے ہم پیشہ سامروں میں سامی تھے
کہا۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُبَلِّغٌ وَ مَا مَكَانُ تَكْوِينِ غَيْرُ الْمُبَلِّغِينَ

(جیسے تم ڈاکو کے نام)

مگر سرینی علیہ السلام نے فرمایا کہ "تم جیسا کہ جیب انہوں نے اپنی
لاشیاں اور دستیاں جھینگیں اور وہ جھپٹے جھپٹے سانپ نظر آئے تھے
(فَأَنْتَ خَيْرٌ فِي أَلْبَسِهِمْ عِنْهُمَا خَلْقًا سَوِيًّا) سرینی علیہ السلام اپنے دل میں ڈاکو
جدا کر اگر وہ بھی پیشہ ور سامر ہوتے تو وہ کی کوئی جہت تھی۔

شیخ کبیر فرماتے ہیں کہ حضرت سرینی علیہ السلام یہ خوف کرا لیا
ہوا اور کہیں طاری کیا گیا، یعنی خوف کا نشا کیا تھا اور اس کے حلقہ کی کتنی
ہالے میں کیا حکمت تھی؛ اگر کہا جائے کہ جہنوں کی صورت دیکھ کر ڈر گئے
تو کوئی علیہ السلام جیسے خبر کہ ان لاشیوں اور دستوں سے کوئی ٹوٹ نہیں ہو
برسکا تھا۔ خصوصاً جب کہ اس فریبت کے اعلیٰ خارق کا اثر بھی وہ
مترہ کر چکے تھے۔ ہذا پر جو واقعات عرصہ کا چرا، اُس پر لا محنت میں
چکے تھے یہ کہ وہاں بھی منافق ہوئے وَلَوْ مَشَاهِدًا وَلَوْ كَيْفَ جَسَدِمْ
موت میں کہا گیا۔

لَا تَحْتَفِزُ إِنِّي لَا تَحْتَفِزُ لَكَ فِي الْمَرْسَلَاتِ

(اے سرینی مت ڈر وہاں انجیل وہ انہیں کرتے)

پھر دوسری مرتبہ فرعون کے سامنے اسی ڈال کر بھی دیکھ کے تھے۔
 شیخ فرماتے ہیں کہ پہلے دن پہاڑ پر بھڑی غوث تھا جو کہ وہیں ٹھکل
 چکا تھا۔ اب دوسری دن جو غوث سامعین کے مقابلہ میں طاری ہوا، یہ اسٹیج
 سے کہ کوئی عیسائیاں ہاتھ تھے کہ جسے سامعین کوئی طاقت اور قدرت
 نہیں، لیکن سامعین کی اس شعبہ بازی کے سامنے حق کا کورسٹ نہ ہو
 جانتے اور بے وقت لوگ اس جھوٹے کرشمے کو دیکھ کر فرشتے میں نہ پڑ جائیں
 چنانچہ جواب میں ارشاد ہوا۔

لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَافِلُونَ
 (نورہ مست تم ہی سرگھبرا کر رہو گے)

یہ فرعون کا منشا تھا آگے اس کی حکمت جان فرماتے ہیں کہ جب وہ لگنے
 اور ڈسے ہوئے آدمی پر غوثی گھبراہٹ کے ساتھ ہمدیا ہو گئے ہیں ان کو
 غوثی سس کر کے سامعین کیجے کہ ہمدیا ہو گئے آدمی پر لڑائیں۔ تاکہ مذکورہ اس کو
 کوئی ساراہ عمل دیا مسلم نہیں جس سے ہمدیا متقابل میں قلب کا ظن
 رکھ سکے۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا اور باذان اٹھ نام ہوا
 کے سامعین کو لگایا تو سامعین کے دل بھی کر گیا کہ یہ حق سے باز کوئی اور طاقت
 ہے۔ وہ سب بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور پچھانے کہ ہم بھی موسیٰ اور
 فرعون کے پہرہ دگار پر ایمان آتے ہیں۔ فرعون نے بہت کچھ دیکھیں ہیں
 اور فرعون کو ناچا کر ان کا جواب صرف یہ تھا۔

فَأَنْصَبْ مَا أَنْتَ فَعْمَلٌ لِّمَنْ آتَاكَ تَفْخِيْرٌ هَذَا هُوَ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا
 أَنَا أَنَا بَرٌّ مِّنْ سَائِرِ الْعَالَمِيْنَ لَمَّا خَلَقْنَاكَ مِن مَّاءٍ كَافِرًا تَفْخِيْرًا
 مِّنَ الْمُتَخَفِرِيْنَ وَاللَّهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ

اور کچھ تھے فیصلہ کرنا ہے کہ گزر قراس سے زیادہ نہیں کہ صرف
 اسی دنیا کی رحمت و روزہ زندگی کا فیصلہ کرنا ہے جو تو اپنے
 ہی دلائل پرست، پروردگار پر ایمان لائے ہیں تاکہ وہ ہماری
 خطائیں اور ان ساراہد عموکوں کو سمات فرماتے جو تو کے ہم سے
 تیرا حق کرانیں اور اللہ سب سے بہتر اور ہمیشہ جانی رہتے (ہو ہے)۔

اور جو لوگ وہی آیات و نجات دیکھ کر بھی وہ حق پر نہ آئے ان کا حال یہ تھا
 وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَٰرًا وَسَوَّغْنَا لَهَا فَكْرًا فَكْرًا

انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ علم سے اور نیچائی سے
 عاجز ہو کر ان کے دلوں کو چھائی کا، چھائی کا، چھائی کا، چھائی کا
 نور و فرعون کو غیب کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں
 لَقَدْ كَذَّبْتَ مَا أَتَىٰكَ الْكُرْآنُ هُوَ لَكُمُ الْآيَاتُ الْبَيِّنَاتُ وَالَّذِيْنَ
 بُعِثْنَا بِرَأْسِيْ ۗ لَا حُكْمَ لَكُمُ الْيَوْمَ إِلَّا رِءُوسُنَا فَذَرْهُمْ
 (فرعون جانتا ہے کہ آیات آسمان و زمین کیجے پروردگار کے صراحت
 کسی نے نہیں آدریں اور فرعون و چھائی میں کچھ سمجھا نہیں کرتے
 اس لوگ کے اور پھر، پاکت میں گر چکا ہے)

مُعْزِزٌ هُوَ الَّذِيْ كَفَّرَ عَنْكَ رِءُوسُنَا فَذَرْهُمْ
 (مُعْزِزٌ هُوَ الَّذِيْ كَفَّرَ عَنْكَ رِءُوسُنَا فَذَرْهُمْ
 سے ہم اس تجربے کو)

پہنچے ہیں کہ مخبرہ نے تحقیقات میں شمال کی طرف سے تربت کی اصل تصدیق ہے۔
 ہر شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں ہی ہوں یعنی حق تعالیٰ نے مجھ کو اپنے منصب
 سعادت پر مقرر فرمایا ہے اور تمام حق فراموشی سے بھر کر اپنے فراموشی و ہدایات
 پہنچانے کے لئے چھٹا دیا ہے۔ کجیات ابوی سے بہرہ و ہر نام صرف میرے
 ہی اتباع میں منحصر ہے۔ میرے اتباع سے الگ ہر کج خطاب اپنی سے نکلنے
 کی کوئی سبیل نہیں۔

یہ سب دعوائی تھا تھا لے کے سامنے، اُس کی زمین پر، اُس کا گناہ
 کسے نیچے یا اونچے بنا دیا، بارگاہِ حق ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ جل شانہ میرے
 اہل و عیال اور زبان سے وہ چیزیں ظاہر فرمائے گا جو اس کی تمام باتوں کے خلاف
 ہوں گی اور دنیا اُن کی مثال کرنے سے عاجز ٹھہرے گی۔ پھر اسی کے موافق
 مشاہدہ بھی کیا جاوے گا جو قرآن عظیم خدا کی جانب سے اُس کے دعوے کی عملی
 تصدیق ہے اور خدا تعالیٰ چاہے کہ جو بھی تصدیق نہیں کر سکتا، اِنسانی کا دھونے
 مخبرہ کے ٹھکانے کے بعد چھٹا ثابت ہو جاتا ہے۔

اسی لئے بلا خوف تردید یہ یقین رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہر مقام پر انہیں
 کا سچا اور صداقتی گواہ دے، کسی انسان کو یہ دسترس نہ دے گا کہ وہ
 تربت کا جھوٹا دعویٰ کرے، ہر ایسے خلاقِ عبادت و کفالت رہے کہ دنیا اِس
 کے مقابلے سے عاجز ہو جائے، مزید ہے کہ کئی ایسے حالات برسرِ روئے کار لائیں
 کہ اِس کی طرف سے جبر کے عملی تصدیق دہانے پائے۔

فعلی تصدیق کی مثال | آپ مجلسوں میں دیکھتے ہیں اور کہنے والوں اور پڑھنے والوں

کا حال سنتے ہیں کہ جب کسی مسئلہ، تجربہ یا کتاب پر بحث چھیڑ جاتی ہے
 تو فریقوں کی ہر دو آراء اور رذدہ کلمہ کے بعد فیصلہ کا حار اس پر
 ہوتا ہے کہ دائیں ٹھکانے کی باتیں، میں کے لئے شکر، ابوس سے ادا تھا
 جانتے ہیں اور یہی ادا تھا ہونا یا ادا تھا اس ریزویریشن کی تصدیق
 تاخیر یا تخریب و تردید کے لئے کافی ہوتا ہے۔ مذاہب ان کے قطعاً مشرف
 نہیں ہوتے۔

ایک شخص کی نسبت ایک جلسہ میں ناشکی جاتی ہے کہ آیا جھوٹ کر
 اس پر اعتماد ہے، اس پر ادا تھا دینے جاتے ہیں، وہیں اس بات کی طاقت
 ہوتی ہے کہ اُن سب کی باتوں اور شخص کے حق میں ہے، ہم وہی راستہ سیکھنا
 و قرار پانے ادا تھا کہ اُن پر ادا تھا اس کو کسی چیز کے ثابت کرنے یا ذکر کرنے
 کوئی داخل نہیں۔ لیکن یہ جہاں انہوں کی وضع میں اور تربت اہل کجیات
 اور کوٹھا دینا جب کسی ریزویریشن کی تیسرہ واکار یا کسی دوسرے کی صحت
 جہاں کی آراء انہوں کے موافق ہو تو انہوں سے غمی انسان کو یہی شک و شبہ
 کی گواہی نہیں دیتی، اِس وقت کھڑے ہونے ادا تھا ہی کے شمار سے
 رائوں کا شمار کر لیا جاتا ہے اور پھر بڑے ناگوار اور عظیم دشمن مسائل کے فیصلے
 ادا تھا کی اِس غیر میں حرکت پر بے حرج و دہما ہو جاتے ہیں پس میں طرقت
 ادا تھا کا بچے دکھانے کہنا ادا تھا کی حالت اور وضع میں کے موافق ہے اور
 اور کہ ادا تھا کسی بھی خاص ضرورت اور مصلحت سے ہوتا ہے اور یہی غیر طرقت
 وضع جب کسی ریزویریشن پر ادا تھا جینے کے اعتبار کی جانے تو اِس پر ہرگز

یا دوست کی ہے شک و شبہ تصدیق و تائید بھی باقی ہے۔

شیک ای طرح ہی تعلق شانہ کا ہر فعل ہم معنی طبیعت کے سلسلہ میں نظر پڑتا ہے۔ اس کی عام نسبت اور صفت کیفیت ہے اور جو اسباب سے طبعی ہو کر کسی خاص صفت اور صفت کے انعقاد سے ظاہر ہوئے خرقی صفت ہے۔ اور یہ فرق صفت صفت جب کسی شخص کے وہی نسبت اور توحی کے ہر اس سے رہا اس کے کہنے کے کوئی صلاہ ہوئے مجوزہ ہے کہ جو اس جانب صفت اس کے وہی کی معنی تصدیق ہے۔

مجوزہ و کرامت اور تقی | لیکن اسی کے مشابہ کوئی فرق صفت اگر کسی نبی کے متعلق اس کے وہی نسبت ہی صفت اور توحی سے پہلے ظاہر ہو اس کو کہ اس کہتے ہیں اور اگر کسی غیر نبی کے ادا پر اتنا ہی نبی کی جگہ سے اس قسم کے خارق عبادت نشانات دکھائے جائیں تو اس کا نام کرامت ہے۔

کرامت اور استدراج کا فرق | ان ایکس چیز ان نبیوں کے سوا اور ہے جس کو صحیحین کی زبان میں استدراج کہتے ہیں یعنی وہ خارق عبادت و گامہ یا گامس یا کار، گلوہ، خاصیت و کافر مشرک اور کذاب انبیاء کے ادا سے ظاہر ہوتے ہیں مگر یہ خوارق بھی صورتہ اسی خوارق سے مشابہ ہو سکتے ہیں یہی کلام ہونے کرامت کہلاتے ہیں لیکن وہ ان کے نزدیک ان دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک شیب المظہرین مولود اور ایک ولد الانامین۔ کہ جلاہر و دوشل نیچے یکساں شکل و صورت رکھتے ہیں اور معنی طور پر دونوں ایک ہی طرح کی صفت و عمل کا نتیجہ ہیں۔ مگر فیض اس لئے کہ ان میں سے ایک صفت

فعل عام کا نتیجہ اور خاص عمل مشبوع اور شیب کا ثمر ہے، ہم پہلے کے تو لو کہ مذہب و دعا و غیرت اور دوسرے کی ولادت کو ثمرہ اور موجب مسرت و تہلیل کہتے ہیں۔

شیک اسی طرح جو "خوارق عبادت" اتنا رسول اور خدا نے حامد کی پرستش کا نتیجہ ہوں وہ کلامات اولیاء یا کیفیت ہیں جن کے سوا کبھی تصور نہیں کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو "خوارق" اتنا شیطان عبادت لڑائی، نفس و فہر اور انکار الہی اور انہی کے ثمرات ہوں ان کا نام استدراج اور "تصرف شیعہ" ہے۔ اور اسی جگہ سے جلاہر یہ خیال ہے کہ ہم صرف کرامت سے وہی کو نہیں پہچان سکتے بلکہ وہی سے کلامات کو پہچانتے ہیں اور بڑے مشکل کا مقام ہے کہ توحی تھانے کے بعض اپنے فضل سے ہم کو اس قسم کے طریق تکلیفیں دیا کرتے ہیں یا دراصل سے ٹھکر دیکھا ہے۔ واللہ ولی العزیز۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَقًّا قَائِمًا وَإِلَّا مَا

قَائِمًا وَإِلَّا مَا جَعَلًا كَأَنَّ مَا بَيْنَنَا

مِنْ رَبِّهِ نَبِيًّا وَنَبِيًّا سَيِّدًا

عَسَى أَنْ يَكُونَ مِنْكُمْ نَبِيٌّ

قَائِمًا وَنَبِيًّا

قَسَمًا

السر كتاب احکمت ايشا ثم فوجلت
اگر یہ کتاب میں کتاب کے آئینوں کے نام لکھے ہیں تو یہ کتاب ہے

اعجاز القرآن

بامناقر سال

۱۱ الروح في القرآن

۱۲ المغراج في القرآن

من تالیفات

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

ناشر

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی۔ لاہور

عرض نامہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۹۲۵ء - ۱۹۹۹ء) برصغیر کی ہیں چند
 نامور شخصیات میں سے ایک ہیں جن کی فتاویٰ فی الہن، سیاسی اور فطریاتی خدمات،
 دانش کے میدان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن کے شاگرد
 شاکر ہیں۔ تھے، دارالعلوم دیوبند سے تعلق رکھتے اور وہ ایک نامور
 محکمہ تعلیم و تربیت کی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ قیام پاکستان کی تحریک میں
 نمایاں خدمات انجام دیں اور پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور اور اسلامی قوانین
 کے تدارک کے لیے آخر عمر تک مفاد بھر کوشش کرتے رہے۔ حضرت علامہ روایتی علوم
 پر گہری دسترس رکھتے تھے اور قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ عقلی علوم پر بھی گہری
 نظر رکھتے تھے، تفسیر عثمانی، فتح الملہم اور المستقل نقل اور سورہ تاج و دیگر تصانیف
 سے ان کے تدریس، ترمیم و تکرار اور علم کی گہرائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ذرا نظر
 رسالہ "ماہ القرآن" اپنے موضوع پر حضرت علامہ کی بہترین تصنیف ہے
 جو آپ کی خدمت میں کھینچیں ہے۔ مزید بخارہ کے لئے رسالہ کے آخر میں حضرت
 علامہ کے دو اور رسالوں "الذیج فی القرآن" اور "المعراج فی القرآن"
 کا بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ تدارک ان حضرات اس تہذیب کوشش کو
 ناسخوں یافتہ ہیں گئے۔

دانشنامہ

ناشرین

ایضاً محمد زکی

بیتنا فی اللغات العربیہ
 لسانیات و لغویات

ان القرآن

المجلد

ان القرآن ۱۱

ان القرآن ۱۱

تبعیاً

ناشرین

مشتاق

ایضاً محمد زکی

فہرست مضامین اعجاز القرآن

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۲۳	تفسیر	۴	دینی کی تعریف اور اسکی ضرورت
۲۴	کیوں؟ کا سوال کہیں نہ کہیں ہم	۵	دینی سے انکار کرنا ہونے کی مثال
۲۵	کون ضروری ہے	۸	دینی کی طوط انسان امتیاز
۲۶	کیوں؟ کے بعد کہنے میں ٹھہر	۹	نزول دینی میں تدریج
۲۷	اور سورہ کا فرق	۱۱	دینی کا تشریحی وغیر تشریحی ہونا
۲۸	سنت اور عادت - کیا فرق	۱۲	دینی میں فرائضی تقاضات کی گمانش
۲۹	فرق عادت - کی حقیقت	۱۳	سنت خاصہ اور عادت عام
۳۰	آریہ کا مذہب	۱۵	قرآن اور اس کی جامعیت
۳۱	عادت عام وغامض	۱۶	نئی آہنی اور اس کا اہتمام قرآنی
۳۲	مجموعہ - مذاکرہ فاضل اور اس کی	۱۷	دلیل اکریم کا آہنی ہونا
۳۳	خاصی عادت ہے	۲۰	قرآن نے کس طرح لوگوں کو مایوس کیا؟
۳۴	ہم نے خدا کو ملنے کا سوچنا سیکھا ہے	۲۱	عذابی کلام کے پرکھنے کی کسوٹی
۳۵	مجموعہ کوئی نئی نہیں	۲۲	کیا قرآن اس کسوٹی پر پھرا تدریج
۳۶	مجموعہ کے حالات	۲۳	فیض کی بے نظما تفسیر اور سورہ کا آہنی
۳۷	مجموعہ میں دعویٰ نبوت کی شرط	۲۴	قرآن کی طاعت سے مقابلہ کا پہلی
۳۸	مجموعہ کا نبوت کی نقل تصدیق ہونا	۲۵	قرآن کس شخص کا کلام نہیں ہو سکتا
۳۹	فصل تصدیق کی مثال	۲۶	عذابی کلام سے عذابی شان کا ظہور

۲۴	قرآن کی فصاحت اور اہل علم	۲۷	روح قرآنی کے متعلق چند نظریات
۲۵	قرآن کا اصل اعجاز	۲۸	لفظ - امر کی تشریح اور اسکی مطلق
۲۶	کلام خداوندی سے رسالت کا تعلق	۲۹	کافرق
۲۷	نزول قرآن کی وقت نہی کی کیفیت	۳۰	مطلق - کیا ہے ؟
۲۸	نبوت کی وقت رسول اکرم کی کیفیت	۳۱	امر - کیا ہے ؟
۲۹	قرآن کا اثر سامعین پر	۳۲	روح کا سبب صفت کلام ہے
۳۰	جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۳۳	روح کا جسم لطیف ہونا
۳۱	کی اخلاقی و عقلی قوت	۳۴	غواب کی مثال
۳۲	قرآن کریم کی عظمت	۳۵	روح عادت سے اور اسکا سبب قریم
۳۳	قرآن کریم کی تعلیم	۳۶	نئی ہرگز ظہور کے کلام کا فرق
۳۴	قرآن میں صفات خداوندی کا ذکر	۳۷	روح جو ہے یا جسم لطیف
۳۵	قرآن کریم کی تفسیر طوس اور سوانی	۳۸	روح کا بدن سے جدا ہونا
۳۶	قرآن میں ایک مضمون دوسرے	۳۹	روح کا سرچیز میں ہونا
۳۷	مضمون سے مشغوب نہیں ہونا	۴۰	
۳۸	قرآن میں نہیں خبریں	۴۱	
۳۹	خاصہ کلام	۴۲	
۴۰		۴۳	
۴۱		۴۴	
۴۲		۴۵	
۴۳		۴۶	
۴۴		۴۷	
۴۵		۴۸	
۴۶		۴۹	
۴۷		۵۰	
۴۸		۵۱	
۴۹		۵۲	
۵۰		۵۳	
۵۱		۵۴	
۵۲		۵۵	
۵۳		۵۶	
۵۴		۵۷	
۵۵		۵۸	
۵۶		۵۹	
۵۷		۶۰	
۵۸		۶۱	
۵۹		۶۲	
۶۰		۶۳	
۶۱		۶۴	
۶۲		۶۵	
۶۳		۶۶	
۶۴		۶۷	
۶۵		۶۸	
۶۶		۶۹	
۶۷		۷۰	
۶۸		۷۱	
۶۹		۷۲	
۷۰		۷۳	
۷۱		۷۴	
۷۲		۷۵	
۷۳		۷۶	
۷۴		۷۷	
۷۵		۷۸	
۷۶		۷۹	
۷۷		۸۰	
۷۸		۸۱	
۷۹		۸۲	
۸۰		۸۳	
۸۱		۸۴	
۸۲		۸۵	
۸۳		۸۶	
۸۴		۸۷	
۸۵		۸۸	
۸۶		۸۹	
۸۷		۹۰	
۸۸		۹۱	
۸۹		۹۲	
۹۰		۹۳	
۹۱		۹۴	
۹۲		۹۵	
۹۳		۹۶	
۹۴		۹۷	
۹۵		۹۸	
۹۶		۹۹	
۹۷		۱۰۰	
۹۸		۱۰۱	
۹۹		۱۰۲	
۱۰۰		۱۰۳	
۱۰۱		۱۰۴	
۱۰۲		۱۰۵	
۱۰۳		۱۰۶	
۱۰۴		۱۰۷	
۱۰۵		۱۰۸	
۱۰۶		۱۰۹	
۱۰۷		۱۱۰	
۱۰۸		۱۱۱	
۱۰۹		۱۱۲	
۱۱۰		۱۱۳	
۱۱۱		۱۱۴	
۱۱۲		۱۱۵	
۱۱۳		۱۱۶	
۱۱۴		۱۱۷	
۱۱۵		۱۱۸	
۱۱۶		۱۱۹	
۱۱۷		۱۲۰	
۱۱۸		۱۲۱	
۱۱۹		۱۲۲	
۱۲۰		۱۲۳	
۱۲۱		۱۲۴	
۱۲۲		۱۲۵	
۱۲۳		۱۲۶	
۱۲۴		۱۲۷	
۱۲۵		۱۲۸	
۱۲۶		۱۲۹	
۱۲۷		۱۳۰	
۱۲۸		۱۳۱	
۱۲۹		۱۳۲	
۱۳۰		۱۳۳	
۱۳۱		۱۳۴	
۱۳۲		۱۳۵	
۱۳۳		۱۳۶	
۱۳۴		۱۳۷	
۱۳۵		۱۳۸	
۱۳۶		۱۳۹	
۱۳۷		۱۴۰	
۱۳۸		۱۴۱	
۱۳۹		۱۴۲	
۱۴۰		۱۴۳	
۱۴۱		۱۴۴	
۱۴۲		۱۴۵	
۱۴۳		۱۴۶	
۱۴۴		۱۴۷	
۱۴۵		۱۴۸	
۱۴۶		۱۴۹	
۱۴۷		۱۵۰	
۱۴۸		۱۵۱	
۱۴۹		۱۵۲	
۱۵۰		۱۵۳	
۱۵۱		۱۵۴	
۱۵۲		۱۵۵	
۱۵۳		۱۵۶	
۱۵۴		۱۵۷	
۱۵۵		۱۵۸	
۱۵۶		۱۵۹	
۱۵۷		۱۶۰	
۱۵۸		۱۶۱	
۱۵۹		۱۶۲	
۱۶۰		۱۶۳	
۱۶۱		۱۶۴	
۱۶۲		۱۶۵	
۱۶۳		۱۶۶	
۱۶۴		۱۶۷	
۱۶۵		۱۶۸	
۱۶۶		۱۶۹	
۱۶۷		۱۷۰	
۱۶۸		۱۷۱	
۱۶۹		۱۷۲	
۱۷۰		۱۷۳	
۱۷۱		۱۷۴	
۱۷۲		۱۷۵	
۱۷۳		۱۷۶	
۱۷۴		۱۷۷	
۱۷۵		۱۷۸	
۱۷۶		۱۷۹	
۱۷۷		۱۸۰	
۱۷۸		۱۸۱	
۱۷۹		۱۸۲	
۱۸۰		۱۸۳	
۱۸۱		۱۸۴	
۱۸۲		۱۸۵	
۱۸۳		۱۸۶	
۱۸۴		۱۸۷	
۱۸۵		۱۸۸	
۱۸۶		۱۸۹	
۱۸۷		۱۹۰	
۱۸۸		۱۹۱	
۱۸۹		۱۹۲	
۱۹۰		۱۹۳	
۱۹۱		۱۹۴	
۱۹۲		۱۹۵	
۱۹۳		۱۹۶	
۱۹۴		۱۹۷	
۱۹۵		۱۹۸	
۱۹۶		۱۹۹	
۱۹۷		۲۰۰	
۱۹۸		۲۰۱	
۱۹۹		۲۰۲	
۲۰۰		۲۰۳	
۲۰۱		۲۰۴	
۲۰۲		۲۰۵	
۲۰۳		۲۰۶	
۲۰۴		۲۰۷	
۲۰۵		۲۰۸	
۲۰۶		۲۰۹	
۲۰۷		۲۱۰	
۲۰۸		۲۱۱	
۲۰۹		۲۱۲	
۲۱۰		۲۱۳	
۲۱۱		۲۱۴	
۲۱۲		۲۱۵	
۲۱۳		۲۱۶	
۲۱۴		۲۱۷	
۲۱۵		۲۱۸	
۲۱۶		۲۱۹	
۲۱۷		۲۲۰	
۲۱۸		۲۲۱	
۲۱۹		۲۲۲	
۲۲۰		۲۲۳	
۲۲۱		۲۲۴	
۲۲۲		۲۲۵	
۲۲۳		۲۲۶	
۲۲۴		۲۲۷	
۲۲۵		۲۲۸	
۲۲۶		۲۲۹	
۲۲۷		۲۳۰	
۲۲۸		۲۳۱	
۲۲۹		۲۳۲	
۲۳۰		۲۳۳	
۲۳۱		۲۳۴	
۲۳۲		۲۳۵	
۲۳۳		۲۳۶	
۲۳۴		۲۳۷	
۲۳۵		۲۳۸	
۲۳۶		۲۳۹	
۲۳۷		۲۴۰	
۲۳۸		۲۴۱	
۲۳۹		۲۴۲	
۲۴۰		۲۴۳	
۲۴۱		۲۴۴	
۲۴۲		۲۴۵	
۲۴۳		۲۴۶	
۲۴۴		۲۴۷	
۲۴۵		۲۴۸	
۲۴۶		۲۴۹	
۲۴۷		۲۵۰	
۲۴۸		۲۵۱	
۲۴۹		۲۵۲	
۲۵۰		۲۵۳	
۲۵۱		۲۵۴	
۲۵۲		۲۵۵	
۲۵۳		۲۵۶	
۲۵۴		۲۵۷	
۲۵۵		۲۵۸	
۲۵۶		۲۵۹	
۲۵۷		۲۶۰	
۲۵۸		۲۶۱	
۲۵۹		۲۶۲	
۲۶۰		۲۶۳	
۲۶۱		۲۶۴	
۲۶۲		۲۶۵	
۲۶۳		۲۶۶	
۲۶۴		۲۶۷	
۲۶۵		۲۶۸	
۲۶۶		۲۶۹	
۲۶۷		۲۷۰	
۲۶۸		۲۷۱	
۲۶۹		۲۷۲	
۲۷۰		۲۷۳	
۲۷۱		۲۷۴	
۲۷۲		۲۷۵	
۲۷۳		۲۷۶	
۲۷۴		۲۷۷	
۲۷۵		۲۷۸	
۲۷۶		۲۷۹	
۲۷۷		۲۸۰	
۲۷۸		۲۸۱	
۲۷۹		۲۸۲	
۲۸۰		۲۸۳	
۲۸۱		۲۸۴	
۲۸۲		۲۸۵	
۲۸۳		۲۸۶	
۲۸۴		۲۸۷	
۲۸۵		۲۸۸	
۲۸۶		۲۸۹	
۲۸۷		۲۹۰	
۲۸۸		۲۹۱	
۲۸۹		۲۹۲	
۲۹۰		۲۹۳	
۲۹۱		۲۹۴	
۲۹۲		۲۹۵	
۲۹۳		۲۹۶	
۲۹۴		۲۹۷	
۲۹۵		۲۹۸	

اعجاز القرآن

تہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَضَعَ سَلَامًا عَلٰی جِبَاہِ الْاَنْبِیِّیْنَ اَصْلَافِیْ

امایہ

زمانہ کے حالات اسوقت مفسرین ہوتے تو وہ لکھتے ہو تو یہ ہے کہ اللہ کے
 ایسی تعادیر کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے۔ انیسواہم کے مہم رسول نے قرآن کی
 تفسیق اور قرآن کریم کی تخریب و تخریب اور اس کی عظمت شان عالیہ کو زوال
 لڑنے سے ڈراؤر واضح مستقبل اور وہ تفسیریں جاری ہیں جو ان کی تائید اور طلبہ
 کی ایک جماعت کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ بیان سے ہٹا کر اپنے ہاتھ
 کم علم صحابیوں کے ایمان کی حفاظت اور منکرین یا مشنگوں کی خدا کی ہمت تمام
 کر سکیں۔ اس نیت سے اس ناچیز نے چند روز ہوئے کہ ایک سلسلہ جاری
 کا شروع کیا اور جو کہ کچھ عرصے سے آروں کے شور و فوجانے علی علی علی
 اور اسبابی مفسرین میں حمایت حق کا جیساں پیدا کر رکھا ہے۔ اس سے ان
 میں مصونیت سے آئے علاج کے اصول و نیابت بری رہے ہیں۔ یہ ہم ہائے
 سے پہلے میں نے نہ سب خیال کیا کہ قرآن کریم کے اعجاز اور حکام الہی ہونے

مشتق ایک جوڑ اور متصل تقریر کو دی جائے جس کے بعد ایک انصاف پرست
 اور طالب حق کے لئے یہ گہنی نخل باقی رہے کہ وہ قرآن کریم کی عظمت و جلال سے
 انکار کر سکتے یا اس کی دشمنی کے قبول کرنے سے ڈراؤرانی کہے۔ اس نیت کے
 ضمن میں اور بھی کئی مفید اور اہم بحثیں آگئی ہیں اور ایسا ہونا گوارا تھا
 قرآن کی تفسیق اس وقت مدخل کو پہنچ سکتی تھی کہ اول اعجاز کی بحث ہو یعنی یہ
 کو سمجھو کیا چیز ہے اس کی ضرورت کیا ہے۔ اس کا وجود قطعاً اور انجیر کے
 غلاف تو ہیں، وہ دلیل خود کس طرح بن جاتا ہے۔ اور پھر جیسے فعل ہوا
 ہے تو لی ہی ہوا ہے و پھر بتلانا ہو گا کہ وہی کیا چیز ہے اس کی ضرورت
 بتلانا کو کیا ہے، اس میں تدریج پر مستحسن سے یا نہیں، قرآن جیسے ہم سب سے
 آخری وحی الہی اور حکام الہی ہانی لائے ہیں۔ اس کو ہم کیوں پھر کہتے ہیں۔ اور
 کس طرح حکام الہی اور وحی ربانی لائے ہے پھر ہونے ہیں و مضمون
 جب اپنے نزدیک عمل ہو گیا اور بقدر کتابت اس کے سب اطراف و احاطہ
 میں آئے تو بعض اسباب کی عقوبت کی ہوتی یا دوستوں کو خاکسار نے ایک
 رسالہ کی صورت میں مرتب کر دیا تاکہ غائبین کے حق میں بھی اس کا نفع عام
 ہو اور مضمون چھپ کر خیانت سے محفوظ ہو جائے۔ آئندہ بھی اگر نہ لائے تو توفیق
 دی تو یہی صورت اختیار کی جائے گی۔ جن لوگوں کو ان رسائل کے مطالعہ کا اختیار
 ہوا ہے سے میری تشریح و دعا ہے کہ وہ رسالہ کو ایک تقریر کی صورت میں لکھیں
 اور مہربانی فرما کر نقل سے آخر تک پڑھنا لیں۔ کیونکہ مضمون کا پورا اظہار
 فائدہ اس کے بغیر حاصل نہ ہوگا۔ بعض مضامین جو بہت ہی دلگشاہ

ہوتے ہیں خواہ ان کو کٹاری سہل مہانت میں دیا گیا جائے لیکن مہم لوگوں کو ان کے چڑھنے میں پھرتی دلچسپی نہیں چوسکتی، ایسے معرکہ آوار مسائل کی تحقیق میں، محقق کو اس طرح کے بعض مضامین سے آگاہ نہیں ہاجیتے۔ بلکہ مؤلف کو ان کے ترک، نہ کرنے میں معتد و خیال کیجئے اور بہت کر کے پوری کتاب کو پڑھ جائیے آخر لکھنے والے کی محنت سے تو پڑھنے والے کی محنت زیادہ نہ ہو گی۔ یہ ہی مضمون (الغیاث القرآن) جو آپ کے سامنے ہے اہل علم و تہذیب کو رکھتے ہیں کہ اس کا ابتدائی حصہ کسی قدر ضروری ہے جو کسی طرح صحت نہیں کیا جاسکتا تھا اور یہ کہ اس میں لکھے مشکل مسائل کو حل کیا گیا ہے جو لوگوں کے کاموں میں مستند الہام القرآن ہے اس لئے اولاً مجھے پند آیا ہے اصول بیادوی کے علم پر بیان کرنا ضروری نہیں جو قرآن کی عظمت اور الہام کے کچھنے میں مدد دیتے والے ہوں، لہذا وہ اگرچہ آپ کے نزدیک فی الحال اصل مہم سے تعلق ہوں مگر میں ان ہی سے اپنی تقریر کا آغاز کرتا ہوں۔ و باریکاتہ و توفیقہ

اصل اقل

”کیوں“ کا سوال کہیں نہ کہیں ختم کرنا ضروری ہے

گوئیات سب جگہ ثابت ہو جو واقعات و حواشی ثابت آتے ہیں۔ ہر چیز پر یہ سوال کیجئے ہیں کہ یہ کیوں ہوا مگر ہر شخص کو چاہئے ایک جگہ سچ کرے سوائے غلط کرنا چاہئے گا۔

تفسیر پر یہ مشق لکھی آگ میں ڈال دی اور آگ نے اس کو جلا دیا۔ تو سوال

ہو سکتا ہے کہ آگ نے اس کو کیوں جلا دیا؟ بالی آگ پر یہ باریا تو سوال ہو سکتا ہے کہ پانی نے آگ کو کیوں بجھا دیا؟ کسی نے زہر کھایا اور مر گیا تو سنا ہو سکتا ہے کہ زہر نے اس کو کیوں مارا؟ آگ کے دھبے پر صرف آگ ہی کیوں لگتا ہے؟ یہ سوالات وہاں بھی بڑا ہو سکتے ہیں۔ جو ہاں آئندہ کا مسئلہ اورادہ اور عقیدہ کے توسط سے ہو جیسے آگ کا جلا نا، زہر کا مار ڈالنا، آگ کے دھبے پر صرف آگ ہی کا لگنا، آگ اور آگ کے دھبے اور زہر کے اتاریا سے باہر ہے، لیکن اگر کہیں توسط اورادہ و عقیدہ میں ہو، تو وہاں یہ سوال اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی کافر اسلام لے آئے یا مسلمان مرتد ہو جائے۔

والعیاذ باللہ منہ، تو سوال کر سکتے ہیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ مگر سن کر ہر چیز کیوں، سوال کے تحت میں آسکتی ہے۔ سزا دیکھنا یہ ہے کہ کیا کہیں کیوں کا سلسلہ بندگی ہوتا ہے یا نہیں؟ یا اس کی نشانیں، جن کسی علم یا مان بدست کو سامنے رکھ کر کسی مشق ایک مخصوص علم کی چاری سے نرس ہوا تو یہ بددلت کرتے ہیں کھلم کھلا کیوں ہوا؟ جواب یہی ہے کہ اگر یہ سچے جوشم کے پھیلنے سے پھر یہ بددلت کر کے کہ جڑا فیم کیوں پھیلے کہا جائے گا کہ آپ و سوا کی خرابی ہے؟ بس ابھی یا ایک دو کیوں کا جواب دیکر کیوں کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور نتیجے آگ کیوں جلائی ہے، اس لئے کہ اس میں صحت مفروضہ ہے۔ حرارت مفروضہ آگ میں کیوں ہے، آگ کیوں کا سلسلہ بند ہو گیا اور اگر ساری دنیا کے فلسفہ اور حکماء بھی بیخ ہو جائیں گے۔ تو اس سے آگ کیوں کا جواب نہیں دے سکتے جو لوگ ناقص عقائد کو چھوڑ کر صرف

انہی پر جس طرح ماہرین کے خواص کو تمہاری کہتے ہو میں میں ارادہ اور اختیار کو کوئی دخل نہیں اس طرح نہیں کہو کہ اللہ تعالیٰ کا علم میرا نہیں ہے کہ تو ایک جگہ تمام اہل عقل کے نزدیک اذل ہے اور کو اختیار نہیں کہ وہ علم کو ایک منہ کے لئے اپنے سے جا کر کے جائزہ مانے وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار نہیں رکھا کہ وہ اپنے کو خواہ مخواہ بنے دے۔

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ
لَا يَسْأَلُ عَشَا يَلْقَىٰ
عَلِمَ يَسْأَلُونَ
وَمَا أَنْزَلْنَاهُ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَا خَلِقَهُ
سُخْرًا وَلَا يَكُونُ لِلنَّاسِ
عِلْمًا مِّنْ شَيْءٍ مِّنْهَا إِلَّا
أَعْلَمُ بِمَا فِي صُفُوفِهِمْ
وَنَزَّلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ مَنزُورًا
وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِهِ

اور میری اجابت سے کون ہے
اس کے کہیں کی نسبت سے نہیں ہے
نہاں اور نہ اس سے بہتر نہ ہو
اور تم کو نہ اس سے علم حاصل ہو
کہ جو تم سے پہلے ان لوگوں نے
نہاں اس کے نام کو نہیں پاتے تھے
تو یہ ہے نہ وہ علم ہے
وہ لوگ ہوں کہ اللہ سے تمہاری
اور ایک جگہ سے انہی پر نازل ہے

اصل و موم

قدرة اور عاوة مثل خلق عاوة کے مراتب، خرق عاوت کی حقیقت جو لوگ خدا کی رحمت اور اس کے وجود کے قائل ہیں، چاروں کو تسلیم کرتا ہے کہ اللہ کی ایک قدرت ہے اور ایک ارادہ اور ایک اس کی عاوت

جس پر جنہوں ایک اور سے سے ایک ایک ہے خود بخود عاوت میں بہادری سے انہیں ہونا ہے مثلاً عام طور پر ایسے لوگوں کے تعلق جو سادہ اسباب و سبب کے خلاف واقع ہوں کہ وہ اسے کہہ کر یا امر قانونی کے خلاف ہے اور اہل اللہ ہی بہادری سے بہت سے صحیح مسائل کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی ہی لحاظ ہے کہ یہ امر قانون قدرت کے خلاف ہے نہ لوگ اس لحاظ کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اس وقت میرا روتے میں وہ ہر یوں کی طرف نہیں آ رہی کی طرف ہے اور اگر یہی قانون قدرت کا غلط ہے استعمال کیا کرتے ہیں یا ان کو بھی پریشانی کو سر ٹیکٹیاں دکاؤ و تعلق رکھتے ہیں ہوا کہ ہم خدا کو تعلق ماننے میں پس اگر وہ واقعی سر ٹیکٹیاں اور عقائد تعلق ہے تو اس کی قدرت میں یقیناً یہ داخل ہے کہ وہ کہہ دیں سبب کے اور سبب کو دونوں سبب کے پیدا کرنے، مثلاً ایک نوجوان کو کہہ جاوے گا کوئی چیز میں جاوے گا کہ اسے نوجوان تو بہت سادہ اور خلق کی عاوت ہے دیکھتے ہیں کہ سچ ہے کہ وہ تم سے نکلتا ہے اور ہر تندرستی نشوونما آج ہے پتا چلتا ہے کہ نہیں دیکھا ہو گا کہ کوئی تمہاری آسمان سے اترا ہوا زمین سے آگ آیا ہو کہ اس عاوت سے تمہارے خلاف مان کے ہم اور خلق کے تو سب کے بدن انسان کو پیدا کرنا بھی اس سر ٹیکٹیاں کی عاوت میں داخل ہے، کیونکہ اللہ کا سبب یہ ہے کہ ذیل و اعلیٰ کی طرف یہ عالم میں بنا ہو کر پہلا ہوا رہتا ہے اور جیسے حالت کے ہر دن اور دن کے ہوا رہتا ہے اس طرح عالم کا سلسلہ قائم رہتا ہے بعد کی سے ہماری ہے

اور عالم کے فنا کے زمانے کو وہی نے کاٹنا دیکھتے ہیں اور اس وقت میں ان کے خیال کے موافق سارا عالم فنا ہوتا ہے اور سب کو مٹ سنا کر نواکی ذات میں سما ہوتا ہے اور یہی اس کی صورت ہے کہ ہر جہاں اور ہر جہاں خدا کی قدرت ادا ہو جاتی ہے ہاں سب کی صورت بنا اور ہوا جاتا ہے اور ایک مدت اور ایک استیلاط عالم نہیں بنی رہتا ہے اس کے بعد شمس سے پھر پورا ہوا جاتا ہے اور دنیا کا جو دور چل رہا ہے اس کا سب سوامی دنیا ہوتے رہے معلوم کس بجی کرتے سے لگا کر یہ کہا ہے کہ ایک سب جیسا کہ خدا کی ناکہ چڑھ کر جس سے دنیا ہو جو وہ اس سے پہلے خیر نہ تھی مرتبہ دنیا یعنی اور پورا ہوتی پہلی آئی ہے اور جو دور دور بھی اپنے وقت پر حسب ہوا چاہے کہ فنا ہوجائے گا اس مفیدہ کا اور اس وقت بہت نہیں بلکہ یہی ہے کہتا ہوں کہ حسب دنیا پرے کے بعد شمس سے پورا ہوتی ہے تو مختلف مخلوقات سے پھر جانا انسان کہاں سے آئے ہیں سوامی ورائند لکھتے ہیں کہ پست کے بعد پورا انسان پیدا ہوتے ہیں ان کی پہلی شکل کی کیفیت و شعارف طریق سے داخل ملیدہ ہے یعنی ہزاروں انسان پھیراں آپ کے جوان میں خدا کی قدرت سے اور اس کے ارادہ سے ہزاروں شعارف سلسلہ اسباب ظہور کے ہی ہاتھ میں آسکتے ہیں اور فریب یہ کہتا ہے وہ فریب قطعاً ہی نہیں دیکھتا کہ وہ اس کے بعد ہوا لکھتا کہ اس ظاہری سلسلہ اسباب میں ایسا جگہ ہرگز نہ کہہ کر خواہ اس کی ہر حکومت اور عدلیت کا اقتدار ہو کہ وہ ایک منٹ کے لئے ہی اسباب کے سلسلے ایک ہرگز کوئی ہونے سے بھی ناکام کرنے سے ہی ہرگز اور ناز ہر شہر ہے

ہر جہاں کے اعتزاز کے مطابق پرے کے بعد اس حالت اس وقت کے ہر وقت جہاں میں دنیا پر پکا ہے اور ہر وقت ہے کہ ہر جہاں میں نہیں آتا کہ ہم نواب سے ایک سب سال پہلے اس کے بعد ہوا تھا کہ ہر جہاں میں پورا ہے کہ انسان کو پیدا اور اسباب کے سبب سے کلا ہو کر وہ اب اس کی قدرت کو کہتا ہے سب کر دیا کہ ایک یا اور سب سال کے بعد یہاں ہرگز کے معلوم ہو کہ فرق حالت میں کچھ نہیں سلسلہ اسباب سے ظہور ہو کر اس میں یہی قدرت کے انہماک کے طور پر کوئی کام لیا کر اس کی قدرت کے شعارف نہیں ہیں ان حالت اور شعارف کے شعارف ہوگا اور اس کو قانون طورت کے شعارف کہنا بھی ہو کہ ہرگز قانون قدرت کے شعارف قرار دینا اس لفظ کا لفظ استعمال ہوا سلسلہ اسباب سے ہوا ہے شعارف اس کے شعارف کے موافق پہلے ہی شعارف کو آگ میں ڈال دیا اور وہ پہلے تو خدا کی اس عام عادت کے شعارف ہوا جو ان کے شعارف ہے کہ وہ جانے کا سبب ہے لیکن قدرت کے شعارف نہ ہو گا جس نے اس میں یہ خاصا شعارف دیے ہیں

آریوں کے چار نشیوں کے علاوہ کس اور سے خدا کا جملہ کار ہونا قدرت کے شعارف نہیں البتہ عادت کی شعارف ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہر پرے کے بعد چار ہزاروں کا اہتمام چار ہزار ہشتاس کو ہوا ہے جن کے نام ہی تھے ہیں وہ اب ان کی انگریز اور چہ کہا جاتا ہے کہ ہزاروں میں کو کار یا ایسے ستار انسانوں کا کوئی ہے نہیں وہ ہی اور ان کی کوئی

سوانح جلاکتی ہے بلکہ ان کو پورا انسان بنانا بھی سماجی دینار کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ یوں ہی کے دائرہ اثر تک محدود ہے دوسرے جسے جسے فرسے ہوئے کے اس تشریح دوسری طرح پر کرتے ہیں تاہم مجھے اس وقت اس سے بحث نہیں چھیے تو یہ کہتا ہے کہ گائیگ کے نزدیک ہر پرے کے میدان ہی پانچ دیشوں پر چاروں دن کا اہم جگہ کی باتیں ہوتی ہیں جو اسے ہر کوئی کتاب کسی پر نہیں آسکتی اور ہر پرے کے بعد ہی چاروں وقتوں میں کہ جو پہلے آکر چکے ہیں ان میں بھی تفریق و تبدیلی نہیں ہو سکتی ہیں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ ان میں چار دیشوں سے ابتدا سے آفرینش میں کلام کرتا ہے اور کسی سے نہیں کرتا۔ گویا خدا کا بندوں سے جملہ کام ہوا اس کی عام عبادت نہیں بلکہ خاص عبادت ہے جو اس زمانہ میں مخصوص بندوں کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ ملائکہ کے علاوہ اس سے میرا مواز نہیں کہ اگر وہ پانچ کوئی اور سے بھی کسی وقت کام کرے تو مجھے اس وقت یہ کہتا ہے کہ خود راہیوں کے اصول کے موافق ہر دور میں ہر ملک ایک ہوا میں ایک قوم ہے۔ اور ایک عادت ہے۔ اور یہ کہ عادت کے اختلاف کوئی کام کرتا نہیں کہتے۔ سے تبارق نہیں ہے پس اسباب سے مسبب کا پورا کرنا خدا کی عادت ہے اور مسبب کے مسبب بناوینا قدرت کا کام ہے۔ اسباب کا سارا سلسلہ قدرت کا بناوا ہوا ہے نہ کہ قدرت اسباب کی بنائی ہوئی سے اس لئے قدرت تو اسباب پر قائم ہوگی لیکن اسباب سے ملائکہ قدرت کے پائوں میں کوئی ذبح نہیں ڈال سکتے قرآن کریم نے بھی قدرت اور عادت میں تفریق کیا ہے۔

وَأُولَئِكَ مَأْتُهُمْ مَا يَشَاءُونَ لَنْ نَحْنُ اللَّهُ فَيُعَذِّبُهُمْ مَا يَشَاءُونَ
 یہ تو ان کی قدرت اور ارادہ کا نشانہ تھا۔ اس عادت کا یہ ان کی عادت کے لئے ہے۔

وَيُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِالْآيَاتِ الْكُبْرَىٰ
 یہ عظمت و کبر ہے جس پر لوگ گویا
 فَيُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ
 کہہ رہا تھا کہ ان کے عقائد، پیمانہ اس
 کہ گویا بدل نہیں سکتا۔
 وَلَنْ يَجِدُوا إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ
 خدا کی عادت سے تم پر کوئی تبدیلی و
 وَلَنْ يَجِدُوا إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ
 تفسیر پاؤ گے۔
 سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ
 یہ لاکھ عادت ہے ہر پندہ بندوں کے
 فِي عِبَادِهِمْ
 عقائد بدلنے سے بڑا آل ہے۔

یہ چیز قابل ستائش ہے اللہ عادت لائے ہے پس معلوم ہوا کہ عادت اور عقائد میں فرق ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ہفتہ عمارت بنا رہے کہ عمارت ہے یا کوئی ہفتہ مہاویل کھاتا ہے۔ یہ تو اس کی عادت ہوگی مگر باوجود اس کے میں وہ قوی اور بھنے یا دنی کھائے پر قادر ہے اس کا نام قدرت ہے۔ انسان اپنے اندر اس بات کو پاتا ہے۔ مثلاً طرا کا اچھے ناتوان باپ کو بنا سکتا ہے۔ یہ اس کی قدرت ہے، مگر نہیں مارتا یہ اس کی عادت ہے۔

عادت عامہ و خاصہ

اس عادت میں بھی تفصیل ہے ایک عادت عام نیز وقت اور غیر

ہوتی ہے اسی مادے سے ہر خاص و عام واقف ہو جانا ہے اسی کو نقل
 کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک طالب علم دروس میں داخل ہوا اور اساتذہ کی ناک
 مادے دکھیں اور وہ یہاں سے جا کر اسی مادے کو نقل کرے گا جو مدت قیام
 میں روزمرہ مشاہدہ کرتا رہا ہے دوسری مادے سے موقت یعنی خاص وقت
 کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اس کو مادے خاص کہنا چاہئے مثلاً کوئی بیوی
 رہتی گھانا ہے مگر عہد کے روز جو شہ پائل گھانا کرنا ہے پس میں شخص نے اس کو
 عہد کے روز پائل گھانے نہ دیکھا ہوگا کہ لگا کر پائل گھانا اس کی مادے نہیں کر
 ہیں نے وہ نہیں مرتبہ عہد کی مادے ہی دیکھیں ہے وہ کہیگا کہ وہی کی طرح پائل
 گھانا ہے اس کی مادے میں داخل چھوگا۔ عام مترادف ہے دوسری خاص
 ہوتے۔ دونوں اپنے اپنے نیاں اور قرینہ کے مابقی درست کہتے ہیں۔ مگر درستی
 کا جب مطابق واقعہ ہے اس لئے کہ اس کو اس شخص کے تمام زمانے پر نظر ہے وہ
 جو اس مادے سے واقف ہے وہ یہاں مادے خاص سے بھی آگاہ ہے زیادہ
 دیکھوں گا نام ہم سزاور کہتے ہیں وہ بھی ایک فعل اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس کی عام
 مادے کے گواہوں ہو مگر مادے خاص کے شہادت نہیں ہوتا بلکہ اس کے مطابق
 اور موافق ہوتا ہے کیونکہ خاص خاص اوقات اور خاص خاص مصلحتوں کے وقت
 عام مادے کے توسط کو چھوڑ کر مصلحت سے شواہد اور جوہریت کا ظاہر کرنا
 یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی خاص مادے ہے مثلاً ایک آدمی کو ہم ناسیہ سے متعلق مزاج
 میں اہلیت سمجھتے ہیں کہ چھو گیا ہاں سنتے ہی اللہ نہیں آتا۔ مگر اس کی طبیعت
 نسیہ ہی ہے کہ نہ نسیہ ہی اگر کوئی عمل کر دے تو باوجود استعداد و پوری کے

ضرے وہیاب ہو کر آپے سے اپر جو ہاں ہے کیا اس کی مادے نہیں بھی
 ہاں لگا اللہ تعالیٰ کی عام مادے ہے کہ اسباب سے مصلحت کو پیکرنا ہے لیکن
 یہ بھی اس کی مادے ہے کہ جب اپنے قرینہ میں ایسا کلام کی تصدیق لگا ہوتی ہے
 تو ان کے ہاتھوں پر وہ مصلحتات ظاہر کرتا ہے میں سے لوگ سمجھیں کہ بیگ ہے
 اس کے قرینہ اور متحد خاص میں جن کے وہ لوگ کی تصدیق کے لئے وہ مصلحت
 معمول چیز ہی پیش کر کے مادی حقائق کو اس کی مثل ماننے سے عاجز کر دیتا
 ہے اور یہی ہوتا ہے پائے عقل اور نظریہ کا اتقنا بھی ہی ہے کہ غماز اپنے خاص
 بندوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو دوسروں سے نہ کرے کیا ایک گاؤں کے
 گھسیا یا قیادار کے کہنے سے دبا کر وہ کام کر سکتا ہے جو کہ ایک سو بک کے گولہ
 کے کہنے سے کرنا ہے ہاں باپ اور بیوی اسباب آثار و حکام اسلاف عقل
 پر ایک کے ساتھ ان کا معاملہ اور اس کی مادے جدا گانہ ہوتی ہے جو باہر سے
 کرتی ہے کہ ہر ماہم ہے یہ معلوم ہے اور یہ باپ ہے اور یہ لفظ لایا ہے ہاں
 اوقات جو بے تقویٰ و اخلاق طبع اس کو کمال لگتی اپنے غمخوں اور دوستوں کی
 رعایت سے کر لیتا ہے وہ ہرگز مادی دنیا کے دبا سے نہیں کر سکتا۔ لیکن اپنے سزاور
 کا خاص خاص شاکر ان کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے وہ تمام طبقہ سے متعلق ہوتا
 ہے ان سب چیزوں میں عام مادے سے علیحدہ معاملہ کرنا نہیں کہیں یہ قیاس اور
 عقل و نظریہ کے موافق ہے مگر قریب کا قریب اور بعید کا بعید ہونا لوگوں کو واضح
 ہو جاتا ہے ہر کوئی لگا کر میں یہ کہتا ہوں کہ صحیحہ نظریہ کا مستفاد ہے اس کے
 مصلحت کیونکہ جو سکتا ہے بلکہ اگر بہت ظاہر نہ ہوں تو یہ حکمت کے خلاف ہوگا

سزا ہے یہی نظر
گرفتار مراتب تکمیل زندگی

جو لوگ خدا کے یہاں دوسرے میں اپنی جان اپنی ابرو و شہیت پر لگا کر خدا کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور خدا ہی ان سے وہ عزتی کو آتا ہے کہ آج تمہاری سب کی نعمات میرے تبارخ میں مخصوص ضرورت ہے کہ ان کی دوسرے عام نعمات سے بالاتر کرنا ہے خدا کی تقدیر کے لئے ہر عین جو کہ تمام دنیا کو اپنی نظیر دینی کہنے سے تمہارا یہ تمام مخلوق کو عاجز کر دیں یہی معنی میں معجزہ کے یاد رکھنے کہ معجزہ خدا کا فضل ہوتا ہے اس کو نبی کا فعل سمجھنا سخت غلط ہے۔

معجزہ خدا کا فضل اور اس کی خاص عادت

معجزہ قانون عادت سے خارج ہے۔ عادت اور عادت خاصہ کے موافق ہونے کا ایک عمل ہے جو کہ تمام مخلوق کو حکما دینے اور عاجز کر دینے والا ہوتا ہے تاکہ تاکہ اللہ تعالیٰ سے مدعی نہوت کا وہ نہ تمام جہاں پر واضح کر دے جو کہ اس کے یہاں اس کو حاصل ہے اور یہی حکمت کا اقتضا ایسی ہے کیا میں اپنے پیشے کے ساتھ ہر عادت پر تو نگاہ ہی ایک عالمی آدمی کے ساتھ نہیں کرنا لگا؟ نہیں بلکہ جیسے عادت ہوتے ہیں وہی سبب ہوتا ہے یہی ضرورتی ہے کہ اللہ کے ساتھ نہیں ہیں کا یہی سبب ہے اور یہی ہر عادت سے معاملہ اور ہر ناکارہی پر ہی نورا کی حقیقت ہے جس سے ہر جگہ کے بارہ پرستوں کو اللہ کے گہرا لے اور اللہ کے گہرا لے کی ضرورت نہیں۔

ہم نے خدا کو اس کے کاموں سے پہنچا لیا ہے

اس کے بعد میں سنا چاہئے کہ وہ کیا چیز ہے جس نے ہم کو خدا کے ہاتھ پر مجبور کیا؟

دعا جواب اس بات سے ظاہر ہے کہ جب ہم کو کونسا میں حقیقت انصاف آتا دیکھتے ہیں تو بعض میں سے ایسے نہیں ہیں جو کہ کسی سبب کی طرف متوجہ کرتے ہیں جسے ہماری اور اس کے نیچے کوئی دیکھ کر لیا پہلی گری ہو کوئی شخص اس کی اور بعض ایسے نہیں ہیں جو کہ کسی سبب کی طرف متوجہ نہیں کر سکتے جیسے کسی پہلی گری مگر نہیں ہوا جسے ہماری مگر وہ لگا اس قسم کے واقعات کو کوئی چیز پر محمول نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ معنی خدا کی قدرت سے ویسا ہوا کیونکہ یہاں ہر سبب کا سلسلہ ہی واقعات کے مناسبت تھا۔ چاند میں ہر گواہی ملتا ہے اس کا سبب یہاں کیا ہوتا ہے ہر عمل و سبب ہے اس کا سبب بیان کرتے ہیں بلکہ سبب کا سلسلہ ضروری نہیں دیکھیں جو ہر لگا لگا جاتا ہے اور وہاں پہنچ کر اختتام کرنا پڑتا ہے کہ یہ چیز ہی قدرت ہی حریف قدرت ہی وہ کہلاتی ہیں جو کہ جانا تمام مخلوق کی قدرت سے باہر ہوا جسے دیکھ کر اللہ ایک قادر مطلق کا فکر کرنا پڑتا ہے اس لئے حق تعالیٰ نے ایسا شیاء کے وجود سے اپنے وجود پر استدلال فرمایا ہے قرآن عزیز میں فرماتے ہیں:-

إِنَّ فِي سَخَابِ الْمُسْتَوَاتِ
دَلِيلًا لِّمَنْ يَعْقِلُ

کہا۔ اِنَّمَا اَنْتَ نَذِيرٌ ۚ اِنَّمَا اَنْتَ نَذِيرٌ لِّلْمُتَّقِينَ تم پہلے ناسور کے یا ہم گنہگار
 علیہ السلام نے نوازا کہ تم بھی بگور۔ جب انہوں نے اپنی اصلاح اور ایمان
 پس کیس اور پختہ ہوئے سانپ نظر آنے لگے تو غَا ذٰلِجَاتٍ وَّ اَنْثٰبٍ ۙ
 جِنْدًا مِّنْ سَمٰوٰتٍ اسی پتھریل میں جس سے ملا کھراگروہ بھی پیشہ رو سا چوتھے
 توڑ کر کوئی درد بھی شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علیہ السلام پر بیخون
 کیوں طاری ہوا اور کیوں طاری کیا گیا یعنی خون کا نشا کیا تھا اور اس کے
 طاری کیے جانے میں کیا حکمت تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ سانپوں کی صورت
 دیکھ کر گدگدے لگتی جیسے بیلہ کو ان اظہیوں سے کوئی ٹوٹ نہیں ہو سکتا تھا۔
 خصوصاً جب کہ اس نوعیت کے اہل خلاق کا تجربہ ہی اور مزہ کہ کچھ سے پہلے
 پر جو باغی تھا اس نے صفا کا ہوا تھا اس پر اُوْتِحٰثٌ مِّنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّکْرٰہٍ
 منع ہوتے تھے۔ وَ اِنَّمَا مَثَلُہٗٓ اَنْتَ اَوْ اَمْرٌ مِّنْہٗٓ اور اللہ سے میں نادر
 اور کون نکال دیا تھا۔

وَوَحٰثٌ اِنَّمَا لَا یُخٰتَفُ لَدٰیہٗ ۙ اَمْرٌ مِّنْہٗٓ اَنْتَ اَوْ اَمْرٌ مِّنْہٗٓ اَمَّا
 الْمُرُوۡثَۃُ فَاِنَّہٗ

پھر دوسری مرتبہ فرعون کے سامنے بھی وہی ڈال کر دیکھ چکے تھے۔ شیخ
 فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ پہاڑ پر چھری ٹوٹ تھا جو کہ وہیں لٹکی کا خطاب جو
 دوسری دفعہ طاری ہوا اس کو جس سے کوئی علیہ السلام جانتے تھے کہ میرے
 ہاتھ میں کوئی طاقت نہیں کوئی قدرت نہیں کہیں ساحرین کی اس شیخ
 ہاری کے سامنے ہی کا اگر یہ سدا ہوا اور بیخون لوگ تمہیں نہ ہی جائیں

چنانچہ جو اب میں ارشاد ہوا۔
 اُوْتِحٰثٌ مِّنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّکْرٰہٍ
 یہ تو خوف کا نشانہ اب اس کی حکمت فرماتے ہیں کہ جب فوراً گھسور
 لڑے ہوئے کو اس پر خوف اور کھلا رشتہ کے جو آ کر ہوا ہوتے ہیں ان کو سزا
 کر کے ساتریں بھیجے کہ ہمارے پیشہ کا وہی بگور نہ ہو بلکہ تم اس کو کوئی
 ایسا سا درد علیہ السلام نہیں ہیں سے ہمارے ساتھ ہاں ہی اپنے کلب کو اظہیوں
 و گدگدے کا جو وہی نے اپنا قصداً اور جو ان نشان تمام جانوروں کے سانپوں
 کو لگائی کہ اس میں سے شیخ اکبر کہ یہ سور سے الاز کر گئی اور حقیقت ہے کہ سب
 جہاں تھا ہر جہاں میں کہ نہ سے اور پھاٹھے کہ ہم ہی تو کیا اور ہاں کے پروں کا
 پر ایساں لائے ہیں۔ ذرا خون نے حقیقت کہ وہ کیا ہیں اور تو نوزہ و گدگدے کا
 ان کا وہ اب موت یہ تھا کہ۔

فَاٰتٰیۡنَہٗمَا اَنْتَ ۙ فَاٰتٰیۡنَہٗمَا
 فَاٰتٰیۡنَہٗمَا حٰزِنٌ ۙ وَالْمُؤْمِنُوۡۃُ اَلَّذِیۡنَ
 وَاِنَّمَا یَسْتَبِیۡنُ اَنْ یَّکْفُرَ اِنَّمَا یَخٰفُ
 فَاِنَّمَا اَکْرَحٰۤہُنَّ حٰزِنٌ ۙ فَاِنَّمَا یَخٰفُ
 فَاِنَّمَا حٰزِنٌ ۙ فَاِنَّمَا یَخٰفُ

چنانچہ وہ اپنے بگور ہو گئے
 قدرت تھی وہ اپنے بگور ہو گئے
 اس سے ہونے کو اس پر خوف اور کھلا رشتہ کے جو آ کر ہوا ہوتے ہیں ان کو سزا
 کر کے ساتریں بھیجے کہ ہمارے پیشہ کا وہی بگور نہ ہو بلکہ تم اس کو کوئی
 ایسا سا درد علیہ السلام نہیں ہیں سے ہمارے ساتھ ہاں ہی اپنے کلب کو اظہیوں
 و گدگدے کا جو وہی نے اپنا قصداً اور جو ان نشان تمام جانوروں کے سانپوں
 کو لگائی کہ اس میں سے شیخ اکبر کہ یہ سور سے الاز کر گئی اور حقیقت ہے کہ سب
 جہاں تھا ہر جہاں میں کہ نہ سے اور پھاٹھے کہ ہم ہی تو کیا اور ہاں کے پروں کا
 پر ایساں لائے ہیں۔ ذرا خون نے حقیقت کہ وہ کیا ہیں اور تو نوزہ و گدگدے کا
 ان کا وہ اب موت یہ تھا کہ۔
 چنانچہ وہ اپنے بگور ہو گئے
 قدرت تھی وہ اپنے بگور ہو گئے
 اس سے ہونے کو اس پر خوف اور کھلا رشتہ کے جو آ کر ہوا ہوتے ہیں ان کو سزا
 کر کے ساتریں بھیجے کہ ہمارے پیشہ کا وہی بگور نہ ہو بلکہ تم اس کو کوئی
 ایسا سا درد علیہ السلام نہیں ہیں سے ہمارے ساتھ ہاں ہی اپنے کلب کو اظہیوں
 و گدگدے کا جو وہی نے اپنا قصداً اور جو ان نشان تمام جانوروں کے سانپوں
 کو لگائی کہ اس میں سے شیخ اکبر کہ یہ سور سے الاز کر گئی اور حقیقت ہے کہ سب
 جہاں تھا ہر جہاں میں کہ نہ سے اور پھاٹھے کہ ہم ہی تو کیا اور ہاں کے پروں کا
 پر ایساں لائے ہیں۔ ذرا خون نے حقیقت کہ وہ کیا ہیں اور تو نوزہ و گدگدے کا
 ان کا وہ اب موت یہ تھا کہ۔

اور جو لوگ ایسا راستہ حقیقت کو دیکھ کر بھی مارا حق پر آئے ان کا میں

عالم یہ تھا۔

وَجَعَلْنَا مِنْهَا آيَاتًا لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ
أَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ آيَاتًا

انہوں نے ہمارے آیتوں کو کیا سمجھا
نہیں ہے ہمارے آیتوں کو کیا سمجھا
پہلے آیتیں دیکھو۔

خود فرعون کو خطاب کر کے حضرت موسیٰ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ عَلِمْتَمَا آتَيْنَاكَ
حُجُوبًا لَّا تَرَىٰ فِيهَا
وَأَلَّا تَأْتِيَ بِسَابِقٍ
مِّنْكَ يَوْمَ تَحْمِلُهَا

تو وہ کہتا ہے کہ آج میں نے تم کو
پہلوں سے لپیٹ کر رکھا ہے کہ تم
دیکھو نہیں سکتے اور تم کو
ہلکے سے لپیٹ کر رکھا ہے

معجزہ میں دعویٰ نبوت کی شرط کیوں لگائی گئی

معجزہ میں دعویٰ نبوت کی شرط کیوں لگائی گئی ہے یعنی نبوت کا دعویٰ بھی کر سہ اس کی
وجہ ہے کہ سب شرطیں ساتھ ہی کہ خطاب سے پہلے اور پہلے ہے۔ وَفَوَّضْنَا
مِنْهَا لِقَابًا لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ اس کے نفس سے اس کی بات پاک ہے تو میں کہتا ہوں کہ
بیہوش بھی تو اس طرح ہوتا ہے کہ ایک شخص خود غلامت واقع بات کہے اور
کہیں اس طرح کہہ دے اور دوسرے نے بھی چہ اس کی تصدیق کرے
پھر تصدیق میں دو طرح سے ہوتی ہے کچھ بڑے ہونے کے بھی ہل سے اور یہ عملی تصدیق
بہادرات قلبی تصدیق سے بڑھ کر ہوتی ہے جیسے ایک شخص بادشاہ کے پاس
جائے کہتا ہے کہ بادشاہ کو میرے ساتھ خاص گفت پر مانتے ہیں میں اس کا

معتد خاص ہیں تو میں کہوں گا بادشاہ ضرور تسلیم کرے گا اور اس کے پاس
بادشاہ مجلس میں خود سر ہوں اس کے بعد وہ شخص اپنے دلوں کے کتابت
کرنے کے لئے بادشاہ سے کہتا ہے کہ فلاں شخص کو خط لکھ دیجئے فلاں
مہلک کو معزول کر دیجئے۔ انہوں نے ہمارے گروہ وہ دیکھئے پھر کہتا ہے کہ آپ نے
کہلے ہو یا بیٹے پھر کہتا ہے کہ آپ شیخو جانچو اور بادشاہ میں بادشاہ ہر مالی
اپنے کام ہمارے اور عبادت کے خلاف اس کے کھنے کے مواقع کو تاجلا جاتا ہے
اس میں تیرے ظاہر ہے کہ بادشاہ نے اسکی قول کی عمل تصدیق کر دی جو کہ
قول تصدیق سے بہت بڑے چیز جو کہ ہے مگر بادشاہ قول سے تصدیق کیا کرتا ہے
آتا سوزد ہوتا۔ انہی بات اس مثال میں ضرور ہے کہ بادشاہ اکیلے نہیں ہے
وہ عمومی تصدیق بھی کر سکتا ہے۔ مگر اس عمل شانہ کے بیان صحت اور کذب
کی ابتدا کا جائز نہیں ہے۔

معجزہ نبوت کی فعلی تصدیق ہے

پھر جو نبی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں، اگر میری بات سنو گے ہاں
کے تو نہات ہے اور وہ جواب ملو میں اگر خدا ہو ہاؤ گے۔ نہات کا راستہ ظہر
ہے میری متابعت میں۔ اور یہ دعویٰ اللہ کے سامنے کرنا ہے۔ اللہ کی زبان
پر اور اس کے آسمان کے نیچے باواؤ بلند کہا ہے کہ میری متابعت کے بغیر
کوئی راستہ نہات کا نہیں ہے۔ اور اس کی یہ دلیل ہوتی کہ اسے کہ اللہ علی
شانہ میرے ہاتھوں اور زبان سے وہ چیز یہ تھا ہر فرمائے گا جو اسکی نام
عادت کے خلاف ہوں گی اور وہ نہات کی مثال لانے سے عاجز ہوگی پھر

نسبت جنگ بوسہ میں ملنے لیا جاتی ہے کہ آدا اس پر مجبور کو اعتماد ہے ہوا
 پر باقرا اٹھا دینے ہائے ہیں یہ ہی علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ ان سب
 کی دلہے اس شخص کے حق میں ہے ہم دونوں بات میں سیکڑوں وغیر لہنے ہاتھ لگا
 کو اٹھا میں اس کو کسی چیز کے ثابت کرنے یا دیکھنے میں کوئی دخل نہیں، لیکن
 یہی پہلا ہاتھوں کی وضع طبعی اور سونے سے اصل کے خلاف اور یہ کو اٹھا دینا۔
 جب کسی رنج و دلچسپی کی تعلیم و تکرار کسی دعویٰ کی صحت و بطلان کی آزمائش
 کے موقع پر جو تو کسی جہی سے جہی انسان کو بھی شک کے مشہ کی گھبراہٹ نہیں رہتی
 اس وقت ان کھڑے ہوتے ہاتھوں ہی کے ٹکڑے طریقوں کا شمار کر لیا جاتا ہے
 اور پھر شے ہانک اور علم دشمن مسائل کے لہنے ہاتھ کی اس غیر طبعی حرکت پر
 توجہ دینا چاہو جاتے ہیں کہیں میں طرح ہاتھوں کا ایسے لٹکانے کہنا آدمی
 کی عام عدت اور وضع طبعی کے موافق ہے اور کوئی کو اٹھا یا کہیں کہیں خاص
 صورت کو صلحت سے ہوا ہے اور یہی غیر طبعی وضع ہے کہیں رنج و دلچسپی پر
 ورت لینے کے وقت اختیار کی جاتے تو اس رنج و دلچسپی یا دوسرے کی جنگ
 شہ تصدیق و تائید کہ جاتی ہے علیک اس طرح حق تعالیٰ شانہ کا جو عمل طبعی
 طبعی کے سلسلہ میں نہیں چلے یہ مجبور اس کی عام سنت اور عادت کہلاتی ہے
 اور جو اسباب سے طبعی ہے جو کہیں خاص صلحت اور سخت کے اقتدار سے الگ ہو
 جو وہ شرعی عادت ہے اور بھی شرعی عادت جب کہیں شخص کے دعویٰ ثبوت اور
 تہدیب کے بعد اس سے وہ اس کے کہنے کے موافق صادر ہو یہ مجبور ہے جو کہیں
 اللہ اس کے دعویٰ کی فعل تصدیق ہے اور یہی کہہ چکا ہوں کہ حق تعالیٰ کسی

اس کے موافق مشاہدہ بھی کیا جا رہا ہو تو یہ خدا کی جانب سے علیٰ انکے دعویٰ
 کی تصدیق ہے و حقیقت مجبور ہی کے۔ دعویٰ کی فعل تصدیق ہوتی ہے۔ اور
 اللہ۔ جو کہ جوئی تصدیق نہیں کر سکتا۔ لہذا میں کا دعویٰ مجبور کے ظہور کے
 بعد رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم بلا خوف تردید یہ نتیجہ دیکھتے ہیں کہ
 فعل و قدر کس جو کہ تمام پیمانوں کا سرچشمہ ہے کہیں انسان کو یہ دستری
 دوسرے کا کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے ایسے غمراہی ماریت دیکھنے کے کہ
 دنیا اس کے مقابلہ سے عاجز ٹھہرے میں کا یہی چاہے اب بھی اس منابہط کا
 استہان کر دیکھے۔ ظہور ہے کہ فعل ایسے حالات رہنے کا۔ اس کے کہ اس کی طرف
 سے جسوں کے فعل تصدیق نہ ہونے ہائے۔

فعل تصدیق کی مثال

آپ بوسوں میں دیکھتے ہیں اور گونسلوں اور پارلیمنٹوں کا حال سنیے
 ہیں کہ سب کسی مسئلہ پر کسی تجویز پر کسی انتخاب پر بحث ہو جاتی ہے تو ایک طرف
 سے ٹوک اپنی تحریک پاس کرانے کیلئے حصار کے سامنے رباط سے وہاں پہلے
 کرنا چاہو اور دوسری طرف تردید کو کہنے والا اس کے تردید و رلائی مستقل
 سامنے دیکھتا ہے اس رد و کد کے بعد فیصلہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لہنے
 لیا کے جس کی صورت یہ ہے کہ باقرا اٹھا دینے جاتے ہیں اور جی باقرا اٹھا
 دینا یا د اٹھا تا اس رنج و دلچسپی کی تصدیق و تائید یا تکریب و تردید کیلئے
 کافی کہا جاتا ہے زبان ہانے کی فعلاً ضرورت نہیں ہوتی ایک شخص میں کی

ہونے کی قننا ایک چیز ہے جو کہ انسان کے لئے فطری اور طبی امور میں ہے۔

وحی کی ضرورت سے انکار کرنے والوں کی مثال

ہاں جب کہیں جیسا کہ آدمی چار ہوا جا ہے تو جھوک پڑیں جیسے فطری اور طبی امور میں اس سے کنارہ کر لیتے ہیں جیسا کہ کسی طرح وہ خاصہ جو کہ دنیا کی زندگی اور لذت میں گم ہو چکے ہیں شاید ان کو معرفت الہی کی جھوک اور دماغی پلاس نہیں رہتی ہے اور وہی لئے ایسے دماغی بیماریوں کا وجود کسی خاص زیادہ امکان میں نہیں اور ان کی کثرت ہماری فطری ہونے والی وحی کو مٹا دینا نہیں کر سکتی

وحی کی طرف انسان کی انتہا کی ضرورت ہے

پس جس طرح حق تعالیٰ نے ہمارے دماغی امور فطریہ کا انتظام کیا ہے۔ ہماری جھوک کیلئے قدر زمین سے آگاتا ہے۔ پانی آسمان سے آگاتا ہے، ناممکن ہے کہ ہماری دماغی جھوک کیلئے کوئی انتظام دیکھے بلکہ اس کی محبت کا علاج یہی ہے کہ جس طرح مادی سماجی و ضروریات کے لئے مادی سامان مہیا فرماتا ہے اس سے زائد دماغی ضرورت کیلئے دماغی سامان ضرور مہیا کرے گا۔ جھوک ہی جہاں کے گھاسنے کیلئے جس طرح اس لئے پانی کے چھپے پیدا کئے ہیں۔ اسی طرح دماغی پیاس کے لئے دماغی چھپے ہونے پانا ہیں اور وہ چشمے وحی الہی کے مٹا اور شیریں چشمے ہیں اور اس بات کو آدھیرہ سہلانا ہی مانتے ہیں۔ متعلقہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو کہ مسلمان کرنا تھا وہ ابتداء سے آفریقہ ہی میں کیا ہوا

جھونے کی قرآن یا خداوند تعالیٰ نہیں کر سکتا لہذا ہم کو ایسے مٹانے کے دوست میں شک کرنے کا کوئی حق نہیں۔

وحی کی تعریف اور ضرورت

اللہ تعالیٰ کا خطاب کسی ایسے شخص سے جس کے دوست نبوت کی نگہ دنیا کے لئے کوئی صحیح علامت نہ پائی جاتی ہو اس کا نام وحی ہے، وحی اصولی طور پر قریب قریب یکساں ہے یعنی نفس فعل میں کوئی اشکوت نہیں، البتہ کسی اشکوت کے طور پر وحی کے مراتب اور درجات ہیں جیسا کہ دنیا پیدا ہوئی اس وقت سے ہڈوں کو ہڈیت کی ضرورت ہے یعنی انسان میں یہ معلوم کرنے کی ایک طبی اور فطری خواہش ہے کہ کہ کیا بات اور اصل ہے اس کو اپنے کا قریب حاصل ہو سکتا ہے جیسے کہ انسان کو جھوک گئی ہے خدا کی خواہش میں اشکوت اور دیکھا ہو کہ اشکوتوں سے گئی ہیں۔ پیاس گئی ہے۔ پانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے زبان سوکھ جاتی ہے جس طرح حق تعالیٰ نے فطری طور پر ہڈی کو جھوک یا پیاس لگائی اسی طرح ایک اور جھوک اور پیاس دماغی میں لگائی ہے جو اصول الہی اور معرفت کی ہے اور یہ پیاس اور جھوک ہی فطری ہے غلاب اور امکنہ و ازمنہ کا اشکوت اس لحاظ سے کہ کوئی اثر نہیں ڈال سکا مسلمان اگر یہ بندہ، عیسائی، یہود، مجسم، ایک چیز کی محوش میں ہیں جہت جنہوں کا راستہ غلط ہے مگر عقدا ایک ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہڈیت کی خواہش، سماجی کی محوش، و اصول الہی اور معرفت، زبان اور اللہ سے نزدیک

یہ کہ ہے پھر بار بار اس میں تغیر و تبدیلی و اتھار و اتھار کی ضرورت نہیں۔

نزولِ وحی میں تدریج

اہم نکتہ یہی کہ اللہ تعالیٰ کی عادت تدریج و تدریج میں ہے کہ وہ اگرچہ تمام اشیا کو وضع فرمادے گا مگر اسے یہ تصور ہے تدریج کیا پیدا کرتا ہے۔
وہی ہونے شروع اولاً وہی نہ آغازاً نہ آخراً
وہی ہونے شروع اولاً وہی نہ آغازاً نہ آخراً
وہی ہونے شروع اولاً وہی نہ آغازاً نہ آخراً

ہر چیز کو وضع فرمادے گا مگر اسے یہ تصور ہے تدریج کیا پیدا کرتا ہے۔
وہی ہونے شروع اولاً وہی نہ آغازاً نہ آخراً نہ آخراً
وہی ہونے شروع اولاً وہی نہ آغازاً نہ آخراً نہ آخراً
وہی ہونے شروع اولاً وہی نہ آغازاً نہ آخراً نہ آخراً

تدریج و تدریج ان میں بھی باقیہا نہیں، زمانی اور دوسری اشیا سے تعلق رکھنے کے تدریج اور تغیر و تبدیلی میں ہے کہ بنا کر بنایا ہے کہ ہر طرح وقتاً فوقتاً ضرورت پیش آئے پر اللہ تعالیٰ ہر شے کو بار بار بنا کر نہیں کہ ایک ہی بارش ہر وقت کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے پھر دوسری چیزیں کہ ہر ایک بارش کی سی ہر زمانہ تک کافی رہے کہ کئی کئی بار تک ضرورت نہیں بلکہ تمام ہو جاتی ہے کئی کئی بارش ہوتی ہے کہ کئی بار تک ضرورت نہیں رہتی شیک اس طرح ان تمام عالم کی بارش و تغیر کی کمیوں کو اچھا کرنے اور سرسبز کرنے کیلئے بھی اللہ تعالیٰ وحی و الہام کی بارشیں سب ضروریات زمانہ تک سب استعداد و تغیر مختلف زمانوں میں کرتا رہا ہے کہین تو وحی الہی کی بارشیں اچھے زور و شور کی ہوتی کہ فرقوں تک اس کی تری زمین سے نکلتی اور کئی کئی بارشیں ساتریش کافی کھیا گیا، حالت اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق اس طرح لگا کر چھوٹی بڑی بارشیں مختلف اقسام و ممالک پر ہوتی، زمین اور ہر ایک نے چھوٹی یا بڑی سیٹھ تک زمین و ممالک کی زمانی کمیوں کو سبب کیا آخر ایک وقت آیا کہ خدا کی بارشیں زمین خشک اور بے حسی ہو گئی، چاہت کے نتیجے میں کہ کھنے، چاہیں اور ناک رہتے گی، وہاں تمام لوگوں اور تمام ممالک کی آندھریوں اور ٹونے تمام روحانی کمیٹیوں کو حواس ڈالنا، اس وقت اہل کعبہ کے پیادوں سے ایک گھنٹا انھی جو آخر کار ساری دنیا پر چھا گئی اور وحی الہی کی وہ موسلا دھار اور عالمگیر بارش پڑی جس نے ایک وقت میں تمام دوسری بارش کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی بلکہ اس بارش کا کافی اثر آتی رہنے لگا۔ دوسری بارش ڈالنے کی۔ اسی

نیویات اور امور معاوا کا کہنا میں دور و پیشوں پر وقت ہے۔ ایک انسان کی برصغیر کی دشمنی ہے دوسری بیڑی میں کوئی کی دشمنی سے تعبیر کیا جاتا ہے گو یہ اصل انسانی نہ تو بیکار ہی ہے اور دشمنی سے مستثنی ہو سکتی ہے اس کے بعد پل نہا کے نظام پر غور کیجئے کہ سب میں ہوں جو نہ کسی کی دشمنی میں جاتی ہے تو سب اس کی بچاک میں ہیں نیز یہ آتی جاتی ہے تاکہ کٹوں میں ملائیں پہلے اور پیوستہ سے دشمنی کا سامان کیا جاتا ہے جن کو قذرت کے فیض نے تاکہ یہ اور جات میں دنیا کے کار بار ہاندا رہنے کے لئے دوسرے کو دیا ہے تاکہ اس سے بہاڑوں سے پہلے چلانے میں ملائقی ہے اور غلطی اور تری میں لوگ ان کے فراموش سے وقت اور صحت کی تعمیر کرتے ہیں۔

وَمَا الضَّعِيفُ الضَّعِيفُ فَتَضَعُ عَلَيْهِ
 اور لوگ ستاروں سے ہیں راہِ سلام کہتے ہیں۔
 گیس کے مشابہ اور بال کے مقرون ہے لوگوں کا کار بار جاتا ہے جب تک سہولت ہے اور سوریہ لگتا ہے تو تمام انسان دشمنی کے سامان بنا ہو کر بیڑی میں جاتے دشمنی کے بھانٹے تھا ایک دشمنی سورج کی کام دیتی ہے قدرت ہ یہی کہ سکتی تھی کہ سورج کو جاسے سر پر بیٹھ کر اڑ سکتی مگر ایسا نہ کیا اس کی صلاح اور ملکوں کا احصاء جھاری کر کے تاکہ بہر حال اس سے اس قدر ضرور معلوم ہوا کہ ظاہری نور و دشمنی امتداد اور متساوت ہو سکتی ہے اور اس طرح اور نفاذ کے باوجود ایک ایسا سر جی آسکتا ہے جو تمام طرح کو ختم کر کے صحت ایک ہی طرح کو پان کے جو کہ اپنے مستعد ہی کو سب ستاروں اور جہازوں کی دشمنی سے مستثنی کرتے اور سب جھوٹی بڑی دشمنیاں اسی ایک دشمنی میں محاور

حکم جو ہمیں میں مگر وہاں تو زمین ہی اور اہم خداوندی میں ہیں نیز یہی ہوا اور آخر میں اس کا ایک وجہ ایسا میں آجاتے ہیں کہ ہر کوئی دوسرا ہی دوسرا تو اس میں کیا تہیب ہے حضور نے فرمایا کہ مجھے باقی چیزیں دی گئی ہیں نیز یہی ایک ایک ہے کہ ہر ایک ہی صفت اپنی طرف کی طرف سمجھا جاتا تھا۔ لیکن میں تمام آدمیوں کی طرف صحت ہوا ہوں۔

وحی میں باوجود اصولی اتفاق کے فروعی اختلاف

وہ بات فراموش نہ کیجئے کہ تمام انبیاء کے پاس اصول کے اعتبار سے ایک ہی پیغمبر ہوتی ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ
 اور ان سے لے کر سب ہی کو وہی سنت
 لَوْ كُنَّا إِذْ دَعَاكُمْ تَابِعِينَ وَأَوْعَا
 تمہارا ہے میں پر چلنے والا اس نے فرما
 وَتَشِيعُوا بِهِ إِذْ دُعِيتُمْ وَتَأْتِي
 کو علم اور انھار سے پیغمبر تھا اور
 أَنْ أَكْفَرْتُمْ بِالَّذِينَ تَكْفُرُونَ
 اور ہم خاص راستی کی ہے اور اس
 بَشِيرًا -
 اور یہ خبر اور جو تھے وہ سب ہی کو
 علم تھا تھا کہ وہی وحی کو نام لکھتے ہیں تو وہی ہے

الذی انزلنا اور ان کی شرائع میں اصول کو بجا لانا ہم کہتے ہیں کہ ازمنہ اور انھار اور ہر صفت انھار سے زنا کرنا کیفیت تغیر و تبدل ہوتا ہے اس کو یوں سمجھو کہ انسان کی عام نفاذ ہمیشہ ایک قسم کی ہے مثلاً وہی پہلے اور باقی لیکن زنا اور ذرائع میں اعتبار اور جات سماج تغیر و تبدل کرتے رہتے

میں مشکو جاتے ہیں سوہن ملو، لگا ہوا اور انہوں کا حلوا اور گرمی میں لیرنی
 قاورہ وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اس اصول کے اتفاق اور رائے کے اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
 فرمایا گیا اور حرد و حنا و صفا تھمر مشو یعنی انبیاء کرام کی مثال میں بیان
 کی طرح ہے جن کا آپ ایک دائرہ مختلف ہیں۔

خاص خطاب کے بعد وحی کا عالمگیر خطاب

یعنی

نبوت خاصہ کے بعد نبوت عامہ

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ مختلف اقوام کی طرف مختلف نبی اور نذیر
 ہدایت کے لئے آئے۔

وَإِن تَرَوْا شُرَكَاءَ الَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ فَجَاءَ بِكُمْ عَلَىٰ الْخَلْقِ
 وَإِن تَرَوْهُم مُّشْرِكِينَ وَجَاهِلِينَ مُّغْلَبِينَ وَكُلِّمًا مِّن دُونِهِمْ
 فَجَاءَ بِكُمْ عَلَىٰ الْخَلْقِ

جو مختلف زبانوں میں اپنے منصب کے موافق، چنانچہ ان کا فرض ادا کر کے
 چلے گئے ان سب کے بھراؤ اور انہیں ہدایت حاصل کرنا اور انہیں تمام مخلوق کے
 لئے ہادی ہے۔

بَلَّغُوا رِسَالَاتِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ أَنَّهُم كَذَبُوا
 وَكَانُوا كَافِرِينَ

میں ضروری تھا کہ ایسے نذر ہم کے پاس آئیں کہ آپ جو لوگ تمام لوگوں

کی ہدایت اور عام اقوام کی رہبری کے لئے اہدی طور پر خاص اور مکلف ہو
 ہائے۔ اس سے پہلے مصلحتاً گذر چکا ہے کہ نذرانی کلام کو کہ ہم نذرانی کا مکمل طرح
 بیان کئے تھے لہذا۔

قرآن اور اس کی جامعیت

گوہ! اس مفہوم عام کی اس کتاب کو دیکھیں جو قرآن کے نام سے معروف
 ہے کہ آوازِ خدا کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جب ہم اس کی تشکیل کو لے کر
 تم کو اس کو کتاب میں تہذیب و اخلاق، طریق تمدن و معاشرت، اصول حکومت
 و سیاست، ترقی و معاہدت، تحصیل معرفت، باہنی، تزکیہ، نفس، تنویر و تعویب
 حزمیکہ و رسول اللہ اور تکلیف و تقابلیت مذاہب کے وہ تمام قواعد سامان
 موجود نظر آئیں گے جن سے کہ آفرینش عالم کی طرف سے پوری ہوتی ہے اور جن
 کی ترتیب و تدریج کی ایک ایسی قوم کے اسی فرد سے کبھی امید نہیں ہو سکتی
 تھی۔ پھر ان تمام علوم و حکم کا مکمل کوہنے کے ساتھ جن کے بغیر مخلوق اور انسان
 کا تعلق صحیح طور پر قائم نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی مخلوق دوسری مخلوق
 کے حقوق کو بیان کسکتی ہے۔ اس کتاب کی غلط فہمیاں اور غلط فہمیاں
 جامع و موثر اور دلہا طرز بیان، اصول کا ساتھ اور ذوق اور ذوقی و سہل متعین
 اسباب کلام کا تعلق اور اس کی لذت و حلاوت اور شہدائے شاہان و شہداء
 سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے فری بلند آہستگی سے سامنے جہاں کو مقابلہ
 کا پہنچ دیا ہے جس وقت سے قرآن کے جمال جہاں آدنی غریب کی تصانیف
 اور آدم کی اولاد کو اپنے سے ڈرتا ہے کیا اس کا برا ہی دھرتے رہا کہ میں

اور جو کہ وہاں بھی بعضی سلیقہ کے موافق یہ طوطی کہتی تھیں کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایسے ملک کہاں کی زمین نہایت کی طرح شاہوں کو لگاتی تھی ایسا ناز ناز فرزند شاعر کوئی سے کوئی ملاقات رکھے یا ایک شعر بھی اس کا سر کیجے وہ وہاں ہی میں موجود ہوا کسی مشاعرہ میں ایک تہذیب بھی اس نے نہ چھوڑا جو جو یہ گمان کر لیا ہائے کہ شاعری سے ترقی کرتے کرتے شاعر وہی وہاں ہام کا دعویٰ کر دیا ہو گا۔

فَمَا تَنْتَظِرُونَ أَفَتَعْتَدُونَ
تَنْتَظِرُونَ لَنَا
ابن عربین نے فرمایا کہ شاعری نہیں سمجھتی اور
شاعری ان کی شان کے لئے ہی نہیں۔

پھر اس کے قریب سے جائیں گے پھر ایک ایسا کام لے کر وہ تہذیب ہے
کہ عربوں سے نہ مرنے ہے نہ اس رنگا رنگ کا کوئی کام ان کے وہاں موجود ہے
اس طرح کی کوئی تہذیب وہاں ہانی باقی ہے۔ بلکہ وہ آداب کی طرح نکالو
کو نہیں دونوں کو روشن کرنے والا کام ہے وہ حکمت ہے، علم ہے، شفا ہے،
برہان ہے، ثور ہے، قانون ہے، ہدایت ہے خلاصہ یہ کہ خدا کے علم سے کونسی کوئی
بھٹی ہوئی مشعل ہے جسے نہ کوئی ہوا کا جھونکا گل کر سکتا ہے نہ کوئی آتش بھی لگتی
دنیا کے قصدا دیتا رہنے اس آبی کی لائی ہوئی کتاب کے سامنے سپر نا لوری۔
جسے بڑے شاعر ایسے بہک گئے کہ میں آؤں گے خدا اس امر ایک شعر نہیں کہ اسکا
مضی کام سگلا سے شاعر بنانے لگے اس کا غبارق عادت دیکھ کر سحر سے تہذیب کیا
اور یہی چیز ان کے ذہم میں تمام فرق العادۃ کا ساموں کی حد تھی۔ اور بعض ان
میں سے قرآن کی ضامت کو بہہ کرنے لگے قرآن کے علم وہ تو زمین نے سائی

دنیا کے قانون وہی کر دیتے۔ اصل سے اہل حکمتوں اور تقدیروں کو پتہ کیا کہ
ان کی جگہ ملے گی۔ اور آخر کار انہوں کی جماعت کو دنیا کے درجیاں حکمت
تہذیب کے معطر بنا دیا۔

آپ کا امی ہونا تاریخ کی اہل بدیہات میں کبے

کیا آج سڑھے تیر سو برس کے بعد کوئی شخص جو آیت جگہ سمجھتے کر لگا کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر چلے گئے کہ تیرا وہ آپ ہے میں دنیا کے
دوسرے مصنفین کی طرح مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھی ہوں گی کس میں آپ
کے پاس بیٹھے ہونگے کوئی کتب خانہ آپ کے مکان میں چھپا ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ وہ آیات کہا میں آپ کا امی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ زمین
قوم کو سا ہا سال تک شب و روز ساقی ہانی رنگی حالت کی گوروں لیا آپ بیچے
سے پلے تھے اور آپ کی عمر کا کوئی معتد بہ عرصہ ان کی نگاہوں سے اٹھان تھا۔
کیونکہ ایسی شہر بہ عادت اور عیش و فریب اور آپ کی نگاہیں تو یہ پناہ
مراحم ہونے کے باوجود کسی ایک آدمی نے ہی یہ شہادت دہی کر آچھے نکالنا
حد میں تسلیم پاتی ہے یا انوں استاؤ کی خدمت اور ملازمت میں آپ نے نہ
کس سے نہ۔ اگر کوئی آواز میں ایسی اٹھتی ہوتی تو حضور آج تاریخ میں اس
کا کچھ نشان ملتا۔ تاریخ کے صفحات میں طرح اصحاب۔ مولیٰ اللہ علیہ وسلم
کے لئے کہئے ہوئے تھے اس سے نہ آپ کے دشمنوں اور وہ ہم کرنے والوں
کیونکہ وہ تھے بلکہ آقا صلوات اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی ستر
دعویٰ مسلم کا کھر پڑھنے والا تھا اور کفر و اہل کی ساری شیطانی طاقتیں آپ کے

ہام و نمانی کو مضمون ہستی سے معاف اور مٹا دینے میں مشغول تھیں ان کے لئے یہاں
 یہ دو پہنچنا بھی چاہئے گا بڑا وسیع میدان مہم و تھا اور وہ بڑی اس کی اسادت
 اطراف و اکناف میں کر سکتے تھے کہ خود مسلم ہمسلا اللہ اپنے ہی ثابت کر چکے
 دعویٰ میں جھوٹے ہیں انہوں نے فلان کا لی ہیں والہاں پر غیبت سے اتنے باز
 تک کی تعلیم پائی ہے یہاں تک کہ جو سو برس کی تاریخ کوئی ایسا بیان پیش
 کرنے سے ناموش ہے تو تاریخ کی حوسٹ پر یہ ایک بڑا ہی ناپاک گندہ کوڑے سلا
 ہوگا کہ تصنیف کے حوش میں محض اپنے توہمات کی بنا پر یہ تاریخ کو جھوٹا ماننے
 کیا جائے اگر اسکا کوئی کی خاطر ہدایت گری۔ انوشیروان کی صلہ گسری ،
 دہم کی شہرہ آفاق طاقت و شہادت ، حاتم طائی کی شہادت اور فیاضی ترویج
 کردی جائے تو غالباً تاریخ و روایت کا حق مستحضر ہے اعتبار نہ ہوگا جتنا کہ نبی
 حوق مسلم کے نبی ہر نبی نفس سے تقابل اعتبار ٹھہرے۔ کیونکہ یہ ایسا واقعہ
 ہے جس کا تو اثر قرآن کے قرائن کی بڑے اس کا انکار صرف اس صورت میں ممکن
 ہوگا کہ ایک آدمی یہ ہی دعوئے کر چکے کہ خود مسلم نبی کوئی انسان جو سب میں پہلا
 ہی نہیں ہوئے۔ انہوں نے یہ قرآن پڑھ کر گوگوں کو سستا د دعویٰ بطریق کیا
 تو کیا آپ یہ پہنچ کر گئے کہ محض قرآن و صحاح قرآن کی طاقت کے پیش میں
 کوشش تمام مشہور متواتر واقعات کو بھی جھٹلانے نہیں میں کا تمہارا دعوت
 مذہب مسلم کو بیک و بنا کے تمام نہ ہوں اور قوموں خصوصاً اس مذہب کو انشا کا
 کا جس کا وجود تاریخی زمانے میں بہت پہلے کا بنا ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا
 کہ کوئی شخص قرآن کی ضد میں اس دہم و جہالت کے اثرات کے کا کوڑے زول قرآن کے

پہلے ہی نبی کا تعلیم یافتہ ہونا ثابت کیسے حالانکہ وہ مشہور نبی اور مقرر افراد
 بھی جنہوں نے کوئی امکان صورت گزیر یہ قرآن کی انشا دکھیں نہیں۔ تنگ باؤ
 کھیلنے ہو کر اس سے زائد نہ کہہ سکے کہ انشا ہدایت بشر ان کوئی آدمی ان کو
 سکھا جائے، ایسا کوئی حوالہ نہیں دوسے چکے ہیں سے ہائیں سال کی عمر تک
 اچانک کیلئے ہیں آپ کا کس سے تعلیم پانا ثابت ہوتا ہے کہ خود ان کا یہی قول
 اس کی دلیل ہے کہ زول خدا صلح کے ہی ہو گیا وہ ایسی ناقابل انکار ہدایت
 کہتے تھے کہ قرآن کے علوم و معارف کو آپ کے کوشش مشہور و معروف ہستی سے
 تطبیق دینا ان کیلئے ممکن تھا اس لئے وہ آپ کی جگہ کسی غیر معلوم بشر کو جو
 تعلیم یافتہ ہو اس قرآن کا اصل مصنف قرار دیتے تھے اس وقت شاید ان کو یہ
 خیال و رد ہا کہ اگر انصاف علی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھا نہ لائیں کوئی بشر ہی
 ہے تو کسی بشر کا مقابلہ کرنا اور اس کے کلام کا منکر لانے سے سانسے جہاں
 بشری اور غیر بشری طاقت عاجز نہیں رہ سکتی۔ بے شک قرآن حضرت محمد
 کا کلام نہیں ہے اور نہ آپ کے پاس ایسی کتاب تیار کر لینے کا کوئی طریقہ تھا
 موجود تھا اور یہی حدیث ہے کہ یہ قرآن حضور آپ کو کس اور نے پڑھا یا ہے
 لیکن وہ پڑھا تھا بلا بشر نہیں تھا بلکہ وہ رب کریم تھا جو لای عقل لفظ اور
 منجز نون کو صاحب عقل شعور انسان بنا دیتا ہے۔

ہذا ربکم ربکم الذی خلقکم
 خلقکم انفسکم من نطفہ
 ذمیرہ استعظم
 خدایا انان کہتے ہوئے ان سے

وہ جس طرح اپنی ذات اسفادت میں اور اپنے کام میں شریک اور کیسے ہا

خدا کی کلام کے پرکھنے کی کسوٹی کیا ہے

۱) مگر نبوت جس کی زبان سے یہ ہم تکس پہنچا اس کی کہیں تالیف ہے؟
 ۲) اس کی تعلیم کہیں ہے؟ (۳) کیا اس جیسا آدمی ایسا کلام بول سکتا
 ہے؟ (۴) کیا اس کے پاس ایسا مسلمان مومن ہے جس سے وہ اپنے پیغمبر یا
 معلم و مصلحین اور اہل کلمے؟ (۵) کیا ہماری کوئی ملیں سامان موجود تھا؟

کیا قرآن اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے

پہلے سوال کے متعلق قرآن کے لاٹولنے کی حالت جب ہم دیکھتے ہیں
 تو وہ ایک دوا تدار قرینہ النسب مگر ایک مستقیم نچر ہے جس کے سر پہ ۲۰ باب
 نے سناہ کیا ۲۰ زیادہ ورنہ تک آفرشش ماوری کی راحت اٹھائی، ۲۰ اس کے
 پاس کوئی ثروت ہے، ۲۰ دولت، ۲۰ اس کا گولڈ کوئی ملیں یا صنعتی گولڈ ہے نہ
 اس کے پاس لڑکیوں کے زائد یا جوانی بکر نبوت کے بعد بھی کوئی ٹیپ ہی ملی
 سامان ہے، ۲۰ اس کے وطن میں کوئی گڑ ہے نہ کوئی مکتب، ۲۰ اس کے وطن
 میں علوم و فنون کا کس قسم کا چرچا ہے بلکہ وہاں کس کے کان علوم و فنون
 کے چرچے سے آشنا بھی نہیں، ۲۰ اس کے پاس اگر ہے تو صرف زبان سے
 اور اس تو طاقت اسانی اور قادر الکلامی ہے کہ وہ تمام جہان کو اپنے پیغمبر
 کو زکا کہتے ہیں چنانچہ عرب کے ماسوا کا جو نام ظہر رکھا تھا اس کی جگہ
 یہی وجہ تھی کہ ظہر کو قادر الکلام نہیں کہتے تھے اور اپنے مقابلہ میں مسکاب بھی
 ہاتھ تھے، ۲۰ یہ کہنے اور شاہروں کے دروازیوں میں نہایت شان و شوکر تھا

طرح اپنے کلام میں بھی بے نظیر رہے ہوتا ہے۔ متعلق میں طرح اس کے کلام کا
 معائنہ کرنے سے مراد ہے۔ قرآن کے لاٹولنے سے ہے نہ اسے تھوری کی، چڑھ کر
 کو اس کلام کا مثل دھنے کیلئے ایجاد، ظہر کس ملیں، مقابلہ کیلئے پیدا کیا، جنھوں
 جنھوں کو آشاہ اور آریب ذہاں بات ہے جو ان کے ذہن میں بہت ہی آسانی اور
 کھلے لفظوں سے بولنا پڑتے تھے، اپنے گل و عاوی کے مہوت اور کئی ہونیکا فیصد
 چھڑو وی، لیکن مقابلہ کرنا انوں نے لڑائیاں لڑیں، عالمین قرآن کے مٹانے والا
 تھا وہ کرنے کی سازشیں کیں، ان کے ذلیل اور ذکاوتوں میں کوئی دقیقہ ذاتی نہ
 چھوڑا، تاہم یہ حوصلہ کس کو نہ ہو سکا کہ قرآن کی کس کسوٹی ہی سوئے کہ جواب دینا
 یہ نہ کیلئے بنا کہ قرآن کے ظہر اللہ ان دعویٰ کو لفظ و بہت کر دینا اور العباد اللہ

قرآن نے کس طرح لوگوں کو عاجز کیا

مجھے ہم خدائی کلاموں کو مصنوعات عالم میں تصور کر کے آسانی پہنچان
 لینے ہیں، اسی طرح خدا کے کلام کے مقابلہ میں بہت سے شعور کے کلاموں اور
 دنیا کے ہرے ہرے ہونے والوں کے تالیفی انکار کو، ان کے شہرہ و مذہب
 بیانیوں کو، مختلف مذاہبوں کو، معجزات انکا کھوں کو، حوق ریزی سے کس
 ہوتی کا لیکچر کو، اور ملی صنعتی معائنات کو سنائے رکھ کر ہم آسانی سے اس نتیجہ
 پہنچ سکتے ہیں کہ یہ خدائی کلام ہے اور میں کا کلام نہیں پس جس کلام کے
 متعلق یہ دعویٰ ہوتا ہے اسے آنا ہے کہ خدائی کلام ہے اس میں ہم کو اسود
 ذہل پر ضرور کنا پڑے گا۔

ساتھ بیٹھ کر بولتے تھے معمول دنوں اور کبھی ان چاروں کو ایسا چڑھتا تھا کہ
 کہتے تھے کہ وہ سڑی کو بہت ٹکڑا کر رکھ لیں اور کبھی کبھی شکل تبدیل ہو جاتی
 تھی جنہاں کو پہنچتا کہ دیکھتے، جب بولتے تو رمد کی طرف گرتے، بلکہ کبھی
 لڑکتے لڑکتے کی طرف ہستے تھے اور ہتھیاری سی دیر میں گئے، آپ گئے یا نکلے گا
 سماں کچھ بندھتے تھے، طوفان کرنے دیکھ ان کے پاس اگر کوئی چیز تھی تو صرف
 زبان تھی دیکھ کوئی طریقہ یا تارہہ تصنیف، تفسیر اور کلامی، تحقیق، کتابت
 اور لائبریری ہاں تھیں۔

اب سوچو کہ اگر ایسے ملک میں کوئی ذہین اور صاحب ثروت بھی ہو تو کیا
 مختلف علوم و فنون کا کچھ نہ اس کے لئے عادی نہ ہوگا پھر جب اس کے
 ساتھ دو سو سے قدرتی سہا ب بھی ایسے تھے ہوں جن کے ہوتے ہوئے سوشل سائنس
 زندگی بسر کرنا اور سہولت کثرت میں تیار کرنا مشکل ہو جاوے جیسا کہ روایت سے
 پہلے والد کا انتقال اور بہالت و رفاقت والد کی وفات۔ پھر چاکلی پھوٹنا
 بیابانہ جانا اور اسی طرح چالیس برس کی عمر کو بے سہولت مانی میں بسر کرنا
 کبھی عمر کو باختر میں دلائی نامی، ساو کے سامنے کتاب کھولنا ان سب
 بلائوں کو دیکھ کر عادی اللہ زمین کو آج کل کے لوگ قانون قدرت میں
 کہتے ہیں، یہ کیا بتاتی ہے کہ ایسا شخص ایمانگ تہذیبیہ تمدن اور معارف الہیہ
 اور صحیح ترویج ذہنی و عقلی اور ماضی اور ماضی طریقت نامہ واقف میں کوئی سیکھ
 بات بھی نہ کر سکے، یہ جاننا کہ وہ ایسی کتاب لایا، اب اس آیت و بیانات کو لانا
 کے سامنے پیش کرے جس کو دیکھ کر وہ باب فنون اور علم کے تہذیبیہ تمدن میں

جائیں، بلکہ دنیا کے چند نہایت مختار اور حکماء اس کی ہی کشت پر سر چڑھتے گھسے اور
 جن دنوں اس کا شکل پیش کرنے سے صبر ناکا ہوتا ہو جاتا ہے، جب ایسے
 حالات میں ایسا حکام ہم نہیں گئے تو خود اس کو نفاذی حکام کہنے یا لڑتے نقل
 و تصانیف تجزیہ و تفسیر ہو گئے اور سوال میں مذکورہ بالا بیان سے عمل ہو گیا کہ
 سب نقل اور نفاذی حالات ایسے ہوں جن کے ہوتے ہوئے ایک قادر شاہمان
 اور خوشحال آدمی بھی کتابت علوم اور تحصیل فنون سے باز ہو تو ایک بیورو
 سامان کے لئے ایسا اعلیٰ تعلیم کہاں سے سیر ہو سکتی تھی آپ کی سوانح سب کو
 معلوم ہے کہ طولیت سے ہی ایسا شرم ہوئے اور ہوش مہیا لے کے بعد ہی ابواب
 معیشت اور دیگر افکار میں دخل جو گئے، ان پر یہ ایسی طور پر جو بہت ہی طے
 اور قری و امیر طب حق اور معرفت الہیہ کا آپ کے قلب بندگ میں موجود تھا
 اور جرحت لغت اور بعض آپ کو نظری طور پر موم شکر اور فشاہ و مکتب سے
 تیار وہ آپ کو نہیں، انضام نفاذی اور کیسوں اور عرصت گزینی کی طرف کو آتے
 پڑنا ہی آپ بھی کئی کئی دن تک کام ہٹانوں کے جوار سے علیحدہ ہو کر قافلہ
 پھانسل میں ٹپٹے اور لا شریک ل کو یاد کرتے اور اپنی کاشنس کے موافق
 اس کی عبادت کیا کرتے تھے جہاں انسان کا گنہ فرما کوئی پر خدا میں پر خدا
 تھا، تاریخ کی نہایت ہی معتبر اور معتبر روایتیں ہیں سے بڑھ کر کوئی و توفیق کی
 چیز تیار کے عرصہ میں نہیں مل سکتی، بلکہ ہے کہ آپ حوا کی چوٹی پر دیکھ
 ہیں انہو کہتے ہیں، کئی کئی دن تیار کہ اس و صلا لا شریک کی معرفت کی طرف
 قدم اٹھاتے تھے کوئی شخص ان چند ایام معرفت میں ہی یہ ثابت نہ کر سکا کہ آپ

کے پاس بھی طور پر کوئی معجزہ نہ تھا اور وہ آپ کو کتاب پڑھانا تھا۔ ایسے حالات میں کمال قرآن سے پہلے آپ کے علم کا اثر سمجھنے کا اور ہر کس حد تک قابل پایا ہے قرآن نے نہایت سعادت اعلان کر دیا۔

فَمَا لَكُمْ إِذَا أُذِّنَ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ أَنْ قُلْتُمْ خَطْبًا مِمَّنْ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ أَوْ أَوْخَاتِكُمْ
 اور تو اللہ تعالیٰ اعلان شہادت دے دے۔

نبوت سے پہلے ایک امر یہ بھی تھا کہ آپ کو کتاب کے مجرہ اور ایک مرتبہ ہوتی تھی اور وہ سبہ واقعات کے ساتھ آپ کو شام کی طرف بغرض تمہارا چہرہ لوہے کے لئے سفر کا اطلاق ہوا۔ پھر یا وہ سب نے اسی سفر میں آپ کو دیکھا اور اکثر شہادت و سلام اور سلامات ہو کر دیکھ کر حضور کے آجنگ مستحق کے متعلق کہہ رہی تھیں کہ کئی بھی کی لیکن جیسا کہ حافظ ابن عسیر نے لکھا ہے پڑھنا پڑھانا تو وہ کہہ کر کوئی شخص نہ دیکھتا تھا ایک شہادت ہی اس بات کی تھی کہ میں نے دیکھا کہ اس شخص سے اس کی صحبت میں آپ نے ایک گھر اور ایک طرف میں پھیرا یا کئی اور سب باتیں کیے جیسا کہ جو اور اگر بالقرض آیا ہوتا تو سب سے پہلے فاتحہ دہن اور اور پھر کے تمہیں کو اس کی خبر ہوتی اور وہ بڑے زور شور سے اپنی جائزوں میں صرف کرتے کہ جو حادوث اللہ یا وہ سب کے شاکر ہیں۔ حالانکہ یہ سب باتیں ہیں ان کا کوئی نشان موجود نہیں۔ یہ سب سے سول کے متعلق یہ کہتا ہے کہ اگر وہی اہم ایسا ہو کہ اس نے باقاعدہ علوم و فنون کو حاصل کیا ہوا اور اپنی سلازنگ میں اس کی فصاحت اور علمی قابلیت میں مشہور ہو گئی ہو اور اس کے پاس

ایسا سامان موجود ہو جس کی وجہ سے وہ تصانیف نہایت پرکار ہو جائے۔ بڑا وہ ایک نہیں کتاب کو لکھ کر اس کے ابھاری ہونے کا دعویٰ کرنے تو شہ کی گواہی نہیں ہو سکتی ہے۔

کسی فیضی کی تفسیر اور سعدی کی گفتار کو سمجھ کر کہتے ہیں

آپ نے سنا ہو گا کہ قرآن کے معانی میں بعض لوگوں نے تفسیر کی ہے یہ تفسیر تفسیر اور سعدی کی گفتار کو ہمیشہ کہتے ہیں کہا کرتے ہیں کہ اس طرح ان دونوں کو جواب آجنگ کوئی مانگے گا۔ اسی طرح اگر قرآن کا جواب بھی کسی نے دیا تو وہ مجھ کو بلکہ ہر سیکھ اور اگر وہ سمجھتے ہیں تو فیضی کی بے نظیر تفسیر اور سعدی کی گفتار ہی مجرہ ہو گی۔

اس کا جواب

مگر دنیا کا حق ہے کہ سعدی اور فیضی دونوں کے پاس سلازنگ تعلیم نہایت کس قدر موجود تھا۔ کتنے عرصہ تک انہوں نے تعلیم حاصل کی، برسوں مدرسوں میں پڑھتے رہے، راتوں کو جاگے، دقتوں میں نہیں کہیں، سہا سہا سلازنگ گفتار اور دماغ سوزیوں کے بعد اگر بالقرض فیضی یا سعدی یا تفسیر یا کوئی اور عربی میں سعدی فارسی میں، افسانہ اکثری میں، یا ہمدردی میں، یا ناولوں میں مسکتے ہیں، ایسے ہونے کہ ان کا کلام مدرسوں کے کلام سے فائق ہو گیا تو کوئی تعجب کی جگہ نہیں۔

خود کے کلام سمجھ کر تعریف میں ہیں، پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہ سب سلازنگ کے توسط سے بڑے علم ہونا چاہیے، کیا ان لوگوں کی ذاتیہ تحصیل علوم۔

کے مقابل لانا دعوت نہیں اور حدی کا استہزاء اور شاہ کی غصہ کے خلاف شہادت
 دلا گیا، بلکہ صریحاً کہہ جاتی ہے کہ وہی سنت اور گواہی ہے کہ طور پر
 اپنے آپ کو ایل اور رسوا کرنا، علاوہ اس کے ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کیا
 فیصلہ اور حدی سے یہ آواز میں لگائی تھی کہ تمام دنیا میں کہ میری کتاب کی کلام
 باہر، مثال نہیں کہتے اور کیا پھر یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ ہرگز نہیں دکرنگے گی
 کیا نہیں ہے کہ اس کا وہی کہیں اپنے مقابلہ کے لئے اچھا دہار دانی، میر
 کیا کہ وہ تاہم سامنے آئے اور اپنے سامنے مہیا کے کہ اکی غلامی خواہی کشیں
 کشیں سامنے آئے اور وہ کہہ دے کہ نہیں اور حدی کے کلاموں کا ساتھ
 کر رہا اور فرقی کر دے کہ حدی و حیرت و حدی اور ہمارے بھی کہتے ہیں پر بھی کوئی،
 میدان میں نہ آتا تو یہ بھی ہلکی دہلی نہیں ہو سکتی تھی، کیونکہ کہیں تھا کہ
 دنیا ان کا مقابلہ کرنے میں کوئی عظیم فیصلہ یا دکرنگے میں کوئی عظیم نقصان نہ
 کہتے اور اس لئے اس دعویٰ سے بچے انسان اور استغناء برتنی مگر بر خلاف
 کے قرآن نے شہادت ہی سے دعویٰ کیا کہ یہ مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ حیرت
 دلائی جھوٹ سمجھو کر اٹھایا، جا بجا بار بار کہ حدی کے لئے کھڑا کیا۔

قرآن کی طرف سے مقابلہ کا ہرگز فرمایا

اور کہا کہ یہ ہے جیسا کہ پہلی ہی حدی سے پہل کر ہلاؤ اور اسی
 پر فیصلہ ہے اگر دلا سکے اور ہلائی دعویٰ یہ بھی ہے کہ کہیں دلا سکے تو پھر
 مجھے تو کلام تسلیم کر دو ورنہ اس اپنی زبان سے فوجی منکر ہی کے لئے

تیا ہے، اب دیکھئے کہ پہلی کس زبان کا تھا اور کتنے جہاد فیصلہ کا تھا
 تھا کیا اس حالت میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ لوگوں نے تو خود مذکی ہوئی یا پھر
 ہمت اور قوت سے مقابلہ کے لئے دنگے ہوں گے، حالانکہ صحیح شہادت ہے کہ
 یہاں تو یہ اور پورا تھا، کیا گیا کب کہا جائے کہ تو خود مذکی گئی ہوگی، جب کہ
 آپ کے پیچھے پیچھے آؤں اور دیکھا تھا کہ اسے تو گورہ جنوں سے اس کی بات سنو
 تاکہ آپ کا اثر نہیں ہے نہ اپنے آپ کی بلاکت کی کو غش کی گئی آپ پر قرم
 کے حملے گئے، آپ کے قاتل کے لئے بڑے بڑے انتقاموں کا اعلان ہوا،
 اور جب ایک اثر برقی زندگی سے بڑھتا گیا اور آپ کی صداقت و صداقت لا
 صبر و استقامت کو دیکھ کر ہزار ہا جنوں آپ کے گرا پڑے ہو گئے اور آپ کے
 عزیزوں کے خاص خاص لوگ بھی ان سے ٹوٹ کر آپ کے خلاف کوشش غلام ہیں گئے
 خدا کی کے خاندان داخل اسلام ہونے لگے یعنی بڑے بڑے عقول اور عزیز لوگ
 پیش حضرت جہود کر آپ کے پاس پہنچے۔ یہاں سے پیادے ہوں اور جہودوں کو
 خبر دیا کہ فقیرانہ حالت میں نہایت بے سوسالمانی کے ساتھ آپ کے قدموں
 میں آ پڑے اور سخن نہیں اور خطرناک زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونے کو بڑھ سے
 اس کا عمل سنت و شہادت تھا تو آپ کے من انہوں نے غیب و غضب سے بہا ہوا
 کہ جاکر خیال اور دعوہ کہ آسانی شروع کر دی، سکھاری اشافی نہیں مصلحتاً بیان
 ہوئیں، خون کی ندیاں بہائیں، جائیں گناہوں میں، طریشوں اور عزیزوں کے سر
 کٹوانے، حال و دستار کو برباد کیا تاکہ کسی دکنس علاج حرم علی اور علیہ وسلم کو
 مشغول کر لیں، اور عورت بہت پہلی آسان طریقہ منسوب بلکہ اثر کے کلیتہً اسلام

ہوں گے کہ آپ بھی دیکھیں۔ اور ہرگز وہیے مذہب الہیوں اور قادر الکلام
ہونے کے دو ہزار جملے ہانے کی خواہش بھی نہ کریں۔

قرآن کسی ایک آدمی یا کئی کا بنا یا ہوا کلام نہیں

ہر کوئی ہات دین پڑتی تھی اور قرآن کے علوم کو ہر آدمی سہل اور
وہم کے حالات سے تعلق دوسے کہتے تو کہتے انہا اندر دینو۔ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو قرآن کوئی دوسرا آدمی تعلیم دیا نہ تھا اور ہر اشیا ایک شام کے
تعلق کی حالت تھا اس کا جواب بھی قرآن نے ایسا دیا کہ دنیا پر شائع ہو گیا
کہ یہ متوال ہیں نہایت ہے یہی کی حالت میں اللہ سے ماور ہوا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ
وَرَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ
وَرَبِّ الْعِلْمِ
وَرَبِّ الْاَرْضِ
وَرَبِّ الْاَسْمٰنِ
وَرَبِّ الْاَرْضِ
وَرَبِّ الْعِلْمِ
وَرَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ
وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ
وَرَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَرَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اس میں سے کچھ ہے قرآنی جو ہر جان پر لکھے ہیں وہ بھی نظام اسے کیا جانے
کبھی کسی یا کئی ہی ہے جو اس ہو کر کہا جاتے تھے۔

اِنَّ هٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ
اِنَّ ہٰذَا لَآیٰتٌ لِّاٰنۡاۡنِہٖۤ اٰلَہٗٓ اٰخَرۡتَہٗ

و کچھ ہیں قدر مذکورہ حالت ہیں جسے سائنس دانوں سے نقل جاتا ہے کہ
ایک انسان سے ایسا کلام نہیں کہہ سکتے۔ ہر آدمی کو کئی کلام ہو گا

اس کا جواب بھی ہو سکتا اور وہ بھی ممکن دیتے ہوئے فرمایا۔

فَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَہٗمْ وَاَنْتُمْ اَعْرَابٌ لَّا تَدْرُوْنَ اَلّٰسَ لَہٗمْ اٰیۃٌ
فَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَہٗمْ وَاَنْتُمْ اَعْرَابٌ لَّا تَدْرُوْنَ اَلّٰسَ لَہٗمْ اٰیۃٌ

اگر اللہ فرض ہا جسے پاس کبھی ہے تو تم اس سے زیادہ آدمیوں کی کوئی جانتے
ہو تم کو تو تمام میں اس کی کبھی ہانے کی اہانت دی ہے۔ ہر ہر ہر
انہوں کے جمع کرنے کی تم کو اہانت دی گئی تو تم ہم سے دعویٰ کیا تھا اس
کبھی کے تمام افراد بھی اگر تمہیں معلوم ہیں ہاگے جو تمہارے کہنے کے موافق
ہا جسے پاس ہے اسے کہو وہ بھی انسانوں میں داخل ہیں جن کے جمع کرنے کی تنگی
مہلت دی گئی ہے اور جو اس قدر وسعت اور آسانی پر پہنچانے کے بھی اگر
مقابلہ کلام آدمی کا نہ کر کے اور نہ کہ کسو کے اور یہ بھی مطالبہ نہ کیا کہ تم ان
فلوں آدمی کو ہار سے ساقط و بے پروا نہ کرنا ہے کہ وہ کبھی کے انہوں کی
کچھ لو کہ بعض شہرت اور علم اور دشمنی کے فروغ ہو گا کہ قرآن کی تصنیف کسی
بہول انسان کبھی سے نہ ہو سکتے ہیں۔

قرآن کسی ایک شخص یا کئی کا کلام نہیں ہو سکتا

پھر کیا کسی کبھی کا بنیاتی کلام ایسا ہو سکتا ہے؟ آپ نے بے پڑے
قصیح الہیوں اور عہد ہونے والے میں دیکھے ہوئے کیا کوئی ایسا کچھ لو آپ کی
نظر میں ہے جو ہر ایک مسلمان کے بیان پر یکساں ہونے کی قدرت کر سکتا ہو
کوئی آدمی ہر شخصوں کے بیان پر یکساں قدرت نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ بے پڑے
تصدیروں میں وہی ہا ہا اشارہ منتخب ہوتے ہیں اس لئے کہ کسی مشکل کو ہر شخصوں

پہرے کی قوت نہیں ہوتی نہ فوجی قوت کے علاوے لوب کا اعتراف ہے کہ لوگوں کو
 گھوڑوں کی تعریف اچھی کرنا ہے تاہم خوف و خشیت میں کسی شہر کی طلب
 اور تعریف میں تو سب درجہت و درجہ میں اچھا لگتا ہے۔ جیسے نظامی و فزوی
 رزم و بزم میں صدی و عطا و پند میں توفیق رکھتا ہے۔ لیکن وہ سب ان میں
 کہاں کہاں کی ساری حیرتوں پر ہوتا ہے۔ جوستان میں ایک جگہ جنگ
 کہانی آگئی وہی صدی کی زبان سے پڑ گئی جوستان کے پانچویں باب
 میں اس حکایت کو دیکھو تو کہ نظامی اور فزوی کے مقابلہ میں صدی کا کلام اس
 قدر سہل ہے کہ گو رزمیہ کلام لکھتا صدی کا فن نہیں تھا کسی مشورے سے
 مشورہ نہ تھا اور کوریان، یا کسی مسلم سے مسلم عالم اور پیغمبر کی کتاب کیفیت ماحقق
 آشنا کر لے گا تو اول سے آخر تک کسی اور عالم نہیں دیکھتا۔
 قرآن کو اول سے آخر تک دیکھو تو کس قدر مضامین مختلف کی رہے
 جو کہ نہایت وانی، سادہ، آسان اور شان و شوکت سے رہی ہے اور پھر لڑنا
 کو کس قدر اور جرات و دنیا سے کے ساتھ بیان کیا ہوا ہے کہیں معاش کا بیان
 ہے۔ نفاق و ملامت کے قواعد کی تعلیم ہے۔ کہیں فرائض میت تقسیم کی جاتی ہے
 کہیں کاروبار کا اور عطا ہے کہیں جہاد کا بیان ہے لڑائی کے نقشے کھینچے جاتے ہیں
 کہیں سینہ سپر کے حکم کی بات ہے کہیں دلوں کو راجہ جانی پڑھتا ہے
 بیان کی جاتی ہے کہیں بیعت کا حکم دیتے ہیں، کہیں دوزخ کا مطالبہ سب
 کی ہے مگر طرز بیان میں کوئی سستی نہیں کہ وہی نہیں انصاف نہیں ہر وقت
 براہ نظر کرنا ہے کہ اس کے مقابلہ سے تمام دنیا بھر کا مزہ اور ہر جگہ دلی

پڑا ہے کہ کتا کرشمہ دلی دل ہی کشد کہ جاہلی جاہلیت
 اول سے آخر تک ایک ہی اسلوب اور ایک ہی طرح کا زور اور ایک ہی
 رنگ و جنس اور سادہ کلام کی یہ یکسانیت ہی پتہ دے گی ہے کہ یہ کسی
 منور و ذکاوت کا کلام نہیں بلکہ اس کا کلام ہے جس کی صفات سب کی سب
 کامل، خیر، قیام، اہل حال اور بعض فقور سے منور ہیں۔

ذوقان من و نونہ علی اللہ لیسئلہ
 ذوقان من و نونہ علی اللہ لیسئلہ
 ذوقان من و نونہ علی اللہ لیسئلہ
 ذوقان من و نونہ علی اللہ لیسئلہ

ندائی کلام سے ندائی شان نکلتی ہے

پھر دیکھو قول ہے آخر تک تمام مضامین نہایت شوکت اور کبر و عظمت
 بھری حفاظ اور زور و رمبہ میں ادا کئے گئے، اگر کلام اس شان کا ہو جیسا
 کی زبان سے ہم تک پہنچا تو اس کی مظلومیت اور دشمنوں کی اس پر منت
 پڑ جائے تو سب کو معلوم ہے، تاہم کیا اس کلام کے اندر کہیں ذکاوت اور
 کے ساتھ، تعلق، محبت، دعا، ہمت، نیازی اور خوب ہو چکے آثار موجود
 ہوتے ہیں کا نام و نشان بھی قرآن میں اول سے آخر تک موجود نہیں۔ بلکہ
 جس قدر شور اور ندائی شوکت سے شروع ہوا اسی ترکہ انتظام اور لڑنے کے
 ساتھ ختم ہوا۔

اگر کسی نے قرآن کا معارفہ کیا ہو گا تو اس کی ضائع ہونا محال ہے
 ممکن ہے کوئی کہہ دے کہ شاید قرآن کی تفسیر میں کمی ہو سکے وہی

دار ہیں جو تو میں کہتا ہوں کہ ایک عقلمند اور بے یاز و کار کا کام تو اب کرنے اور
 موجود ہے مگر عرب کے جسے بڑے تکیوں بگڑنے کے تمام اہل مذاہب مل
 کی دلی قناعت میں کام سے پڑی ہو جاتی وہ باقی رہے۔ کیا اسے عقل سلیم اور کہ
 سکتی ہے؟ پھر عرب کو مسلمانوں سے تعداد کہیں زیادہ ہو نہ سکے ذہن پر دشمن
 پہلے تو ہے ہر ان کی چیز کے جس میں آواز اسلام سے آج تک ہے
 جو قرآن کی اس دعویٰ کو ٹھنڈا کرے۔ مسیحا کذاب نے قرآن کے سامنے منہ
 چڑایا تھا وہ تاریخ میں موجود ہے۔ یاد ہو دیکھ وہ بہت زیادہ گنڈا اور بڑا دار
 اور دیکھا اور نہایت تہذیب کا نام ہے مگر وہ بھی اب تک باقی ہے۔ یعنی
 المشرقات المذہبات النساء افترا جاحا انو لہوت ایلا جہا

موجودوں نے فقط افترا کو منظور رکھا۔ جب ایسے رنگی سلوانا شائستہ کا نام کو
 بھی مذہب نہ ہونے دیا تو کہیں ایسے کام کو اور وہ بھی ایسا ہیسا جو لغویں ممال
 قرآن سے بھی اہل اور برتر جو کس طرح متعلق کیا جا سکتا تھا اگر قرآن کے ستر
 ضعیف اور ضعیف کام ادنیٰ لڑیج سے کم ہو گیا تو قرآن کا یہ وہ ستر اٹھا ہوا گا کہ
 وہ اپنے سے غالب اور قوی کو بھی اس طرح فنا کر داتا ہو کہ آج صفحہ ہستی
 پر کوئی اس کو زبان پر لانے والا بھی نہیں۔

عربی نہ جاننے والے کس طرح قرآن کی فصاحت کو بیان سکتے ہیں
 شاید کہو گے کہ یہ تو عربی نہیں جانتے ہماری کہیں کس طرح قرآن کا
 اہل آئے، تو یاد رکھو کہ عربی میں اس کے ساتھ اور ماہرین کے فوجیہ کے
 آگے سہرا کاٹا پڑتا ہے پھر عربی زبان آج بھی زندہ زبان ہے جسکیت کی

طرح مرود نہیں، بیڑت، مصر، قاصد و غیرہ ہیں اس وقت بھی بہت سے ایسے
 نصاریٰ اور یہود موجود ہیں جن کے مقابل میں بڑے بڑے اور بے رقم نہیں
 اٹھا سکتے۔ انہوں نے عربی زبان میں عرب کے عرب کی اپنی کہیں اگر تم نہیں
 جانتے تو جاؤ ان ہی سے کہو کہ ایک سوۓ قرآن کے جواب میں بتا کر دیکھو
 وہ بھی اسلام کے دوست نہیں۔ بلکہ تم سے بڑھ چڑھ کر اس کے دشمن ہیں ہر مکان
 سے وہ اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں مگر یہ جو ملہ آج تک دشمن فرود کو ہوا
 دشمن آئین کو کہ قرآن کے پیادوں سے کھینچ کر منظور کیا تو اس میں اپنی
 ہیئت اور عزت بگھٹے ہیں کہ اس طرف کا قصد نہ کریں تم بھی ان کے سونے پونے
 سمجھاؤں یہ صورت کہ ہے جو ہمیں طرح عیسائی اپنے مشنوں پر کوئی نہ رہا یہ
 لگاتے ہیں ابتداء کی آریہ سماج کو ٹھکرو کہ وہ وہاں کے مشنوں کو یہ مشورہ
 دے کہ سب اہل کو قرآن کے جواب میں چند سطر لکھ کر شائع کرو یہی مگر ہاں
 بعد میں ان کی انصاف اور دہائی کا دوسرا رقم کو ہونا پڑے گا اس سے بڑھ
 ہے کہ کوئی مضمون قرآن ہی سے لیتا اور اسے قذ مٹا اور لطافت کی
 رعایت کے ساتھ اپنی مہارت میں اس کو اگا کر وہ میں قذ مٹا اور لطافت
 قرآن کی عبارت میں مریا نہیں۔ قرآن کے چرو ٹکوں بتا دیں گے کہ یہ ساری
 مزہ کو قرآن اب سے کیا نسبت ہے۔

قرآن کا اصلی ایجاز کے انتہائی مرجع کی طریقہ نظم و اسلوب ہیں ہے
 نزول قرآن کے وقت بعض لوگوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ سب تفسیر تھی۔

وَقَدْ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا

مجموعہ ہے کہ: "خداوند نے ہم پر پانی کی بارش فرمائی، جو پاکیزہ اور نیکو ہے۔" اس کی باتیں اس کی قوم میں ایسی ہی مصلحتیں سن کر گزریں جو ان کی اصلاح و ترقی میں تھیں۔ ایک شاعر اور مضمون کے ادیب ہیں۔ ان کی بہت بڑی ترقی ہوئی ہے۔ ایک ہی خیال ہے، بسکو شاعر کو ایک نیا ادیب بنانے کے لئے اس کی اصلاحات پیدا کرتے ہیں کہ پہلے شاعر کا کام اس کے سامنے ہی معلوم ہونے لگتا ہے۔

داؤد الملک الشعراء ہے ایک ناول میں کہتا ہے کہ آگہ سے آگہ ہے لڑائی کچھ تو ہے لگا لگا کہیں وہ لڑے گا وہاں لڑائی ہوئی ہے اس خیال کو دور مزار شاعر کو نہ معلوم کس کام میں شاعر کو معلوم ہوا وہی لطافت کے ساتھ لڑا کرتا ہے کہ سن شاعروں کو اپنا کام اس کے حق میں نہ لڑا دیتا پڑا۔ کہا ہے کہ دل کی نہیں تھکتی کئی اکھیریں پڑی ظالم یہ ہلکے دلوں میں دو گرفتار دو جوتا دیکھو تو داؤد کا کام کئی نام کے ساتھ میں کو سنا پھیلا پڑ گیا ہے اسی طرح فرود ہی نے کہا تھا۔

ہیابو بلندی و پستی قرنی
نعلانی نے اس کے ساتھ میں فرمایا۔
پتہ جندی و پستی قرنی
پہلے مصرعوں میں پتا اور دوسرے میں پستند نے نعلانی کے شعر کو فرود ہی

کے شعروں میں اور بہت مسامت کر دیا۔ فرود ہی نے کہا تھا۔

لہے بارگاہ زافر اسباب
نقلی کہتے ہیں۔
لہے بارگاہ کرچوں آفتاب
دکھو چوں آفتاب نے شکر کو کہا میری اور کہ آفتاب بنا دیا ہے اور لہے آفر
اسباب کی ذکی شعور تھی نہ رہی اور وہیں شکر کا شعر ہے۔
مراں پیر سزا ناک ہوا تھا قرینے
جو تہرے اس مضمون کو کس قدر خوبی سے ادا کیا ہے۔

آپ نے اپنا دلوا بھی نہیں ہو سکتا کچھ نہیں چکر چاہے کھینچا پڑا لکھیں
آنسوؤں کے ساتھ صفحہ دکھو دیکھنے کے قابل ہے نا کہ کہا ہے۔
شکل نظر نہیں پڑی آیا نہیں پیام میں
تاریخے اس کو کس قدر پرست اور لطف بنا دیا کہتے ہیں۔
نے خرد وصال رفت با جمال
ذوق نے کہا تھا۔

خبر لطف جو میں بہتر میں جان کیلئے
کسی استاد نے اسی شعروں کو اس طرح کہا ہے۔
جراں کوکب یہ شیعہ ہے ترکاری میں
سخت شناسی کہتا ہے کہ دوسرے شعرا اول سے اختیار دیکھ لفظ و سخن ادا ہو
قرنی ترکیب جاتا ہے اور لفظ عشق و پندہ رنگاری نے اس کے لطف کو

اور ہاں کرنا ہے جو میں نہیں کہتے ہیں۔
 غریب ہاتھوں کے لیے تم سے انکا سامنے
 اس کے متاثر میں ذوق کا کلام ملاحظہ ہو۔
 کرفرتے مجھے ایاغ اور دم دہتے ہیں

دعا تمہی دعا کہی بریں کہ پیران بقضا
 داغ دیتے ہیں اس کے حکم کو مہتے ہیں
 ظاہر ہے کہ شعر بول میں داغ دم دینا اور توہما مانگنا مضامین اور جملہ و کثر
 شعر میں داغ و بجا اور صاحبہ تم ہوتا ہے ہے، دیکھو یہاں داغ اور دم کا
 مضمون نیکر میں طرح ادا کیا کہ چلے کی نسبت شعر نہایت شیخ ہو گیا۔ پیران ہونے
 بہنے میں شے پیش کئے ہیں کہ یہ نہایت ہو سکے کہ بعضی شاہراہ قرینت اور فرقی
 و متفرق مضامین کے احوال میں ترکیب کی بندش اور الفاظ کی چینی اور دانی
 اور دیگر لطائف مزیلا کی رعایت سے کس قدر فرقی اور تفاوت ہو جاتا ہے،
 پس کہا جیت چیتے ہیں کہ آج میں سامنے فصیح و بلیغ طر کا ایک وقتے کہا گیا
 ہی ایسی جلدت میں ہڈیاں کر رہی جو فرقان کی کسی چوٹی سے چوٹی سوز کے مقابل
 میں اعلیٰ تر اور فصیح تر ہو گیا اس قدر سہولتیں ادا کرنے کے بعد میں اگر تہا کج
 عاجز رہے تو اس کی دلیل نہ ہوگی کہ یہ کلام دنیا کے معلق اور اگلے ہے۔

خدائی کام سے توحید اور خدائی کلام سے رسالت کا ثبوت

میں نے کہا تھا کہ خدائی کام ہڈوں کے کام سے اس طرح ممتاز ہوتا ہے
 کہ ہڈوں کو اس پیچھے کام پر کوئی دستری نہیں ہوتی اسی طرح اللہ کا کلام ہی
 ہڈوں کے کام سے الگ جیسا ہوتا ہے کہ وہ کلام بتاتا ہڈوں کے اختیار اور قبضہ

میں نہیں ہوتا قرآن کریم نے دونوں مضامین پر ایک ہی آیت میں مشابہت فرمائی
 ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

وَإِنَّمَا أَعْتَسَمْتُمْ مِنِّي بِغَضَبٍ وَقَدَحٍ
 وَإِنَّمَا تَقْرَأُ بَصُوتًا وَأَنتَ سَمِيعٌ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ عِبَادٌ خَاشِعُونَ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

یعنی جب خدا کے کاموں کا کوئی عمل نہیں لاسکتا تو خدا کو بھی بے عمل ماننا
 ضروری ہے اس طرح خدائی کلام کا عمل لانے سے جب سب عاجز ہوں تو اس
 کو خدا ہی کا کلام نہیں کہنا ضروری ہوا اور اسی لئے جو ہذا اس کلام کو لایا ہے اس
 کی تصدیق ہی ہوتی چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 وَإِنَّمَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

میں نے کہا تھا کہ خدائی کام ہڈوں کے کام سے اس طرح ممتاز ہوتا ہے
 کہ ہڈوں کو اس پیچھے کام پر کوئی دستری نہیں ہوتی اسی طرح اللہ کا کلام ہی
 ہڈوں کے کام سے الگ جیسا ہوتا ہے کہ وہ کلام بتاتا ہڈوں کے اختیار اور قبضہ

کہے ہوں اور خود اس شخص کے کلام کا بڑا اجماعی ذخیرہ اور اس کے ہی محفوظ اور مدون ہوا اور اس میں کا کوئی حصہ باوجود قایت و روح کی فصاحت و بلاغت کے اس کلام کے کسی حصہ کی کسی نہ کسی سادگی اور سادگی دنیاویہ کلام نہیں کہتا ہے جس کا یہ جو ان میں ملاقات آپ ہی فیصلہ کریں کہ ایک یا زیادہ طائیفہ حق کو کیا ہے کہنے کا حق نہیں ہے کہ۔

گرچہ از عتق ممدائے بود

گفتا و گفتا افتد بود

لا ریب اس کی ہی شان ہے۔

وَمَا تَنْتَظِرُونَ إِلَّا الْجَنَّةَ الَّتِي رَأَيْتُمْ

بِأَنفُسِكُمْ أَفَإِنَّكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِهَا

مَا تَنْتَظِرُونَ إِلَّا الْجَنَّةَ الَّتِي رَأَيْتُمْ

بِأَنفُسِكُمْ أَفَإِنَّكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِهَا

اور بلاشبہ قرآن کا لا نزوال وہی نہیں ہے جس کی نسبت صحیح علماء نے کہا ہے پہلے نبوی گئی تھی کہ خدا اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالے گا۔

نزول قرآن کی وقت نبی کی کیفیت

قرآن میں وقت اتنا تھا یا بالفاظ دیگر جب خدا مقرر فرماتا ہے کہ تم میں سے کون سا ہے جو اس وقت آپ کے حالات میں علم تعلیم اور خطبہ کے حالات سے بالکل ممتاز اور جدا گانہ ہوتے تھے کیونکہ انہی کا لہجہ کو نزول کی صفت کا مظہر بنا دیا گیا تھا اور تمام زمانہ قرآن اور فکر کوئی طاقتیں جو وہی اللہ میں غنور و مہیت کی بات ہے اس ساری عالم سے کہ جو کہ ملا اعلیٰ اور عالم غیب کی طرف منسوب ہوتی تھیں تو انہی کے انفرادی اور عمومی قوی کے تہذیب اور

کلام تمام کتب ہی اعلیٰ و ارفع ہو ہم اسے منظم کی طرف منسوب کریں۔ جس کی زبان سے ہمارے قانون کتب پہلی رہا ہے۔ لیکن اس کا وہ مشہور معنی نہیں ہے۔ غور کیجئے کہ اگر ایک چھ ماہات سال کا عربیاتی ہو آپ کے کہنے آئے ہیں کو اس نے گمان و اطمینان کا ایک باعری و باقانی کا ایک تصدیق یا ملاحظہ شرازی کی ایک طریقہ کسی اور جہت عالم یا حکیم یا مشاعر یا خطیب کا کوئی منتخب کلام واد کو دیا ہو وہ آپ کے ذہن و شایستگی سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس میں اسے زبان ادا کر دے اور فرض کر لے کہ آپ کو یہ تصدیق ہے جو کہ اصل کلام کس کا ہے تو کیا وہ تھی اس صورت میں آپ میں اتنا دیکھ کر کہ یہ کلام اسی کے کام دہیں سے نقل ہوا ہے یہ یقین کر لیں گے کہ یہ کلام اسی پر کلام تصنیف کیا ہوا اور اسی کے لئے اور بلاشبہ کا نتیجہ ہوں کہ اس کلام جس کو اور اس کے ساری جہت والے میں موافق اور مخالفت گراہ ہوں کہ اس نے کبھی قبل از نبی اعلیٰ تعلیم اور صحبت نہیں پائی جو اس کلام تصنیف کرنے پر قادر ہوئے، کیا آپ ان سب حالات کی ہوجا میں میں برابر ہی کہتے چلے ہائیں گے کہ نہیں یہ سب اس کی تصنیف ہے کیونکہ یہ وہی مشہور بافتیاد ہونے والا انسان ہے اور اس کے علاوہ ہم سے ہم یہ آواز سن رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے درجہ کا جبارہ الحق ہا اہل اور مصعب بھی اس کی جرأت نہ کرتے گا۔ تو ثابت ہوا معنی اس قدر دیکھ لینے سے کہ ایک کلام ایک شخص کے کام دہیں سے نقل رہا ہے یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کلام اسی کا ہے خصوصاً جب کہ وہ اپنے سے نقل ہی گرا رہا ہو اور اس کا ایک صورت میں مگر جہت استہزا ہوا اور اس کے حالات زندگی میں لہجہ کی تائید

جداورد وہ کسی ایسے بشر یا کئی کی تصنیف ہے جن کا نام اور حال آفتقر
مسلّم اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر غمناک رکھا ہو۔

قرآن کا اثر سامعین پر کیا ہوا

قرآن نے اس قوم پر کیا اثر ڈالا جس نے اسے فوجیوں اور تاجروں پر سزا
کی زبان بنا رکھی تھی۔ اس سوال کا جواب تاریخ کے ان دوروں میں واقعات میں
سے ہے جن کا اعتراف دوست اور دشمن ہر ایک کو کرنا پڑا ہے۔ دنیا نے جب سے
جنم لیا، آسمان نے جب سے ٹٹا، زمین نے جب سے اپنی پشت پر اولا دعاوم
کو اٹھایا، کس نے یہاں عظیم ایسا سرعہ دیا، عظیم ایسا عقول انکسبہ شیم کھنکھے نہیں
دیکھا ہوگا۔ جیسا کہ مثال انقلاب عرب کی حالت میں با واسطہ اور سادہ
مسکون کی وصالی حالت میں با واسطہ اس میں مثال غلگ کے آگے نہوے جیسا کہ قرآن
کی مثال عظیم ہے نور دار ہوا۔

صاحب آیات و ہیات نے کہا ہے کہ قرآن عظیم ایک ایسے زبان میں اترا جو کہ دنیا
ایک ایسی زبان تھی جس کی حالت میں تھی اور آپ ایسے حکم میں سے تھے جو
یہاں اخلاق تعلیم کا کچھ سامان تھا اور اس قوم کی اصلاح آپ کے ذمہ لگائی
جو سوائے اولیام اور قائد صحیحہ اس اور باطن خیالات اور نقطہ راہوں اور روشنائی
اصلی اور باطنی نور خفاقی اور شجھوری کے کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ دیکھتے تھے اور
آپ کے یہاں یہ زبان اور خفاقی قوت نے ان پر ایسی پوشیدہ زبان کی کلاں
سے ان کی تمام ہی بری و باطنی حالتیں بدل گئیں، بیسوں کے چنگے ٹھکے ٹھک

تصاویر سے خدائی طور پر ایسے وقت میں وہ آثار نبی موعی الیہ کے ہم پر طاری
ہونے پر جنہیں جو عام حالات اور اوقات سے مہانت ہوں چنانچہ سیرت نبوی والا
امدادیہ کا مطالعہ کرتے ہوں سے یہ چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں باقی تمام احکامات
میں جو مکالمات و معاملات میں کریم اصل اللہ علیہ وسلم کے ہوتے تھے ان میں ایسے
آثار و علامتوں کا ہم درخشاں تھا کہ کبھی کبھی وقت ایک کبھی کبھی کبھی کبھی
زبان سے ادا ہو رہا تھا۔ گو جن علوم و مضامین پر وہ کلام مشتمل ہوا تھا۔ وہ
کچھ ہی صدق اور حقیقت بلکہ اہل ہاں ہوں۔

قرآن کی تلاوت کا اثر خود آنحضرت اللہ علیہ وسلم پر

ہر وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تلاوت فرماتے تھے یا کسی کو سزا
سے سخت تھے تو آپ خود بھی اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ خود اپنے کلام کو پسند
کرنا متاثر ہوتا مادہ تصور نہیں ایک چہ چہ خوبت سے متغیر ہوا جانا، یا اٹھیں
بچنے لگتیں۔ گریہ طاری ہوا یا قانون کو جب کہ تعلق بہتر استراحت پر آرام
کئی تھی، آپ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے تھے کہ باؤں سوچ جاتے
اور فرعون کا دم دیکھ کر لوگ ہم کاتے ہو کر پڑھتے اور اذکار اذکار متلاذکار
ایک ہی آیت کو کئی کئی بار پڑھتے اور روتے تھے۔ طریض قرآن کا جو اثر آپ کی
زبان سے سننے والے سامعین پر کرتے تھے ان سے زانیہ آپ پر ہوا تھا۔ ایک
صاحب بصیرت جو خوب تھکی فریادیں بھی نہیں دل میں رکھتا ہوا تھی یہاں بات
سے قرآن کی نصیحت ایسا نہ لاسکتا ہے کہ وہ فریادیں اللہ علیہ وسلم کی تصنیف نہیں

وہ پر عمل نکلے اور دونوں کے سامنے اپنے غلطی کی ذمہ داری سنبھالنے پر
 مشرک تھے وہ خود سہم گئے، جو کہ فرشتے وہ ایمان لانے جو بہت ہی سست تھے وہ بہت
 جلد ہی نکلے جو گمراہ تھے وہ خدا کی راہ دکھانے کا ہر وقت اور مشاہدہ مصیبت کا
 ان میں نام نہاد، غلطی جیسا بلکہ وہ اپنے مولا میں مانتے رہے، واپس لوٹتے۔
 طور سے غلطی ہو گئے اور ان کے دل میں توکل علم پر داری، اور ہرگز پرستی گاری اور
 بیخ غلطی مسافت سے اہر گئے، آپ کی تعلیم و ہدایت نے ایک ایسا گروہ بنا
 پرست و پاک مصیبت، راست باز، یکساں لوگوں کا قائم کر دیا جن کی کوشش
 سے شرک نے پستی کی آواز جو تمام جو یہ ناسے عرب میں گونج رہی تھی بند ہو
 گئی اور ان کے بدلے ایک بیچوں اور بیچوں سے مشہور و سچوں خدا کی مادی
 پھر گئی، جنہوں نے دہم کا راستہ لیا۔ بہت غافل کا نشانہ مست گیا، آتشیں کر سے
 شمشادے چر گئے، شکیست کا ظلم ٹوٹ گیا، اور ہم پرستی کا باطل خیال باطل
 ہو گیا۔

خَدَّاءَ الْخَلْقِ ذُو الْعَرْشِ الْوَالِدِ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ كَذَلِكَ نَقُودُ

کیا اس سے اس امر کا مشاہدہ اور مشاہدہ توت نہیں تھا کہ آپ حقیقت
 میں بچے رسول اور ظاہر ہی کی طرف سے موعیت تھے ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ وہ
 ایسا انقلابِ تعلیم عرب کی زمینی اور اخلاقی ملامت میں پیدا کر دیتا اور ایسے
 باطل پرستوں کو جو بہت بات پر اڑتے اور جھگڑتے تھے، انہوں کے ایک
 روش میں ہاتھ دے دیتا اور ان کی پیشینگی مہارتوں اور کیشوں سے ان کے دونوں

کو ایسا مسامت کر دیتا کہ اس کی کھلی اثر باقی درجہ بنا، بلکہ دنیا میں ان کو اخلاق
 اور سادہت کا نمونہ بنا دیتا، سرور کائنات مسلم کی ہدایت کی ایسی ہیبت فرشتے
 کا شیر لہرایے جو بہت اچھے ناسخ گوہر کو جو کہ منکران ہیں اس بات کے مستحق ہیں
 کہ وہ حقیقت و بات بظہر حق، سے ناسخ حق میں کی درجہ خواہ کہیں کہیں نہ
 نہیں پائی، کوئی کہتا ہے کہ قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ عرب کے بہتے
 والے ایسے بدل گئے، جیسے کہ نے مکر یا ہو خدا سے متدرب ایسا جنوں کا
 جالو رہے کہ ان سبھی کی ابتداء سے اخلاقی مسلم کے وقت تک کہیں نہ پائی
 ہی ہاں اچھے نہیں ہوئی تھی جیسا کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی۔

خدا نے جس کلام کیا یعنی اس پر اتنا افسوس کی فہم و اشتقاق کا کیا حال تھا؟

اب قرآن کے تمام الہی ہر کہنے پر ایک اور طرف سے یہی طور کر، اور یہ
 خداوند اکبر نے جس کی زبان سے کلام کیا اس کی نظروں میں کسی زمین نکلے طور پر
 اس نے دل و دماغ کیسا بنا دیا تھا، فہم کے ساتھ، اخلاق کیسے تھے کہ فہم کے پہلے
 اور اس قدر و تعلق انسانی ملکات، یعنی خصال کی ساری شاکی پر وہ طور و خلق
 ہوا تھا، وہ نہ کہ جیسو تھے جو نے ماہر اور مسلمان ہیں باوجودیکہ وہ ہم ہی ہیں،
 انسان میں، حضور ہی سے خالق درست اور باخار خود جاری کے نکل میں ہر کس
 نامس کو منہ نہیں دکھاتے۔ ہر ایک کو اپنی مسند قریش، پیشینگی پر بگڑتے ہیں
 ہر ایک کو ہم گاری کا شرف، غمٹنے میں ہر ایک کی زبان سے بولنے اور

تقریر کرتے ہیں مخصوصاً شہناہی جو تھے میں نے ان کو بہت اور نکالت اور زخمی کیا
 حق دیا جا ہے اور ان کو مستحق خاص اور نام مستحق خاص کے تصور کرتے ہیں۔ ہر ایک کو
 واسطیہ نہیں بنا دیا جاتا، ہر رنگہ و شا نہیں ہوتا، ہر سطح میں کا یہ درجہ نہیں کہ
 واسطیہ سے بلواسطیہ تصور کیے جس کا اس میں کچھ تو کہ ہر ایک انسان خدا کا
 منظم پارہ اور خدا ہی واسطیہ واسطیہ کا نائب اسطنت بنائے جانے کے
 قابل نہیں۔

أَلَمْ تَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ الْمُعْتَصِمِينَ
 خاص بگاری بیخبرہ کی اساتذہ ہیں کہ
 وہیں بگاری صوفیہ اور قابل الیقین ہوتے ہیں

اس بات کا تصور ذرا کرنا کہ اس قسم کے نفوس میں تعالیٰ شاد کی بکلاہی سے
 مشورت ہر کتنے ہیں میرے لئے مشکل ہے اور وقت ہی اہانت نہیں، تاکہ میں ہی
 یہی کہتے کو گھڑیوں اور اپنی ہنسا اور کھیت کے خدا اس کے متعلق کتاب عقل
 واسطیہ میں عرض میں کر چکا ہوں کیسے ہوا اور اس قدر کوشش کر دیا مناسب ہے کہ ہر
 شخص منصب نبوت پر فائز کیا جائے۔ مغربی ہے کہ نظری طور پر اس کی وہائی
 قرآن اور گلیں ملکات اور علم اخلاقی ملکات تمام اقرآن سے اعلیٰ فارغ ہوں،
 فہم و دانش جو ہر انسان قابل۔ سبب شہادت مخصوص نیت، ہمدردی و تقویٰ نسبت ہر کس
 اور خدا کی اطاعت اور قادی کے جذبے اس کا لہر و باطن رنگا ہوتا ہو۔ کوئی
 شخص یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ان ملکات اور قوی کے خدا کی صورت میں خدا
 خدا کا نائب ہونا یا اس کے نائب ہونا ہے۔ خدا کا نائب ہونا اور اس کے نائب ہونا

تعمیر کرنا ہیں کا علم ازلی تمام ملکات نام کیوں کو محیط ہے اپنی بھاری بھاری
 اور نیا جہ آئینہ اور ملکات عقل کو کیفیت، اتفق میں معمول انسان کے ہر فرقہ کو
 قرآن کے انجیل کی سیرت والاقت، کو جب ہم اس بھاری بھاری کہتے ہیں تو ہر کس کو
 انفراد کرنا چاہئے کہ آج تک جتنے آدمیوں کی نسبت ظہر اور منظم ہونے کا دعویٰ
 کیا گیا ہے ان سب میں زیادہ احترام واقعی اور اس منصب عقل کا با اعتبار اپنے
 فرقہ العزیز قرآنی عقلی و علمی کے دنیا کا وہ سب سے بڑا انسانی ہی ہو سکتا ہے
 میں کو ہم نہیں اور یہ ظہر عربی کے ظہر اور عربان عقب سے یاد کرتے ہیں قزاق
 و امی انجیل میں سیدنا و مولانا محمد (الذی و اصحاب و بارکاتہم۔

انحضرت علیؑ کے علم کی سیرت اور ملکات زندگی اور عقل کی اہانت کا ایک
 ایک ملکات ظہر اور مستند کتابوں میں مشغول ہیں سے چھو کر ملکات کے ہاتھ
 لیا کوئی قابل اعتبار اور باوقوفی انجیل نہیں ہے آپ کے پڑھنے کے آپ کی
 سوانح زندگی اور تمام اقوال و افعال اور کلمات سکانت کو اس قدر اہتمام و توجہ
 و دیانت، تہفظ اور شرف سے منظر رکھا کہ وہ ایک مستقل فن بن گیا بلکہ اس میں
 سے پھر کوئی فن نکلے۔ غالباً اس نسبت کے اپنی آسانی کتاب کی یہی حفاظت
 اہم کی کہ جوئی ہیں خداست محمد نے اپنے ظہر کے حالات کی اور دیگر
 ایسے ہی کے حالات کی کتاب وہی مذہب اور مشغول ہونے والا کام ہے کہ
 آیا ایسی ہی حفاظت ہونا چاہئے تھی تاہم اور دوسرے بعد میں کوئی شخص اس
 جانتے کے عمل کرنے سے نہ ذہر کے ہے لیکر آپ انجیلوں کے تھے اور جدید
 زبان کے کہ ہم کو ظہر کے حالات ہی سب سے معلوم نہیں تو ہم اس طرح چھوڑنا چاہئے

ہیں ساتھ ساتھ اصلاح لکھوایا گیا کہ۔

وَمَا تَنْهَىٰ عَنْهُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّسُلُ إِلَّا مَا كُنَّا نَنْهَىٰ عَنِ الْعِبَادَةِ ۗ

اور نہ ہی فرشتے اور رسولوں نے منع کیا ہے اس کے علاوہ جو ہم نے منع کیا ہے۔

یہ دعوہ آج بھی اس مقامی اور حیرت انگیز لڑائی سے ہے جو ہو کر نہ جیسے دیکھ

کر رہے ہیں۔ یہ سب اور مشورہ میں انہوں نے کبھی نہیں سوچے ہو گئے ہیں جس طرح قرآن

کی بے نظرفضا مسند و حجرت کے ساتھ اسے لہجہ چڑھانے سے روکنے کو فرمایا

کی آیت بھی خود کر دی اس طرح اس کی بے مددگی میں مخالفت و لغت نے بھی ایک

مترجم اور تاریخ کو بھی مثال پیش کرنے سے باز کر دیا۔ بہر حال اسے ہی ایک جم

غیر ملکہ کا بھی تھا اور مذہبی کو معلوم ہے اور یہ کہ اس نے قرآن کے علوم

و مطالبہ اور حیرت انگیز بھی سب کی مخالفت کی کہ انہوں نے رسم الخط کی تاریخوں

نے طرح ہوا کی، مافقوں نے اس کے ان نظروں میں اسے کی وہ مخالفت کی کہ قرآن

قرآن کے وقت سے آج تک ایک ہی راز پر جو بدلی ہو سکا اس نے قرآن کے

رکوع گننے کے لیے اسے نہیں شمار کیا کسی نے صرف کی تعدد جگہ کی حتیٰ کہ بعض

نے ایک ایک آیت اور ایک ایک آیت کو شمار کر ڈالا اور حضرت علیؓ اور

اسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لڑا کوئی سامت اس میں نہیں جگہ

چاہ سکتی ہیں یہ چیزوں بلکہ انہوں کی تعدد و مخالفت قرآن کی موجود ہو رہی ہیں

کے کہ فقہ کے اوراق میں نہیں جوڑتے ہاں نے اور میں جانے کا امکان رکھتے ہیں

سیاسی کے لغوی میں نہیں ہیں کے مواد مشکوک ہو سکتے کا استعمال ہے کبھی

اور وہ ہے کے۔ اور تو ان میں نہیں ہیں کے گھونٹے ہاں نے انہوں نے ہاں نے

جس جگہ اپنے دلوں کے اوراق میں اور جنہوں کے مسند اوراق میں بڑی احتیاط

اور ضروری سے محفوظ رکھا۔

یہاں آیت تہذیبیہ میں مسند

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

یہاں آیت تہذیبیہ میں مسند

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

یہاں آیت تہذیبیہ میں مسند

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

یہاں آیت تہذیبیہ میں مسند

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

یہاں آیت تہذیبیہ میں مسند

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

یہاں آیت تہذیبیہ میں مسند

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

یہاں آیت تہذیبیہ میں مسند

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

یہاں آیت تہذیبیہ میں مسند

اور انہوں کو علم کی چھانٹنے سے روک

قرآن کریم کی تمثیلیم

قرآن کریم نے تمامی ابواب ہدایت کے متعلق جو کچھ تعلیم دی ہے اس کی پوری تفصیل کسی اسلامی زبان میں کہاں سما سکتی ہے قرآنی علوم کا حصہ ہے تاہم یہ ان لوگوں کی ضمنی آگاہی ہے اور اس کی طاقت ہے کہ وہ اس رہنما عصمت کے سمندر میں ایک کوزہ میں بند کر سکے لیکن قرآن کے ابوابوں میں سے شاید یہ بھی ایک ایسا جہان ہے کہ وہ ہمیں قدر شکل ہے اس قدر آسان بھی ہے جتنا ظریف اور چینی ہے انسان ہی تصور بھی ہے جس میں ہر طرف وسایک ہنر سے چمکے روشن عناصر سلیم کا پیشہ ممکنوں سے جھوٹا ہے اس طرح ایک کوئی سے داخلی انسان کی پیاس بھی اپنے چشمہ ہدایت سے بجھا سکتا ہے، میں اس وقت قرآن کے علوم و معارف کا شعور آسانا آغاز کرنے کے لئے چاہتا ہوں کہ کتب مخالفوں اور دیگر لوگوں کا سوا نہیں دیتا بلکہ ایک بہت ہی سہل طریقہ بتاتا ہوں کہ مضامین و مباحث اور ابواب ہدایت میں سے جو مضامین اور ابواب چاہوں گے اور تمہیں آسانی ہوئے گی یہی ان میں صرف ایک باب سے متعلق ہو تعلیمات میں ہر کوئی زہد والا انتخاب کر کے پیش کرے اس لئے آسانی کتابوں اور آراء کوئی اضافہ کیا جائے جو کچھ ہوا آسانی کتاب کے حوالے سے مع اصل سادگی کے ہوا اور ہمت کا صحیح جوہر ملے زبان میں کرنا یا ماننے کے بعد یہ سب تحریریں کسی ایک متعلق نغمہ نظم کے سامنے لیا جائے، ہر کے تمام بیانیہ کے اور پیشہ کر دی جائیں ایک نگاہ سے سامنے آنے سے دنیا خود فیصلہ کر

نے گی کہ کس کتاب کی تعلیم اس باب میں زیادہ جامع، زیادہ موثر، زیادہ عمیق، زیادہ قابل قبول ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر آسان اور بڑھ چکے صرف صورتیں نمازیہ کی اور کوئی مذہبی کی۔

پس ایک نگاہ پر غور ہے فیصلہ دل کا

قرآن کریم میں اللہ جل شانہ کے کمالات و صفات کا بیان

اور ذکر اللہ کی کثرت

مَنْ لَمْ يَلْمِ الْكُفْرَانَ كَرِهَ الْبَلَاءَ

پھر ایک بڑی بھاری دلیل قرآن شریف کے کلام الہی ہونے کی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر نہایت اہل طور پر بیان کیا گیا ہے، کلام الہی کا نعرہ ہے کہ اس میں خالق کائنات کی تمام صفات کامل بڑی شان و کثرت کے ساتھ ظاہر کر دی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت شان اور اس کی صفات کامل مجھے ظہور پر ظاہر ہوتی ہیں کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ایسے نمونہ سے بیان ہوا ہے کہ اس خصوصیت میں دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتی بات بات میں اللہ تعالیٰ عظمیٰ کے شان چمکتی ہے اور اس کی اور بیسیا اور بیسیا

خاصیت نمازیہ اور قدوسیت الہی کے ظنی طور پر ظہور کر جاتی ہے۔ سارا کلام الہی اس آجی اور صفات کاملہ سے بھرا ہوا ہے۔ جہاں قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا ذکر اور اس کا نام اس کثرت سے آیا ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب

قرآن کریم کی بے نظیر سلاست اور روانی

مکہ مکرمہ کی آیتوں پر اللہ تعالیٰ نے سلاست و روانی کا پھر ایک نیا ہیئت قرآن شریف کے کلام الہی ہونے کی اس کی روحانی بے نظیر شہادت اور بے نظیر روانی کے سہیوہ کا ایک نیا شہادہ دیا ہے۔ کوئی عربی عبارت نہ ہو اس کی بے نظیر شہادت اور روانی معمولی قسم کی عربی لیکن قرآن شریف کی روانی اور سلاست اس قسم کی ہے کہ جو لوگ اس میں غور و خفا سے جو لوگ عربی سے کچھ سمجھ نہیں رکھتے وہ بھی اس کی روانی اور سلاست کو دیکھ کر شہق پڑتے اور حیران ہیں۔ غرض اولا ان کا یہی سبب قرآن شریف کو ایک ایسی عربی اور اسلوب خوش سے بہت سے قوموں میں لانا اور دوسروں میں دلور و دلربا ہے۔ عالم نگار اور ملاحظہ سب قرآن شریف کو ایک جوش کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس قدر اثر و ثقب پڑتا ہے کہ دنیا کے سزاوارتہ سب اہل علم و ادب اس کلام الہی کو پڑھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں پر کیا کچھ اثر ہو جاتا ہوگا۔ کلام الہی کے الفاظ و اقوال کی زلفہ و شعور ہی معلوم ہوتی ہوں گی جو سننے والے کے دل پر نظر پڑے کسی شخص کی طاقت ہے کہ قرآن شریف کی سلاست اور روانی کی بات کہہ دیاں کہے وہ ایک وہاں عرب ہے اور وہاں زبان کی لذت کو بخیر سمجھنے کے اس کو یاد ہے کہ معروضی تحریر یا تقریر میں لائے۔ قرآن شریف کی عبارت پر جیسے پڑھے ہوتے مستغرق ہیں دیکھتے ہیں ان پر حیرت مانتی ہے، عربی عبارت کی روانی اور دونوں پر غالب اثر و اثر ہے والی جاوہر بیان افکار عرب کو اس بات کے کہنے پر اجازت کرتی تھی کہ۔

این حذرا انی دعوایک مکرر آقا نوشتہ
 از حضرت آقا شکر شخص خواندہ
 در آن زمان تو اس ایک نام کا پڑا ہے۔
 دیکھوں یہ آقا ہے جس کی تو نام پڑا
 دانتہ چور کی نامی خطہ کا ہے۔

نام آسانی آتے ہوں گے مگر اس کی طرح موازہ کریں کہ جو کتاب کی صورتوں کی ہی عبارتیں میں پڑیں جاتی ہے کہ کچھ صحیح اور بات پڑھنے والے سے نہیں ہیں، نہ صواب اور صحیح خود معلوم ہو جائے گا کہ عرب کس سے زیادہ لذت اور اثر حاصل کرتے ہیں، قرآن کریم تمام اشعار کی طرح کلام مستحکم نہیں لکھیں اس نے نظم کی طرح نکال کر شریفی ڈال دی ہے، ایک بالکل ہی ایسا اسلوب عام نظریہ نظم کے مابین اختیار کیا ہے کہ شاعر اور خطیب دونوں کی زبانیں سو جان سے اس کی لطافت اور شوکت پر قربان ہوتی ہیں۔ قرآن کی ان حتی اور معنوی خوبیوں کو دیکھ کر کہے سمانتہ زبان پر آ جاوے گا کہ۔

بہار عالم سستش دل جان تازہ میزدانی
 بر آسا صواب صورت و با جوار باب سنی و

قرآن میں ایک مضمون دوسرے سے منطوب نہیں ہوتا

مذہب ہی کہہ مخلوق ہے جو سرور و رفیق ہے اسنے جب اس کی کوئی بات طاری ہوتی ہے تو اس کے مقابل والی حالت منضمل اور منطوب ہوا ہوتی ہے اس سے بڑا قادر و کلام لیکر اور جب فقرہ میں پھر نوا مضمون بیان کرنا ہے تو ہمیں اسی وقت طاقت اور سہولت کی تقریر دیکھ کر ہمتے نہیں کر سکتے اسی

طرح شفقت و رحمت کے ساتھ کہ غضب و عداوت کی بھی ضرورت ہو تو وہ لوگ
 کہہ سکتے ہیں تو ان کا نام رکھنا ناممکن ہو رہا ہے یہ صرف خداوند اعلیٰ کی ذات
 کا خاصہ ہے جس کی ایک صفت دوسری صفت کیلئے حرام نہیں ہوتی اور جس
 کو ایک شان دوسری شان سے مشغول نہیں کر سکتی کہ وہ ہر وقت دوسراں کی نامی
 مشاغل صفت کے ساتھ مشغول ہے اس لئے جب اس کے کلام کو پڑھتے
 ہیں تو رحمت کے ساتھ غضب و عداوت کے ساتھ وہی تفسیر کے ساتھ اظہار
 اور عرف کے ساتھ حسب لہجہ کے وہ لہجوں کی طرح ہیں براہ نظر آتے ہیں۔
 جن میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہ ہو جس میں غصہ و عداوت و عداوت
 پر بار کے ساتھ جس طرح کہ ایک کا بیان دوسرے سے ذرا ہی مختلف نہ
 ہائے یہ صرف اس ذہبِ اعلیٰ کے کلام میں دیکھا گیا ہے۔

قرآن میں غیبی خبریں

قرآن کے مضامین کے متعلق ایک اور ضروری چیز بیان کرنے سے پہلے
 اور وہ اہم بات ہے اور سب سے پہلے کہ غیبی مشعل اور رحمت خیر اور اذیت
 مستند قہر کے متعلق اس کی حدود و پیمانے کو بیان میں جو رحمت برف سے ثابت
 ہو چکی ہے نہیں کہ باہنوں اور خبروں کے انکس بھی یہ بات کی طرح سوچی
 ایک اور خبر جو نشان دہر جاگا بلکہ قرآن نے ہی واقعات کی خبروں وہ اس
 صادق کی روشنی کی طرح نور افروز ہے وہی وہ بصیرت ہوئے۔ مثال کے طور
 پر آپ اس آیت کو لے لیجئے۔

آتسوا لیلۃ انزلنا فی
 الکوثر لیلۃ انزلنا فی
 لیلۃ انزلنا فی

ترجمہ کے لئے جو لفظوں میں ہے وہی
 ہی اس میں ہے وہی اس میں ہے وہی
 ہو گئے ہیں لیکن وہی اس میں ہے وہی
 مقرب ہونے والوں میں ہے وہی اس میں ہے وہی

پھر یہ دم کے عیب کے متعلق پڑھتے ہیں لہذا اس کے ساتھ عقیدہ کر کے اس آیت
 میں وہی لکھی تھی وہی لکھی تھی وہی لکھی تھی وہی لکھی تھی وہی لکھی تھی
 متعلق منقول ہو گیا ہے اس لئے کہ اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں
 میں اس کا کلام لکھتے ہیں لے تو صرف ایک نون و کھلا دیا ہے۔ اس کا بیان
 میں بعض کو چشم بہ کہہ دیتے ہیں کہ شاید یہ حضرت علیؑ کے لئے ہے کہ اس سے
 پر چھ کر دیتے ہو گئے وہاں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ خود ہی تھے
 آپ کی قوم ہی تھی مگر زبان عربی کے سوا کوئی اور سہی زبان آپ نے
 لیکن نہیں تھی کسی عالم کی خود تہ و صحت کا آپ کو سونڈ نہیں ملا جو اس
 قدر منقول اور مستند واقعات اندک کر سکتے اگر ایسا ہوتا تو وہ لوگ جن کے
 ہمیشہ نظر آپ کی زندگی کے تمام الحوادث اور کرتے اور پھر ہر وقت وہی
 ہجڑوں کا کھوج دکانے میں سرگرم تھے جو آپ کی نگاہ کا ذریعہ نہیں
 تھیں سال کی طویل مدت میں سب سے پہلی ایسی شہادت تھی ہم پہنچا کر
 شائع کر دیتے۔ شاید اس لئے قرآن پاک نے ایسے غیر نامی من الہی
 انکس لکھا کہ ان میں ہجڑوں نے کہا موشاں تو انہی کو کہی کہ تم ہی اس

جہوں میں سورج، اندھیرا، انکوش، اور خلا میں روشنی کے جو اخیر پادھیں
 ہیں تمام بلاشبہ کو تخلیق و تیار ہوں گی ان سورجوں میں سے کسی ایک کے
 مقابلہ میں کوئی پیمانہ یا نیا کلام سبیل کرے گا میں ایسے منکر اور
 ہامی اللہ تعالیٰ اس طرح کے مضمون کو اس قدر خوبوں اور لطافت و مزاج
 کی رعایت کے ساتھ اور کیا گیا ہو جتنا کہ جمہور اہل اسلام بھول اللہ و قرآن و سنت
 منکر بلکہ جہود کلام قرآن کریم کی اس صورت کی مبادت اور اسلوب میں تمل
 سکتے ہیں اور اس کام کے لئے جتنی مدت اور مہلت معارضہ کرنے والے
 پادھیں وہ وہی پاسکتی ہے اور ہر ایک معقول شرط منظور کی جا سکتی
 ہے لیکن ساری باتیں اور سادہ منظر سے صرف ایک ذرا سی بات پر تمام
 جہتے ہیں۔

قَالَ لَمْ نَفْعِدْهُ اَوْ لَمْ نَفْعِدْهُ فَاَلَمْ نَرِ الْاَشَانِ
 الْاَشَانِ وَنَفْعِدْهُ اَوْ لَمْ نَفْعِدْهُ
 الْاَشَانِ وَنَفْعِدْهُ اَوْ لَمْ نَفْعِدْهُ

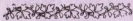
غائر مضمون پر میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اس تقریر میں
 صرف یہ کوشش کی ہے کہ ایک مبادت اور سطوں اور معقول طریقہ سے قرآن
 کریم کا کلام اچھی موٹا واضح کر دیا جائے مضمون کے دوسرے حصے جو شاید
 اس کے بعد شائع ہو سکیں ان میں تفصیلاً بتلایا جائے گا کہ قرآن کریم کے
 متعلق صحابین اسلام نے کیا کیا شکوک و شبہات پیش کئے ہیں اور ان کا

ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے امید ہے کہ یہ سلسلہ سہولتیں اور سہولتیں اسٹی
 اور بلا بھی حق و سادگی کے لئے نافع ہوگا۔

ان اسیر الایضاح ص ۱۱۱ استقصت و ما توفیقی
 الا با اللہ علیہ توکلت والیہ اذنب

الذواقہ
 شہید احمد عثمانی رفا اللہ عنہ

دارالعلوم دیوبند - ۳۰ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ



شہید احمد عثمانی رفا اللہ عنہ

دارالعلوم دیوبند

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الزَّوْجِ ۚ وَالْقُرْآنِ
 ترجمہ اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم سے کیا ہے قرآن

الزَّوْجَ فِي الْقُرْآنِ

روح کیا ہے ؟ اور قرآن کا
 موقف اس سلسلے میں کیا ہے ؟

۱۰۱

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

ناشر

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰
 لاہور

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلْ

ادب و معارف کے لیے یہ سوال کرتے ہیں تمہارے رب کی نسبت

یعنی روح انسانی کیا چیز ہے۔ اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟ یہ سوال صحیحین کی روایت سے مواتی، بیہودہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آواز سے سنا دیا اور "سیرت" کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں "قریش" نے بیہودہ سے یہ سوال کیا تھا۔ اس لئے آیت کے "قل" اور "قلی" ہونے میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے کہ نزول کو مبرا ہوا اور انشاء علم۔ یہاں اس سوال کے درج کرنے سے مراد یہ مقصود ہو گا کہ جن چیزوں کے کہنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے۔ اوجہ سے تو احوال کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل میں اندازہ گفتار عبادت جگرتے رہتے ہیں ضرورت اس کی تھی کہ وہی قرآنی کی روح سے باطن زندگی حاصل کرتے اور اس شہادت سے فائدہ اٹھاتے۔

وَالرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُعْطِيَ السُّعُودَ وَمَا أُعْطِيَ النَّاسُ مِنْ رَحْمَتِي إِلَّا بِإِذْنِي وَإِنِّي مُخَوِّضُ الرُّوحَ فِي مَوَاقِعَ مَعْلُومَةٍ

مگر انہیں جو راہ دکھلاؤ معاندانہ بیوقوفوں سے فرصت کہاں؟

روح کیا ہے۔ سمجھ رہے یا غرض و ماوی ہے یا تجر و بیسٹ ہے یا مرکب و اس قسم کے فاضل اور بے ضرورت مسائل کے کہنے پر نہ نجات موقوف ہے۔ نہ یہ پیش، انہماک کے ذرا کھن تبلیغ میں داخل ہیں۔ بیٹے اپنے مکنا اور نکلا سفر آج ایک خود "ادب" کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے۔ روح جو بہر حال مادہ سے کہیں

ذرا وہ لطیف و نسی ہے اس کی ماہیت و کون کس پہنچنے کی پھر کیا امید کہا سکتی ہے۔ بشر کہیں کہہ کر بہاوت اور تہذیب و تمدن کی اسلٹ نیویاٹ کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ ہر قوم کوئی سوئی ذاتوں اور نہایت واضح صفات کو نہیں کچھ سکتی وہ روح کے حقائق پر دسترس پانے کی کیا تاکہ استیلا و اہمیت رکھتی ہوگی۔

تو ظاہر نہیں را کھو سکتی کہ اسکاں نیز پر واضح
قُلْ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي

کہتے روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

موضوع القرآن میں ہے کہ حضرت کے آواز نے پوچھا سو اللہ تعالیٰ نے دکھ کر دیا یا کیوں کہ ان کو کہنے کا عہدہ تھا۔ ان کے پیغمبروں نے ہی مخلوق سے ایسی باتیں نہیں کہیں، اتنا ماننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز میں میں آ رہی وہ ہی اٹھا۔ جب نکل گئی وہ مر گیا۔

الفاظ قرآنی کی سطح کے نیچے حقائق مستور ہیں

حق تعالیٰ کا کلام اپنے اندر عجیب و غریب اظہار رکھتا ہے۔ روح کے متعلق یہاں جو کچھ فرمایا اس کا سطحی معنیوں علوم اور کاسم الفہم یا کئی زو معاندین کے لئے کافی ہے۔ لیکن اسی سطح کے نیچے، ان ہی مختصر الفاظ کی تہذیب و تمدن کے متعلق وہ نصیحت افروز حقائق مستور ہیں جو بڑے سے بڑے عالم فطرت کھتے رہیں۔ اور ایک ماہر کاہل کی راج طلب و تحقیق و تجربہ ہدایت کا

جسکا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے ہم کبر یا بڑے وسیع کا طراز نہ کہہ سکتے ہیں۔
 گو کہ ہمیں سے روح حیات کی لہریں دنیا کی ذوی الامان پر تقسیم کی جاتی ہیں
 اور ان ذوی الامان کو جس قدر جانہ کے مشارکوں کا یہیں تکفین ہوتا ہے۔ سب جو
 کشت چھوٹی بڑی شیعوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے وہ ہر طبقہ سے آگے بناوٹ اور
 استقلال کی روحانی کام لیت اور اس کی ساخت کے مناسب حرکت دیتا ہے۔ بلکہ جس
 لیپوں اور قسموں میں وہ گلی پہنچتی ہے انہی کے مناسب رنگ و ہفت اختیار کرتی ہے۔

روح کا مبدیہ صفت کلام ہے پھر فوہ جو پھر حروف

جسم لطیف کو نگرین گئی؟

وہاں بات کو کہیں اور ہوا، کا حکم جو قسم کلام سے ہے جو پھر حروف و ہم نوالی لطیف
 کی شکل کیونکر اختیار کر سکتا ہے۔ اسے یوں کہہ لو کہ تمام عقلا اس پر متعلق ہیں اور ہم
 خواب میں جو اشکال و صورت دیکھتے ہیں بعض اوقات وہ ضمن ہمارے خیالات ہوتے
 ہیں جو روکا، پتہاں، تشبیہ جیتے وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔
 اب حور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو احوال میں ہیں اور مدعا کیسے تو قائم
 ہیں۔ وہ جو ہر اجسام کیونکر بن گئے۔ اور کس طرح ان میں اور اسام کے لوازم و غرض
 پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ خواب دیکھنے والے سے بیدار ہونے کے بعد کہا
 ہے آنا لوازم پیدا نہیں ہوتے۔

حواب کی مثال سے مطلب کی تقسیم

فنا لغت سے غلط استعمال نے ہر انسان کو خواب کے ذریعہ سے بڑی بیماری پڑتی
 کی ہے کہ جب ایک آدمی کی قربت حضور میں اس نے اس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ
 اپنی بساط کو واقعی ضمیر ہوتی ہاں کہ تو جس سانچے میں نفعالے اور نہیں ہی خواہاں
 آ رہا ہاں اللہ پیدا کرے جو عالم بیداری میں اجسام سے استغنیہ ہے۔ پھر تماشہ ہے کہ وہ
 غیبات خواب دیکھنے والے کے بارے سے ایک سنت کو طبعہ بھی نہیں جوئے تو کیا انہی
 وجود پر دستور قائم ہے۔ تو کیا اس ضمیر سے فوہ کو دیکھ کر ہم آتا نہیں کہہ سکتے کہ
 ممکن ہے ہاں رطقت اور حضور روحی جہل و علما کا امر ہے کیفیت ان، باوجود صفت
 قائم ہاں نہ تو انی ہونے کے کسی ایک مستند صورتوں میں جلوہ گر ہو جائے اور منور
 کو ہم احوال یا فرشتہ یا کسی اور نام سے پکاریں۔

شرح حادثہ ہے اور اسکی میدار (مغربی) تقسیم ہے

وہ احوال و ملائکہ وغیرہ سب حادثہ ہوں اور صرف انی جہاں قائم ہے۔ اسکا
 حادثہ کے اسکا ہوا نام احوال و غیرہ تک محدود ہیں اور امر انی ان سے ہاں پرتو جو
 جیسے جو صورت خیالیہ حالت خواب مشہور آل کی صورت میں نظر آتی ہے اس سے متاثر
 میں احوال ہوا میں۔ اگر وہ غیرہ سب اندک ہم مسکرت کرتے ہیں۔ حال گواہی آل کا تصور
 سا ہاں سال ہی وہ مضمون میں ہے کہ ہمیں ایک طرح کیلئے وہ آثار ہوں نہیں ہوتے۔

قلیہ اور مظہر کے احکام جدا جدا ہیں

پس کوئی طہ نہیں کہ رُوح انسانی درخواہ جو ہر جہت و ہر جا جسم لطیف نورانی
"امریکی" کا مظہر ہے لیکن یہ مظہری نہیں کہ مظہر کے تمام احکام آئندہ ظاہر پر جاری
ہوں گا جو واقعہ ہر واقعہ سے کہہ کر کہہ گئے ہوں گے اور جو مثالیں پیش کریں ان سے حضور
صحت پسند و تقریباً الی الفہم ہے ورنہ ان کوئی مثال دستیاب نہیں ہو سکتی جو ان
صفتوں وغیرہ پر پوری طرح منطبق ہو۔

لئے ہوں ازروم و تیل قال من ننگ برقی من و تمشیل میں

روح جو ہر جہت و جہے یا جسم لطیف ہے

وایہ مسئلہ روح جو ہر جہت و جہے ہوا کہ اکثر حکما، تصوف اور صوفیہ کا مذہب ہے
یا ہم نورانی لطیف ہوا کہ جو ہر جہت و جہے کی رات ہے اس میں ہر سے نزدیک الی لطیف
وہی ہے جو یقیناً اسلاف و براہین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب اطفال اللہ
بندہ نے فرمایا کہ باطنی صفت مانتا ہے وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

- (۱) وہ جو ہم میں ہے مآذہ اور کیت و دونوں ہوں مجھے ہمارے "ہوا ہے مآذہ"۔
- (۲) وہ جو ہم میں ہے مآذہ نہیں ہوتی کیت ہے نہیں صوفیہ "اجسام مثالیہ" کہتے ہیں۔
- (۳) وہ جو ہر جہت و جہے اور کیت و دونوں سے نکلی ہوں ہیں کو صوفیہ "ارواح" یا مآذہ
"جو ہر جہت و جہے" ہم سے پکارتے ہیں۔

پس جہت و جہے میں کو "روح" کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک "جہت مثالیہ"

سے کہ ہم سے جو جان ہادی میں معلوم کیا ہے اور بدن مادی کی طرح آگے نکلا
آئندہ، مآذہ و غیرہ اعضا نکلتا ہے۔

روح کا بدن سے جدا ہونا موت کو مستلزم نہیں

روح بدن مادی سے کہیں جدا ہو جاتی ہے اور اس جہت کی حالت میں
یہی ایک طرح کا جسم الی الفہم ہے کہ ساتھ ساتھ کہ جس سے بدن کی حالت
موت لاتی نہیں ہونے پاتی۔ گو اس وقت تک کہ ان کے قول کیونکہ جو نفی
نے اذہن و تیل و تمشیل و تمشیل و تمشیل و تمشیل کی تفسیر میں نقل کیا ہے
اس وقت روح خود ہی زندگی ہے کہ اس کی شاعری میں ہے "تکلیف" یا "تکلیف" کا سبب
بنتی ہے جیسے آفتاب کا کونوں میں سے تیرا یہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے یا جیسا
کہ حال ہی میں فرانس کے لگنے پانے ہو گا ان کے بغیر تیرا سے چلا کہ غنیہ جو ہے کہ
ہیں اور تھیں غیر نتائج و ناہوتے اور اس موصولی ہوتی ہے کہ حال میں ایک خاص
ہم پہنچنے والا تیرا سے جیسا کہ تھا جس میں کوئی شخص سوار تھا لیکن اس کی کے فریب
سے وہ منزل مقصود پر پہنچا یا گیا۔ اس لحاظ سے ہم جو کہ وہاں گئے گئے اور جو وہ
مکان میں رہا ہے وہاں گیا۔ جو وہی کیا جا کہ کہ اس کی کے فریب سے وہاں پہنچنے خود
تو وہ جو کام کیا وہ ایسا ہی شکل ہے جیسا کہ ہوا ان کی حد سے عمل میں آتا۔

آجکل کو روپہ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں انہوں نے سن
یہ شایعات دیاں کئے ہیں جن میں روح جسم سے علیحدہ تھی اور روح کی ٹانگ پر حملہ
کرنے کا اثر ہم مادی کی ٹانگ پر تھا ہر جہا۔

مہر علی اپنی شرح جو - شرح - ثابت کرتے ہیں سو یہ کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور وجہ محرومانتے ہیں جس میں استعمال نہیں بلکہ اس شرح خود کی بھی اگر کوئی اور شرح - جو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ مستکر - اصولی کی صورت پر مشتمل ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں۔

کلیج ذوق العربی حوٹہ رکتہ اور طبعی منطق الطیر میں کیا خوب فرمایا ہے
 ہر ذہلہ بڑا دم بڑا بڑا اور ہر ہلہ از خود دیدہ و خوش از ہر
 جان نہیں در کیم نور جان جاو اسے نہیں اندازتہاں ای جان با

شرح ہر چیز میں ہے اور ہر چیز کو ایک حیثیت سے زندہ یا مردہ کہہ سکتے ہیں

مذکورہ بالا تقریب سے یہ نکلتا ہے کہ ہر چیز میں جو کچھ کی مخاطب ہوتی روح حیات پائی جاوے بیچکے میں بھی سمجھتا ہوں کہ مخلوق کی ہر نوع کو اس کی استعداد کو موافق قوی یا ضعیف زندگی ملے ہے یعنی میں کام لینے وہ چیز پیدا کی گئی تھی تاہم یہ یاد رکھنے کے اس کو علم و زبان نہیں اس کام میں ملگ جا، میں یہی اس کی شرح حیات ہے۔ چونکہ اور میں زندگی ہے اپنی طرف سے ایجاد کو پورا کر کے اس میں زندگی زندہ بھی جائے گی، اور میں خود اس سے پیدا ہو کر مطلق ہوتی حیات کی۔ اسی قدر موت سے نزدیک یا مردہ کہہ سکتے ہیں۔

یہ مضمون بہت طویل اور صحیح و مفید ہے۔ ہم نے اہل علم و فہم کے لئے اپنی بساط کیسے موقوف کیے اسبابہ کر رہے ہیں۔ شاہد قرآن مجید پر گنتہ چینی کر سولے کتاب

آقا محمد علی کہ فرماتے کہ متعلق ہی قرآن حکیم میں وہ روز و مکان میں بیان ہو سکتے ہیں بلکہ مفسر شیعہ و سنی آسانی کتاب میں بیان نہیں ہوا۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ علم و عمل ہوا اللہ صلی علیہ وسلم

کتبہ الشعب المضعیف

شیخ محمد عثمانی بر بنکھارن انور

باصح اطریحہ جامعہ طبع سویت شہان شریف



ادارۃ اسٹیبلشمنٹ ۱۹۰-۱۹۱ مارگی لاہور

المعراج في القرآن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تحریر: ام سے محمد میرزا نائیت محمد صاحب

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ

مکہ مکرمہ سے جس کو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد

الحرام إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُمْ

الآيَاتِ ۚ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

لِنُرِيَهُمْ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

اسی کو کہ اپنی قدرت کے نمونے . اور یہ سنا گیا . اور دیکھا گیا

اسرار اور معراج کا فرق

علاہ کی اصطلاح میں گرتے ہیبت المقدس تک کے سفر کو معراج

اور وہاں سے اسی "سندرة المنتهى" تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے

ہیں۔ اور یہاں اور کثرت اور قرآن معجزوں کے جوڑے کو ایک ہی لفظ "مر

ج" معراج سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ معراج کی عبادت میں تقریباً تین سو

سے مشغول ہیں جن میں "معراج" اور "سرا" کے واقعات بسط و تفصیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اسے سوتلی میرے ہندوں، یعنی اسرائیل، کو خواب میں یا معنی و مراد
 طور پر حضرت سے لے کر نکل جاؤ آ یا۔ سورۃ کہف میں جو حضرت موسیٰ
 علیہ السلام کا حضرت ظہر علیہ السلام سے ملاقات کئے گئے جانا اور
 ان کے ہمراہ سفر کرنا میں کے لئے کئی جگہ "فَانظُرْنَا" کا لفظ آیا ہے
 اس کا مطلب یہ ہے یا جانے کہ یہ سب کے معنی خواب میں یا بطور
 روحانی سیر کے واقع ہوا تھا۔ باقی لفظ "نَدَا" جو قرآن میں آیا،
 اس کے متعلق ابن عباس فرماتے ہیں۔ "نَدَا یُنَادِی اَبَیْہِیَا
 رسول اللہ صلوات اللہ علیہ وسلم نے کلام عرب سے اس کے شواہد
 پیش کئے ہیں کہ نَدَا یا۔ کا لفظ گاہ و گاہ مطلق روایت و دیکھنے
 کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس سے مراد وہی امر کا
 واقعہ ہے تو مطلق روایت کے معنی لیے جائیں، جو ظاہری آنکھوں
 سے ہوئی، تاکہ ظاہر امور میں اور جو آنسو کے مشورہ کی مخالفت نہ
 ہو۔ ہاں شریک کی روایت میں لاضح الفاظ ایسے ضرور آئے ہیں
 جن سے امر کا کمال قوم واقع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر فقہین
 کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظ خواب تھا۔ اس لئے ہرے
 حافظ حدیث کے مقابلے میں ان کی روایت قابل استناد نہیں
 ہو سکتی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے آخر میں حدیث
 شریک کے الفاظ شکر کرانے میں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ ان کی
 روایت کا مطلب ایسا لیا جاسکتا ہے جو عام احادیث کے خلاف

۲ ہو۔ اس قسم کی تفاسیل ہم بیان و درج نہیں کر سکتے۔ شرح صحیح
 مسلم میں یہ مباحث ہماری شرح و بسط سے درج کئے ہیں۔ یہاں صرف
 یہ بتلانا ہے کہ مذہب راجح یہی ہے کہ معراج و اسرار کا واسطہ
 بیداری میں، بسندہ الشریعت واقع ہوا۔ ہاں اگر اس سے پہلے یا
 بعد میں خواب میں اس طرح کے واقعات و کلمات کئے جائیں
 تو انکار کثرت کی ضرورت نہیں۔

معراج پر شبہ اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ ایک شبہ میں اتنی ہی مسافت زمین و
 آسمان کی کیے گئے کی ہوگی یا کہ ایک ماہ زمیں سے کیے گئے
 ہوں گے۔ ذیل حدیث کے خیال کے موافق سب آسمانوں کا وجود
 ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسرے اور دوسرے پر جو اس شان سے
 شریعت سے ہمارے جو روایات میں مذکور ہے کیے قابل تسلیم ہو گا
 لیکن آج تک کوئی دلیل اس کی نہیں پیش کی گئی کہ آسمان واقع
 میں کوئی شے موجود نہیں۔ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ تسلیم ہی کر
 لیا جائے کہ یہ نیچلونی ہیں جو ہم کو نظر آتی ہے۔ فی الحقیقت
 آسمان نہیں تب ہی اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نیچلونی رنگ کے
 اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایک بات میں اتنا

طوبی سفر طے کرنا تو تمام علماء تسلیم کرتے ہیں کہ سرحدت حرکت کے لئے کوئی حد نہیں ہے، اب سے سو برس پیشتر تو کسی کو یہ نہیں بلکہ آسکتا تھا کہ میں سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر تیار ہو جائے گی یا اس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم پہاڑی جہاز کے ذریعے پرواز کر سکیں گے۔ - - - - - ایشیم - اور - - - - - قوت کبریا کی - کے - کرشمے کس نے دیکھے تھے۔ کہ تار تو آہمیک ایک سٹک ہے مٹھا ہے۔ ہاں اوپر جا کر ہوا کی سمت بروقت وغیرہ کا مقابلہ کرنے والے آلات تیار ہوں ہیں لگا دیکھے گئے ہیں جو اٹنے والوں کی زہر پر سے مفاہمت کرتے ہیں۔ یہ تو مخلوق کی بنائی ہوئی مشینوں کا حال تھا۔ حلق کی بنا واسطہ بنائی ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ زمین یا سورج یا چہ نہیں گھنٹوں میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ دانش کی ایک شاخ ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ ہوا کی پہل مشرق میں چلتی اور مغرب میں گرتی ہے اور اس سرحدت سیر و سفر میں پہاڑ بھی ساتھ آجائے تو پر کاہ کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی جس خدا نے یہ عجیب پیمانہ کیا۔ وہ قادر مطلق اپنے حبیب مسلم کے باقی میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور مفاہمت و آسائش کے سامان بنا رکھ سکتا تھا۔ جس سے حضور بڑی راحت و تسکین کے ساتھ ہر شہم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل

ہو سکیں، شاید اسی لئے واقعہ - اسرار - کا بیان - سبحان الذی سے شروع فرمایا۔ جو لوگ کو آج نظری اور تنگ خیال سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو اپنے وہم و گمان کی چہار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اپنی گستاخوں اور ترک نمازیوں پر شرافت سے زہر جانے مرگ تو ان سے نہیں کہ ہاں سپر ایب انڈائن

بیت المقدس کے جانے کی حکمت

ہیں ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بیت کی ظاہری اور باطنی برکات رکھی ہیں۔ ہادی نبیثیت سے چہنے و شہزادی، لکھے، پہل اور بیویوں کی اطرا اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء و رسل کا سکھ و مدین اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ بنا ہے۔ شاید نبی کریم صلعم کو وہاں سے ہانے میں یہ بھی اشارہ ہو گا کہ جو کلمات انبیاء کے نبی اسرائیل وغیرہ پر تفسیر ہوسکتے تھے آپ کی ذات مقدس میں وہ سب بیان کر چکے گئے۔ جو تمہیں نبی اسرائیل پر مینڈالی ہوئی تھیں۔ ان پر اب بنی اسمعیل کا لقب دیا جاتا ہے۔ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار برکات کی حامل ایک ہی اہمیت ہوئی ہوئی ہے۔ - - - - - اور یہ معراج میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام نبی

عقل کو قربت کے ذریعہ اپنی تسلی کے نازک مسئلہ پر سیر حاصل بحث

لعقل و لنقل

عقلی تعلیم اور نقل صحیح میں امتکات ممکن نہیں! اور
بہی عقل کی سوجھی یا نقل کی سمت میں تصور ہونے کی
وجہ سے امتکات نظر اسے تو فیصلہ کا صحیح طریقہ

۱۰

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی۔ لاہور

قیمت

علیہ السلام نے سرور و وہاب صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز
پڑھی۔ گویا آپ کو جو سیادت و امامت انبیاء کا منصب دیا گیا
تھا، اس کا نمونہ آپ کو اور آپ کے مقررین پر بارگاہ کو دکھایا
گیا، آخر آیت میں فرمایا: اصل سنتے اور دیکھنے والا خدا ہے۔ میں
وہ جسے اپنی قدرت کے نشان دکھانا چاہے دکھلا دیتا ہے۔ اس
نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو سنا۔ اور
اسرائیلی رفیقہ کو بھیجا۔ اور آپ کو آخر معراج شریف میں
”ربنا و بجزو“ والی آیت سے وہ آیت مقام دکھلائیں اور
آپ کی دستخدا و کاملی اور شان رفیع کے مناسب تھیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

تمت بالخیر



فہرست مضامین

اصل کتاب میں لکھی گئی ہیں، لیکن بعض جگہوں پر اضافی مضمون کی صورت کے نئے مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں۔

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۳	مقدمہ	۳
۲۲	کلمہ طیب اور عقل	۲۲
۲۶	عقل اور عقل کا ارتقاء	۲۶
۳۶	اول عقل اور اولیٰ عقل کے مسائل ہیں۔	۳۶
۵۲	عقل سلیم اور عقل سقیم	۵۲
۵۸	مولانا کا نام توفیق	۵۸
۶۲	عقل اور نیکو کار کی پہچان	۶۲
۶۵	ارواح کی طاقت	۶۵
۶۸	انجیل پر یسوعی خداوندی	۶۸
۶۹	نبوت کا عقلی ثبوت	۶۹
۷۵	سوسائٹی کا ایک اہم جز	۷۵
۷۸	سوسائٹی سے ایک سوال	۷۸
۸۰	طبیعیات و سماج پر اکتا	۸۰
۸۳	طبیعیات و سماج کی پہچان	۸۳
۸۴	رسول کریم کی نبوت کے اثرات	۸۴
۸۶	عقل کو چھوڑ کر عقل کی تلاش	۸۶
۸۸	عقل کی اصلاح	۸۸
۸۹	عقل کی بے بسی	۸۹
۹۲	عقل میں تضاد	۹۲
۹۴	کیا فکر و عقل متضاد ہیں؟	۹۴

عقل اور عقل کا ارتقاء
اول عقل اور اولیٰ عقل
مسائل یہاں کی ایک جگہ
پانڈیٹ رسول کا خط
ہم فرمائی اور سید عقل
یو جی سینا اور عقل
عقلی فلسفہ کا ضرب
اپنی روش از عقلی کا ضرب
اپنی تفسیر اور فلسفہ
ابن عربی کا خط اہم لڑائی کے نام
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلک
ابن عربی اور عقلیات
علوم کثیفہ اور ابن عربی
طبع شباب الدین سید محمد علی
مولانا ابن عربی کا ضرب
عقل کے تضاد کا ثبوت
شعبہ اولیٰ از عقل اور عقلیات
کی بے بسی کا اثر عقل پر

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. ضرب اسلام اور فلسفہ میں شب و بزم ہوئی تو مسلمانوں نے علم کلام کے ذریعہ سے ہتھیاروں سے اس کا عقلی فیصلہ کر لیا اور اسلام کو ایسے مضبوط بنیادوں اور دعووں سے محفوظ کیا جن کے مقابلہ میں اگلی سے اگلی عقلمن تو نہیں بھی اپنا کوئی اثر نہ دیکھ سکے۔

یہ کہنا بالکل میلان سے عقلی ہے کہ عقلیوں نے ضرب کی سطح پر قائم رہ کر بہت ہی استدلال کے متعلق جو کچھ اصول اور قواعد وضع کئے ان سے کام لیا۔ عقلیوں کی عقلی گفتی۔

فلسفہ میں ان کی طبع سازوں کا قسم ٹوٹا۔ مسٹر ضیاء کی اہل فریبوں کا یہ وہ فاش تجربہ اور قیامت نگ کے لئے مخالفین کی کٹھن جینوں کا سہارا کرایا گیا۔ لیکن انھوں نے ہمارے زمانہ کے بعض کواہ نظروں کی نشانی میں یہ بھی نہ ہوئی اور وہ علم کلام کو آج کل کی ضروریات کے حق میں ناگامی بنا لیتے ہیں۔

انکا کچھ زور تھا اور یہ ہے کہ یہ عقلائیوں کی علوم جو دین سے نام نہا ہے کی بنیادوں میں تزلزل پیدا کرنا ہے اور مختلف اور اپنے عالم میں سے ایک ضرب بھی اس کے مقابلہ کی جانب نہیں لاسکا۔

ہیں لوگوں کو ہر بات کی تصدیق کے لئے بھیب کی وہی کا انتقال دیتا ہے۔ بے چون و چرا اس پر ایمان لے آئے اور ملک میں اس خیال کو اس قدر شہرت دی کہ اس سوسے سے اس سوسے تک جا بجا بھی چرچا ہو گیا۔ حکمرانوں کو دیکھ کر کہ عام لوگ مذہب سے بڑا لڑنے جانتے ہیں اس کی تحقیق کی طوت توہم کی سڑ تقیض کے بعد ثابت ہوا کہ اس دعویٰ میں واقعیت کا بہت ہی کم حصہ شامل ہے۔

○ اس میں شک نہیں کہ علماء سائنس نے ادویات اور طبیعت کے متعلق بہت ہی جدید باتیں دریافت کیں۔ علم ہیئت و علم الفلک میں مفید باتیں کا انکا کیا۔ صنعت کو ستاروں کے جیبے فریب کو شے دکھائے۔ روشن اور بجلی وغیرہ کے متعلق جدید تحقیقات سے عالم کو مستعد کر دیا لیکن انہوں نے یہ نہیں بتوایا کہ ان باتوں سے کون سی بات اسلام کے مخالف ہے یا کس چیز کے ثابت ہونے سے کس اسلامی مسئلہ پر نفس وارد کیا جا سکتا ہے۔

قرآن کو لو کہ جس امر کی تصدق (۱۶۷) سے ہیں کہ زیادہ ہے۔ یہ قرآنی تسلیم کر لو کہ زمین ساکن نہیں متحرک ہے یہ بھی مان لو کہ لو کہ ایک جہادہ ساتھیوں منہر نہیں۔ مگر کیا اس سے توحید کے ثبوت میں کچھ مثل آیا۔ یا توحید کا دعویٰ باطل ہو گیا کس آیت قرآنی کی مخالفت ہوئی یا حدیث رسول اللہ ﷺ یا اصول ائمہ علیہ وسلم کا انکار کیا گیا۔ جب ان باتوں سے کچھ بھی نہیں تو ثابت دیکھو کہ علوم جدید نے اسلامی مسائل کے متعلق رد آیا تو کیا کس چیز کی زیادتی کی

اس کے جواب میں ان چند جہادہ اور باطل اعتراضات کے جوابات میں یہی کہا جاتا ہے جو سڑت مذہب، معجزات اور مشرک و مشرک و غیرہ کے متعلق عام طور پر زمانہ جدید میں اور جن کو جہادہ لڑنے کے بعض آزاد خیال متعلمین نے اڑا دیا ان میں ذرا لگھا کر تحریر کر دیا ہے لیکن جن لوگوں نے علم کلام کی تحصیل کو صورت شریعت و خیالی کے ساتھ میں متروک نہیں کچھ دکھانا تو خوب جانتے ہیں کہ علماء اسلام نے کہاں تک ان تمام شبہات کا رد کیا اور کہاں ہر واقعہ کیا ہے۔ اور کس طرفی اور بڑے ساتھ ان اعتراضات کا رد کیا ہے کچھ میری اس تحریر کے لئے والے این سڑم ہی سڑی کی مثل و مثل ملاحظہ فرمائیے علی مولوی کی کتاب الاخیرہ، فاضل تفسیر آئی جی شرح مقصد، امام طرابلسی کی تہذیب الفقہ اور متفقین علی کی بار تصنیفات کا مطالعہ کریں جس سے ان کے بار بار میرے اس بیان کی صداقت ظاہر ہو۔

اس بات کا کچھ دینا اس کے ثابت کرنے سے زیادہ آسان ہے کہ علوم جدیدہ کی روشنی میں تمام علوم قدیم ماننے والے کئے اس کے مقابلہ میں متعلمین کی تحقیقات بالکل بیکار ثابت ہو گئیں اور اس کے دنیا میں آنے سے مذہب کو صحت کا سنا تا کرنا پڑا۔

کیا یہ دعویٰ کرنے والے ہم کو ناس ان مضامین کی ایک تہہ بہت سے کہ منوں بنا سکتے ہیں جن کو اسلام اور متعلمین اسلام کے دلائل کے معروض بنانے میں کسی قسم کا دلائل ہو اور جن کی سڑ و سڑم پر علوم کلام نے بہت کافی طور پر بہت دکی ہے۔

ہماری ایسے لوگوں سے جو مال کے علاوہ کوئی دوسری چیزوں کی حاجت سے
 عاجز نہ ہوتے ہیں، یہ انتہا ہے کہ وہ حضور پریم کو ایسے مسائل کی مع ان کے کلام
 کے ایک فرد تیار کر کے عنایت فرمائیں تاکہ مستطابہ ہمارے بڑے مسلمان
 نہ ہوسکے۔ اور آخر کار ہمارے ہی آئیں۔ آئی بیچارہ کو اس کے ضعف اور
 بیزاری سالی پر رحم کیا کر اس میں بہت کچھ اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ آئی
 تاکہ یہ ترمیم شدہ اسلام تو جہاں ہو یہاں کی نظروں میں واقع اور باہمت بن
 سکے بہر حال۔

دینی بہانے کی وجہ سے ہم کا یہی پاس ہے کہ مگر مضامین یہ ہے کہ
 اسلامی مسائل کے متعلق محققین نے ہمیں وہی روٹ لگائی۔ بارگاہ نبوی اور فلسفیانہ
 کتبہ دہی سے کام لیا ہے اس لئے بیچارے کے ہم کو مذہبی اور کسٹنی
 مخالفین اسلام کے جہاد مخالفات کے حل کرنے سے سیکڑش کر کے ان کا
 ممنوع مسائل بنا دیا اور میں میرا ہے کہ ملاحظہ کہہ سکتا ہوں کہ اب کیا نیا
 میں امام ابوالمس شری اور ابوالمصعب مائری کے ایسے وکیل موجود ہیں
 جو اسلامی مستندات کے متعلق ان تمام قرابت کا استعمال کرتے ہوئے جو
 کسی شخص سے نئے چہرے میں ظاہر کرتے ہائیں۔ قدیم علم کلام کے کالی وکیل
 ہونے کا ثبوت دے سکیں۔

○ ہم نے اپنے ان دوستوں کو جو قدیم علم کلام کو اکثر باقیوں بنکوا کرتے
 ہیں بار بار یہ بھی کہتے سنا ہے کہ قدیم علم کلام میں صرف صحابہ کرام اسلام کے متعلق
 بحث ہوتی تھی کیونکہ اس زمانے میں مخالفین نے اسلام پر جو اعتراض کیے

تھے عقاید ہی کے متعلق تھے لیکن آج کل ہماری اخلاقی تمدنی ہر چیز کا
 مذہب کو ماننا چاہتا ہے جو مذہب کے نزدیک کسی مذہب کے عقائد اس قدر
 قابل اعتراض نہیں ہیں خود اس کے قانونی اور اخلاقی مسائل میں وہی کے
 نزدیک تصدق نکلان، طلاق، نکاح، عیال، عیاد کا کہیں مذہب میں ماننا ہوا اس
 مذہب کے باطل ہونے کی سبب بڑی دلیل ہے۔ اس بنا پر علم کلام میں اس
 قسم کے مسائل سے بھی بحث کرنا ضروری ہے اور یہ مفہد بالکل قدیم علم
 کلام میں موجود نہیں۔

ہمارے ان احباب کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ قدیم علم کلام کا تعلق صرف
 عقائد سے ہے قانونی اور اخلاقی مسائل میں اس میں مطلقاً بحث نہیں کی گئی
 لیکن متفکرین یہ دیکھتے تو کیا کرتے علم کلام کا مقصد ہی عقائد تک محدود تھا
 قانونی اور اخلاقی مسائل کے لئے اس کی وضع ہی نہ تھی۔ ان چیزوں کے
 لئے دوسرے علوم کی ماہریت تھی جتنا نثری لغتوں، اخلاق اور علم اصول اور
 نے اس ضرورت کو بھی رفع کیا اور اسلام کی تمام جزئیات نماز، روزانہ، حج،
 زکوٰۃ، نکاح، طلاق، جنگ، جہاد کے معنی اور اصولوں کو نہایت تفصیل
 کے ساتھ ہی سر کر دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مولانا مہتمم
 صاحب کی قیمتی تصنیفات اس وقت بھی کوشش سے موجود ہیں جن کے
 مطالعے سے میرے اس بیان کی پوری تصدیق ہو سکتی ہے۔ اور اس ضمن
 کے قابل ہیں میں سلسلہ مضامین کے لکھنے کا میں ارادہ کرتا ہوں اس میں
 اس کا خیال رکھوں گا صاحب موقع ان میں بہا تصنیفات سے مفید تصانیفات

مامل کروں۔

مہر کویت علم کلام میں فرض کی تحلیل کے لئے مدقن کیا گیا۔ یہ سبے نزدیک اس شخص میں پیدا کیا گیا۔ مامل کی اور اب میرا مقصد ہے کہ میں اس شخص سے اس کے ہر باب کے متعلق ہر مسئلہ سے مسائل مدعوہ یہ دیکھوں کہ علماء اسلام نے اس تحقیق کی کس حد تک پہنچا کر چھوڑا ہے اور اب ہم کو اس میں کہاں تک ترمیم یا اصلاح کرنے کی ضرورت ہے لیکن ہم کو پہلے اصل مقصد کے شروع کرنے سے پہلے چہا کہ چندان مقامات کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ جن کے بغیر مامل سے کامل طور پر اور آسانی کے ساتھ دل نشینی نہیں ہو سکتا اس طرح بعض ان خطرات کا غلطیوں پر مطلع کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو اصول کے عام طور پر عام مسلمانوں میں تسلیم کرنی لگی ہیں اور جو ان کے چل کر جاننے کا طریقہ کو بعض اصل مقاصد کے گھٹنے میں حزام ہو سکتی ہیں۔

لیکن میں اہم کام اور طویل الذیل سلسلہ کا میں نے جزو اضافی ہے اور جس کا آغاز ہم خود آج اس رسالے سے کیا جاتا ہے وہ اسی وقت انہام کو پہنچ سکتا ہے جبکہ اس مشنوں کے پڑھنے والے کلمات میرے میری ہمت پڑ جائیں اور خدا کی توفیق شائق حال ہے اور جب نہیں کہ اگر اس ناچیز مشنوں کا کوئی حصہ ہندوؤں کی نظر سے دیکھا گیا تو پھر ہم کو قہر ہو گا۔ یہ سب کے مسائل کے موازنہ کرنے کی بھی اپنے دستوں کے موافق ہر بات ہے اور اگر زندگی ہے تو انشاء اللہ ہم علوم جدیدہ کے متعلق اپنی سہولت برصانے کی کوششیں اور اس مقصد کی تحلیل کی ضرورتیں

کرے گا۔ مشور

اور میری طرف مامل سے اس سے بڑا آرزو کرنا کہ خاک مشور اس سے قبل کہ توفیق رسالت اور جنت و سترا وغیرہ اسلامی اصولوں میں سے ہر ایک اصول کی طریقہ طریقہ و مسائل کے ذریعے سے بلا شائبہ تعصب مشعل تحقیقات کی جہاں اس ایک رسالہ میں چند ایسے امور کا ذکر کروں گا جو اس مامل ہوتا ہے جو ان مباحث میں مملو رہنے کے علاوہ اس موقع پر ایک خاص قسم کی دلچسپی سے عالی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ امور درحقیقت ایسے قوانین ہونے کے ہیں جن کی صحت ان خصوصیات اور درپیدا ہے یعنی ہوگی جو ہر طرح سے قابل اطمینان ہیں۔ اور انہی سچے قوانین کی میزبان سے ہم آئندہ چکر اسلامی مسائل کی پوری تاریخ کر سکیں گے۔ گویا یہ مقدمات ہمارے نزدیک ان اصل موضوع کے طور پر سمجھے جائیں گے۔ جن کے سہارے ہمارے اکثر بیانات کی بنیاد پر قائم ہوں گی۔

اب اگر کسی صاحب کو ان میں سے کوئی اصول مشتبہ یا غلط نظر آئے تو وہ بہت شوق کے ساتھ اپنے اعتراض کو ظاہر فرمائیں۔ لیکن پہلے کسی ایک دعوے کے ثبوت میں بھی چند کتب رسائل پر مدقن کا نام لینے پر اکتفا نہ کریں۔ اور تنقید ان کے پاس ایسی ہی کوئی دلیل قطعیہ نہ ہو جیسا کہ ہم اپنے ہر ایک دعوے کے ساتھ ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اور جیسے وہاں تو وہ کاؤ ہم سے خود مطالبہ فرمائے کہ تیار ہوں گے اور اگر وہ صاحب صورت چند برائی اور فراموشیوں سے متعلقوں کے اقوال یاد کر لیتے ہیں تو علم ہدیہ میں مامل ہر ناقص

کہتے ہیں تو بحوالہ اللہ ایسے معاملے سے بھی گریز نہیں کرتے
 مگر جب ایسے دو روز کا فرضیات کا منظر سامنے ہو گا تو ہماری طبیعت
 بھی صورت اسی قدر جواب کو پسند کرے گی کہ -
 مگر
 مری گو ہوا و عفت۔ ہماظف مفری
 کلب ایبر زبائے و بواسے دارو

اس لئے ایسے لوگوں کی خدمت میں ہم عرض کئے دیتے ہیں، کہ وہ
 بڑھ کر رہتا اور بلا عروج و وقت میرا ضائع نہ فرمائیں۔ بلکہ ذرا سی دیر کے
 لئے سنی پڑی۔ ہتھ دھری اور نفس پستی کو فراموش کیسے اور آخرت
 کی کام چرب دہی کو ٹٹیا نظر رکھ کر ششے دل سے ان تین مطالب کے
 سننے میں مصروف ہو جائیں جو بڑی عرق ریزی کے بعد مع ہو کر تین نوح
 انسان کی جہاد کی خاطر منظر عام پر آئے ہائیں گے۔

چونکہ ان مطالب کا سلسلہ اگر خدا کو منظور ہے تو عرصہ و ملازم
 قائم ہے گا۔ اس لئے علم دوست اصحاب سے توقع ہے کہ اس سلسلہ کے
 تمام مسائل کو ایک جگہ جمع کئے جائیں تاکہ پہلے میں دو سہے کا اور سہے
 میں پہلے کا کوئی حوالہ آئے تو اس مقام کو بے گفت لگائی کو دیکھ سکیں۔
 اب ان تمام جہادیات کے بعد ہم اپنا اصلی مطلب شروع کرتے ہیں
 اور آرزو ہے کہ اس کے پڑھنے والے تمام پکارتے و ساؤس اور
 اوہام سے دل کو پاک کر کے اور لا نظراتی من قال وانظراتی ما
 قال کو سامنے رکھ کر نیک نیتی اور انصاف پرستی کی داو دھبے کے

کے آواز ہو جائیں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ
 شامس اور ہر شمس در شام سر بر عقل
 صحرک ای جنایم و سکون ایما دارم

احقر شعیبہ امیر عثمانی مدظلہ العالی
 دارالعلوم دیوبند



العقل والنقل

تمام الہی فہم کے نزدیک یہ سہولت میں سے ہے کہ نقل صحیح یا عقل
 کامل کا امتیاز انسان کے اولین فرائض میں سے ہے اور انہی دونوں کی
 اطاعت پر اس کے بزرگوار کلمات اور تحقیق کا سایا ہیوں کے حاصل ہونے
 کا انحصار ہے۔ پھر ہر بندہ کو الہی تحقیق کے نزدیک ان دونوں عالموں میں
 و نقل، میں کبھی نزاع اور صعوبت ہے جو اس کے ممکن نہیں کہ یا نقل کی است
 مشکوک ہو یا عقل کی سلامتی میں کچھ نقصان اور مشورہ واقع ہو جائے۔ مگر
 جب کبھی کسی وجہ سے کسی موقع پر ان دونوں میں خلعت سکس ہو جائے
 تو انسان کے خیالات میں سخت نزاع اور تذبذب پیدا ہو جاتا ہے اور
 دونوں جانوں کی کیفیتوں میں سے اس کو یہ دشواری پیش آتی ہے کہ وہ ان
 میں سے کس کے حکم کو قبول اور کس کو رد کرے اگر دونوں کی تعمیل کرنا
 چاہے تو اس کی کیا صورت ہو اور کس ایک کو ترجیح دے تو کیونہی۔
 اس لئے سب سے پہلے مگر سب سے مشکل منزل اس کے طے کئے
 بغیر ہم اپنے اصل درجہ تک نہیں پہنچ سکتے، یہ ہے کہ عقل و نقل کا یہ قدر
 ٹھیکہ چکا ہوا ہے جس کی بدلت کچھ زمانہ میں سینکڑوں دانشمندانہ اور
 کی قربانی ہو چکی ہے اور بہت سے بے تصور لوگ دار پر گھسٹ دینے گئے
 ہیں۔ جب کبھی درحالی عقل نے قدم جمائے الہی نقل کے استبدال میں

تسراقی لگا نہیں رہی اور جب نقل کے اثرات پہنچوں گا اور وہ ہوا
 تو انہوں نے بھی اپنے لیبیوں مقابلہ کے حق میں سرگم کرنے یا آگ میں جلا دینے
 سے کم کوئی سزا تجویز نہیں کی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس انکسار عقل و نقل کی اصل حقیقت کیا ہے؟
 کیا اس خوفناک نزاع میں کوئی صحیح صورت تطبیق کی ممکن ہے یا کس الہی
 مذہب نے ان دونوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی یا کیا ان تطبیق دینے
 والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی اپنی سنی میں کامیاب ہو گیا؟

یہ وہ سوال ہے جس کی پر غور کرنا ہر ایک مذہب والے کا فرض ہے اور
 اس وقت ہم انہیں اہم مقام اٹھانے اور یہ کامل طریق سے ایسے آسان پیراڑے میں
 سمجھ کر دے گئے ہیں تمام مذاہب، عالم، جاہلی، اور ذکی۔ چنانچہ سب مسلمان
 طور پر حاضر ہیں۔

قرم سے قدیم روایات پر عبور کرنے سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ عقل
 و نقل کی یہ نزاع اور بد بچا کشش کس ایک قوم، ایک ملک اور ایک ملت
 کے ساتھ تصور میں نہیں ہے بلکہ انسانی آبادی کے ہر طبقہ اور ہر حصہ میں
 دونوں قسم کی طبیعتیں ہمیشہ موجود رہی ہیں جو زمانہ کس قوم کے حق میں لڑتی
 درجہ کی وحشت، جدویت اور عام تاریکی کا فرض کیا جائے اس میں بھی
 مستند اقوام کی مانند دونوں طرح کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ بعض
 لوگ اپنی عقل کے ایسے پابند اور خیالات کے ایسے محکوم ہوتے ہیں کہ
 جو پچھلیوں کی عقل و ادراک سے خارج ہوں اس کو وہ واقع میں موجود ہی

ہیں کہتے اور ان کے برعکس بعضوں کی یہ دعوت ہوتی ہے کہ سب وہ اپنے کسی پسندیدہ یا مذہبی عقیدے سے کوئی بات نہیں تو سب چوں چہ ان کے عقیدے کے ساتھ گروہ بنائیں وہی بشرطیکہ اس عقیدے کے عقیدہ ہونے پر ان کو پورا اعتماد حاصل ہو چکا ہو۔

اس کے بعد ان دونوں گروہوں میں نفس و تشہیر کا رسواں مکمل ہونا چہ پہلا گروہ دوسرے کو ساہو دل۔ کم عمل اور بے قوت کہتا ہے اور دوسرا پہلے کو بے ادب، مسنور اور نافرمان قرار دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ دونوں میں کینہ اور بغض کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور زبان اول سے گور کر آتے باقی سب جگہ جہل کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

یہ سب کچھ ہوتا ہے مگر اس پر بھی امر مذہبی کا تصور نہیں ہوتا۔ بلکہ طرف ماجرا یہ ہے کہ یہاں تک ایک ہی شخص اور ایک ہی کتاب کے دو قول اس مسئلے میں متناقض پہلو رکھتے ہیں۔ اور پہلی حیرت اور تعجب کی اس وقت کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم کو کسی ایک ایسے مذہبی کتاب میں جو کسی فرقے کے نزدیک خطا و قصور سے بالکل پاک تسلیم کر لی گئی ہے۔ وہ متعارض کلام اس بارے میں نظر پڑتے ہیں۔ جب ہم سنی طریقہ اسلام کی کتاب کی حدیث گروہائی کرتے ہیں تو ایشیائی مسلمانوں کے تجربے اب میں یہ حدیث کبھی ہوتی ملتی ہے۔

”اپنے سب سے دل سے خداوند پر توکل کرو اور اپنی کمرہ پر تکیہ مت کرو اپنی ساری ذمہ داریوں میں اس کا اقرار کرو۔ وہ تیسری

دعوتی گیسٹ کا اپنی نگاہ میں آپ کو دانش مند مت ہاں۔ خداوند سے ڈرو۔ اور دیکھتے باوجود یہ صحیح بات کے سب سے صحت اور صحیحی تجربوں کے لئے فراہم ہے۔

اور انہی مسائل کے آشوبہ باب میں لکھا ہے کہ۔

”کیا واقعی میں ہلاکتی اور کیا عقیدہ گزار ہونے نہیں کرتی؟ ذرا غور کے پاس اونچے مسلمانوں کی پرتیوں پر اور جو ماہی کے پورے پر لکھی ہوتی ہے وہ پیمانوں کے نزدیک شہر کے داخل پر جہاں سے دروازوں میں داخل ہوتے ہیں چلتی ہے کہ اسے کوسوں میں قیدی بنا لیا جوں۔ اور انہی آدمی کی طرف اپنی آواز اٹھاتی ہوں۔ اسے جو تو فرماؤ خود کو کہو۔ اور اسے جان بوجھ کر دلاؤ دل پیدا کرو۔ سنو کہ میں طبیعت بعضوں کہتی ہوں۔ اور یہ سب بیوں سے بہت وہ کہتے ہیں کہ انہی میں کھلی دنیا کو میرا منہ بچا کہا ہے۔ اور میرے ہوں کہ فرقے سے غلط ہے۔ میرے منہ کی ساری باتیں سناؤ کہ میری ان میں کچھ نیچرھا، ترجیحاً نہیں، اور سب اس کے نزدیک جو دانش رکھتے ہیں سب سے ہیں اور ان کے خیالی میں جو حقیقت سناؤ اس میں راست ہیں۔“

بازل رسول نے جو خط رو میوں کو لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔
”مخوف میں اپنی عقل سے خدا کی مشیعت اور ہم سے گناہ

کی جگہ کی جگہ ہوئی۔

اس سے صحت ہی ہر جہ کے خدای شریعت کا امتیاز وہ اپنی عقل کے مجرور
پر کرتے تھے لیکن اس کے خلاف انہی پاقل رسول نے جو خط کر شیوں کو
قریب کیا ہے اس کی عبارت ہے :-

۱۔ اور میری عبادت اور میرا وظ انسان کی حکمت کی دلغریب
ہے کے ساتھ نہیں لیکن نوح اور قدرت کی دلیل کے ساتھ تھا
تا کہ تہذیب ایمان نہ انسانی حکمت سے بلکہ خدای قدرت سے
نہایت ہو سے ہم کائنات کے نزدیک حکمت کی بات ہوتے
ہیں، مگر اس جہان کی اور اس جہان کے قانی حاکموں کی
حکمت نہیں ہوتے، بلکہ ہم وہ حکمت انہی ہوتے ہیں، جو
چشمی ہوتی ہے۔ یعنی وہ پر مشیہ حکمت ہے خدائے ربانہ
کے آگے جاری ہونے کے لئے مقرر کیا تھا :-

پھر اسی صفویہ لکھا ہے کہ :-

۱۔ اب ہم نے دنیا کی نواح بلکہ وہ راج جو خدا سے ہے پائی
تا کہ ہم ان لذوں کو جو ظلمتے ہیں جلتے ہیں کہیں۔ اور ہم
ان لذوں کو انسان کی سکھائی باتوں سے نہیں بلکہ نوح
قدرت کی سکھائی ہوتی باتوں سے غرض انسانی چیزوں کو
روحانی عبادت سے ملکہ ایمان کرتے ہیں۔ مگر انسانی آدمی

نے دیکھا وہی طور نظر ۲۰۳ سے دیکھا وہی طور نظر ۲۰۳

خدای روح کی باتوں کو قبول نہیں کرتا کہ اس کے نزدیک
مادنی کی باتیں ہیں اور وہ ان کو کچھ نہیں سمجھتا کہ وہ روحانی
طور سے بروہی ہوتی ہیں :-

شریعت عمومی صلی اللہ علیہ وسلم میں دونوں قسم کے مضامین موجود
ہیں۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ میرا
عقل کے موافق ہمت میں داخل ہوں گے اور دوسری جگہ اہل الجنت تہذیب
یعنی اکثر بہت لوگ جو قوت ہوں گے، بھی مشہور ہے۔

○ آپ کے ہدم گزار اور نکاح آپ کی اہمیت میں گور سے ان کے قبول
یعنی اسی طرح بقا ہر مشہور ہے اور عام قرآنی کے زمانہ تک غالباً بہت
کم عالم دھر مترجم نہیں نے اس عقل نقل کے اشکات پر ہذا
اور عقل ہمت کی جو اور تمام شہادت کو رنج کر کے دیکھا یا ہو کہ اس
اشکات کا اصلی ذمہ کیا ہے۔ دونوں فریق کے استدلال کس درجہ تک
درست ہیں اور ایمان یا کافر ملنا کی کتابوں میں جو نظر ہر اشکات مسلم
ہوتے ہیں ان کی طرف جہتے ہی اشارہ کیا ہے۔ ان کے امتیاز اور
تفہیم کی صحیح صورت کیا ہے۔

میرا مقصد ہرگز نہیں کہ عام قرآنی سے پہلے کوئی شخص عقل و نقل کی
تطبیق کی صورت کچھ نہیں دیکھا بلکہ یہ فرض ہے کہ ان سے پہلے اس مسئلہ
کی خاص تشریح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ ہر ایک نے
کے خیال، انہی امور کے بیان میں زیادہ تاکید و تفصیل سے کام لیا کرتے

ذہنی بین میں کسی قسم کے عقاب اور مخاطب کا اثر ہیٹھ ہے۔ یا وہ ایسے اعراف میں ہوں جن کے اندر عام طبائع جملہ پائی جائیں۔

تم خود انازہ کرو کہ والدین کی ہمت اور افلاک پر کرم اور شفقت سے دونوں چیزیں باوجودیکہ مذہبی ضرورت میں سے ہیں۔ مگر عقلی —

چچنگ ایک گوند فطرت کی خواہش کے طواف اور دوسرے ذاتہا انسان بلکہ تمام حیوانیت کی اقتصاد تولید میں سے ہے اس وجہ سے کچھ مطلق نئے صفتوں والدین کی غزالی اور ان کی اہلیت کی ثوابی کو بگڑت و مہارت اور باجمالی و تفصیلی میں قدر مختلف عواملوں سے تسلیم فرمایا ہے۔ سچہ علی الاطلاق کے احکام میں اس کا عنصر مشیر بھی نہیں۔

تھیاب اسی طرح علماءِ سلامت کے زمانہ میں ہو کہ عام طور پر مذہب کا کیا کاہل و نادان کسی اہلی مذہب کے نزدیک ہی رہا تھا۔ اس لئے عقل و فطرت میں کثرت کرامات قائم ہوتے تھے۔ مذہب کو ان دونوں کے متعلق فیصلہ کرنے کی نوبت آتی تھی۔ اور اس کی ماہیت بھی ہانے گی کہ ان دونوں کی تطبیق کے اصول یا اختلاف کے سبب بیان کئے جائیں۔

اس کے بعد جوں جوں زمانہ گذرا فلسفیت اور الحاد کا رنگ غالب آیا عقلی ناقصہ جزئیہ کی گرم بازاری ہوئی اور عقل کی قدر و منزلت گھٹتی۔ اسی قدر عقل و نقل کی منزلت بڑھتی گئی اور عام غزالی کے زمانہ تک اس کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ ان دونوں و عقل و نقل کی مواضع و انفرادی واسطے کچھ آئین بنائے جائیں اور اسی میں سے ہر ایک کے

مذاہب کی تعین و مفاہمت کے ساتھ کر دی جائے۔ چنانچہ امام غزالی نے اسی پر نظم اٹھایا اور انصاف سے ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کی ضروریات کے موافق اس مقصد کی پوری تکمیل کر دی۔

لیکن چونکہ علماءِ سلامت کو اس تعین و تفصیل کی ماہیت پیش نہیں آتی تھی۔ اور علماءِ ماہیت نے امام صاحب مطرح کی تشریحات پر حوالہ کر کے کہانی کہا اس واسطے ان سے چھٹے اور ان کے بعد اکثر ایسے ہی سہم اور متعصبین اقوال عقل و نقل کے بارے میں جمیع ہوتے رہے۔ میں سے آج کل کے کوہِ نظروں کو سادہ لوح علوم کے طرہ کرنے کا خوب نمونہ ہاتھ آیا اور انہوں نے ہر گون کے کلام کے وہ منقبت لکھتے ہیں کہ امام غزالی نے عیارِ اسلامی وغیرہ میں عمدہ طور پر تبیح کر کے دکھلا دیا تھا۔ ماہیا اپنے استشہاد میں پیش کر کے سہی اور کچھ مسلمانوں کو طریق حق سے ہٹا دیا۔ چنانچہ اب میں اس قسم کے اکثر کلام نکلا۔ اور علماءِ اسلام کی کتابوں سے انتخاب کر کے ذیل میں نقل کرتا ہوں جن کو چھو کر ایک ظالمی الذہن آدمی سمجھتا تو وہ مذہب میں پڑ جاتا ہے اور اس کے بعد امام غزالی کی مفضل تقریر ان کی مستشرق تصانیف سے آگے آتی ہے کہ جسے بخاری نے نقل کیا اور یہ پیشانی کو کافی حد تک مشکوک۔ اہل حق یہ ضرور ہے کہ عقل و نقل کی جو مفاہمت آج کل دیکھنے میں آ رہی ہے کہ عرصہ ہوا دونوں حکومتوں میں سزا اور چھٹے۔ اور علماءِ جنگ ہو کر لگا کر معرکہ آرائی ہونے لگی۔ ہر اسلامی میں ہمارا نہیں بلکہ زمانہ

الذین لا یستغفرون یتعذبوا
الذین یؤمنوا و یعملوا الصالحات
و یتذکرون ان الذین یستغفرون
لا یغفر الله لهم الذنوب الا
ما کانوا یتوبون

○ شیخ اکرمی العزیزی ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انصاف سے اپنے کو کب خط میں درام فرمادیں لازمی کو نصیحت فرمائی ہے وہ اس سے بھی زیادہ صاف اور کھلے ہوئے الفاظ میں۔ درام لازمی کی اہمیت دینے کا شکر ادا کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ

فانما یبغی من اللہ ان یعرض لک
الجمود و یبغی من اللہ ان یبذل
او کبہ فانه من شہد فی عاتق
لک بغیر من القلوب من العباد
انما آت

○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔

○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔

ومن الخصال من الخواص
والعشر ان یستخرج و ان یسکن
سوا فی معرفۃ اللہ تعالیٰ
یا اعلیٰ یخفی فی الخذلان
تک تخل طرفین العزیزات
والعزیزات و الخواص العزیزات
سوا فی معرفۃ اللہ تعالیٰ
یا اعلیٰ یخفی فی الخذلان

○ شیخ اکرمی العزیزی ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انصاف سے اپنے کو کب خط میں درام فرمادیں لازمی کو نصیحت فرمائی ہے وہ اس سے بھی زیادہ صاف اور کھلے ہوئے الفاظ میں۔ درام لازمی کی اہمیت دینے کا شکر ادا کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ

فانما یبغی من اللہ ان یعرض لک
الجمود و یبغی من اللہ ان یبذل
او کبہ فانه من شہد فی عاتق
لک بغیر من القلوب من العباد
انما آت

○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔

○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔
○ سنو کہتے ہیں انصاف میں ادا کرتے ہیں۔

زندہ بہ الجبال ظل الاثر، برکت
 علی ان المخرج ان فی الحکامہ لیسوا فی
 کما العقل یقف عند حدود لا یتعدی
 ظهور حقی و یکتو له ان یخط
 یا الله و یعد غایت، فالتی لا یؤمن
 ذلت الوجود لظالمین سے بظلم
 فی حاد انضام من یقیم العقل
 علی السبب فی اسئل حاد انضام
 واقصر الوجود، و انحدار علی طریقہ
 تجزیہ فی الحقیقہ من ذلت الوجود
 کا سرے تمام میں کھتے ہیں۔

و قد تکتب ان حد ذریعہ ہوا ابو
 علی ابن سینا فقال فی حکمتہ
 السبب و العادہ من العادہ العرفانی
 و العادہ مساویہ علی کما یقول ابو
 علی بن سینا و العادہ العرفانی
 علی ذریعہ طبریہ و العادہ العرفانی
 و العادہ العرفانی العادہ العرفانی

۱۔ دیکھو مقدمہ ابن سینا علی مقدمہ طبری ۲۰۰

معبود و اما اولادہ العبدانی و
 احوالہ عذرا و کما انما العرفانی
 لان العبد علی نسبتہ و العادہ و
 قریبۃ فی العرفانی و العادہ العرفانی
 لیسوا فی حاد انضام من یقیم العقل

۱۔ دیکھو مقدمہ ابن سینا علی مقدمہ طبری ۲۰۰

۱۔ دیکھو مقدمہ ابن سینا علی مقدمہ طبری ۲۰۰

۱۔ دیکھو مقدمہ ابن سینا علی مقدمہ طبری ۲۰۰

۱۔ دیکھو مقدمہ ابن سینا علی مقدمہ طبری ۲۰۰

اس کے گچھ فائدہ اٹھانے صحت پریشانی میں پڑتا ہے اور وہ مشقیں نہیں کر سکتا کر میں ان میں سے کس بات کو لوں اور کس کو چھوڑوں اس میں کد تپ کے وقت میں نام فرمائی آتے ہیں اور ایسا معلوم وغیرہ کے ذریعے سے اس کی دستگیری کرتے ہیں اور فریضے میں کہ گھیرا نہیں ہے سب باتیں درست ہیں یہ بھی پتا ہے کہ کس فریضے میں سے تمام احکام عقل کے مطابق ہیں اور یہ بھی ایک اعتقاد ہے صحیح ہے کہ نبوت اور ولایت کا مرتبہ عقل سے بالا ہے۔ یہ بھی غلط نہیں کہ ہر ایک علم عقل ہی کے ذریعے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس کہنے میں بھی کچھ حرج نہیں کہ بعض علوم عقل کے سوا اور کئی طریقے سے بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کو بھی ہم تسلیم کرتے ہیں کہ شریعت کے تمام احکام عقل مصالح پر مبنی ہیں اور یہ کہتا بھی جیسا ہیں کہ بعض عقل مصالح کئی چیز کے فرض کرنے یا نزع کرنے کا بھی نہیں۔

ممكن ہے کہ توبہ کی ضرورت اور طبیعت اور استفادہ ایسا بات کو دیکھ کر گھبرا اٹھے اور تم ان دیندار عقیدت کو کوئی عقلی قسم کھینے کو نہ کہو تاہم مانع تقریباً ہم عقربیت سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کو چھوڑ کر توبہ ہی عقلی ہو جائے گی۔ اور تم یقیناً کرو گے کہ ان اقوال میں عقلی نزع کے سوا کوئی عقلی اختلاف سمجھنا جائے ہم کی عقربیت ہے۔

○ تم سب سے پہلے اس پر غور کرو کہ انسان کو قدرت نے دو سوہنہ عطا کی ہے گوئی ہی انبیاءی حالت میں کی ہے کیا قدرت، ارادہ، عرفت، رتبا، شہود، غضب یہ صفات جو انسان میں رکھی ہوئی ہیں اور عبادت میں انبیاء

ہیں یا انکو، نکت، کائن، زبان، دست و پا، اعضا، انسان کو عبادت کے لئے دیں اور ان کو نہیں دئے گئے انہیں مشرک، خوالی، دوہ، مانتظر، وغیرہ تمام اہل کفر انسان میں درجہ دئے گئے ہیں۔ اور ان کے حشر میں نہیں آئے اور یقیناً کہو گے کہ ان سب چیزوں کے اعتبار سے انسان کو کوئی عقیدت اور جانوروں پر حاصل نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تک بعض جانوران بعض فوٹوں میں انسان سے شے جھٹے نظر آتے ہیں، تو پھر وہ کیا خصوصیت ہے جس کی وجہ سے انسان کی شرافت جانوروں کے مقابلہ میں تسلیم کر لی گئی۔ اور وہ کیا صفات ہیں جو انسان کے، جانور کے اعتبار سے عقیدت و عقاب عالی ہیں۔

اس کے جواب میں ہم بجز ان دو چیزوں کے کسی کا نام نہیں لے سکتے ہیں کہ اعتقاد علم اور ارادہ کے دو جھٹے جھٹے عقاب کرتے ہیں، اور ان کی تشریح میں ہم کو پہلے خاطر ان کے وقت کا ایک مسئلہ یہ معر فیہ پڑے گا۔ علمت ہماری مراد وہ علم ہے کہ جس کی بدولت دنیا اور آخرت کے حالات مختلف ہوتے ہیں اور وہ کائنات کے عقاب کی کو ان کی اصل صورت میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور مراد کے مفہوم سے پہلے اس ارادہ کا قصد کیا ہے، جو نفسانی خواہش کے ارادہ پر نہیں بلکہ علم کے ارادہ پر پہلے واقع ہے۔ کیونکہ ہم ارادہ قوت شہوانی کی طرح سے پیدا ہوتا ہے اور تو تمام عبادت میں موجود ہے۔ ہر جاندار جو کہ اور بیانی کے وقت ہونے والی کی طلب میں دوڑتا ہے۔ شہود کے طلب کے وقت اس کے فوکر نے کا ارادہ کرتا ہے اور وہ نفس کے مقابلہ میں برسی طاقت اور ارادہ والی دکھتا

ہے۔ تو کیا اولیٰ سب حالتوں میں اولاد نہیں پا یا گیا۔ لیکن ہاں وہ اولاد نہیں
ہو اور وہ انسانی کی خصوصیات میں سے ہے انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ
شہوانی میلوں کے تحت بھی اگر اس کی عقل چاہت کہے حرکت کر سکتا ہو،
اور اپنے عمل و ترک میں ہی چاہنے نہ چاہنے کا پابند ہو۔

۱۔ اولاد اور وہ علم جس کا ذکر چلے ہوا۔ بزرگ ترین مخلوقات یعنی انسان
کے ساتھ عقلیں ہیں۔ اور ان ہی دو نشانیوں سے انسان حیوانیت سے اور خدا
آزادی بخون سے اعتبار اپنے کمال کے پہچانا جاتا ہے۔ یہی جب اپنی پیدائش
کے وقت کے لئے کرتا ہوا دماغ اور سے اس پر آتا ہے تو وہ ذہلے ہوئے، نیک
بدعورت نفع مضری تمیز نہ کرتا ہے اور اس کا کوئی اولاد کسی کا عقل حاصل
کتابت ہو سکتا ہے۔ اور جس میں اس کے قوتی میں نشوونما۔ اس کے علم میں ترقی
اس کی معلومات میں وسعت ہوتی جاتی ہے اس لئے اس کے اضافی اولاد
نہیں وہ عقل کے قاعدوں میں منضبط ہوتے جاتے ہیں۔ اب اگر اس کا علم
سچا ہے اور اس کی عقل نے جو فتنے نافذ کئے ہیں وہ صحیح ہیں تو اس کے
سب عمل درست ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اس کی عقل نے لغووش کھائی پائی
کو مضرت ضرر کو نافع یا نیک کو بے بد کو نیک سمجھ لیا تو ہرگز تو قی نہیں کہ
وہ اپنی حرکات و سکنات میں کچھ ذی عقل سے منطوق ہے اس صورت
میں ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ صحیح علم کے حامل ہونے کے ذرائع سچا
اور درست اپنے اندر ان کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

لیکن جس حد تک ضرر کیا گیا علم کی حیثیت اس سے زیادہ معلوم نہیں

ہوتی کہ کسی چیز کا نقشہ اپنی طرح جاری عقل میں کھینچ جائے یا اگر آئینے میں
کسی شے کی تصویر نظر آتے گھٹتے ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص جاری نکلے گزرا
یا ایک شاندار مکان ہونے میں جگہ دیکھا اور کہہ دیکھے بد ہماری آنکھوں
سے اور عقل ہو گیا۔ تو ہر جہاں جس میں عقل یا اس مکان کو دیکھتے ہیں۔

فرزاد شائستہ کر لیتے ہیں کہ یہ وہی شخص اور وہی مکان ہے اگر چہ اسے
پاس کوئی ایسا نقشہ جو اس مکان یا اس شخص پر لایا پورا منطبق ہو موجود
نہ ہوتا تو وہ اور کون سا معیار تھا جس کے ذہن سے اتنی قدرت کے بعد ہم
کو یہ شائستہ ہو گئی۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کا ذہن
عقل حاصل ایک آئینے کے ہے اور اس میں جو معلومات حاصل ہوتے ہیں۔

وہ اس شخص کی آنکھ میں کس شے کے حالات کے وقتے آئینے میں کوئی
دیکھا ہے۔ اتنا فرق ہے کہ آئینے میں صورت اس اشیا کا عکس پڑا ہے۔ جو
آنکھوں سے نظر آنے کے قابل ہوں اور ذہن میں تجسم کی چیزیں عقل
پر جاتی ہیں۔ مثلاً کسی لہنگہ کی ایک لمبی چوڑی تقریر تم نے سنی اور اس
کے مضامین کا خلاصہ تم نے اپنے ذہن میں منطوق رکھا تو اب جب کہیں کوئی
شخص وہ تقریر کہے گا۔ تم فوراً سمجھ جاؤ گے کہ یہ بیہوش وہ مضامین ہیں جو
عقل اس جگہ نے بیان کئے تھے۔ اگر ان مضامین کا کوئی فرق تھا ہے اس
نہیں تھا تو تم نے یہ کیجے ہاں کہ وہ اور یہ تقریر ایک ہی ہیں۔ اس سے
یہ بھی طور پر معلوم ہوا کہ ہمارے ذہن میں ان مضامین کا کوئی خاکہ موجود
تھا۔ حالانکہ ان ہی مضامین کا عکس اگر ہم آئینے میں لویا پائی تو بالکل

یا ممکن ہے۔

خاص آئینہ میں اور وہ ہیں جن میں اتنا تفاوت ہے کہ ایک میں منقسم چیزوں کا چھڑا
 کاٹکس آتا ہے اور دوسرے میں چھڑا کا ٹکڑا ٹکڑوں میں اس قدر اشتراک ہے
 کہ اس میں بھی کسی چیز کی تصویر حاصل ہوتی ہے اور اس میں بھی اب اگر
 کوئی چیز آئینہ میں منعکس ہونے کے قابل ہو لیکن منعکس نہ ہو تو یہاں تک
 تفتیح اور استغراق سے معلوم ہوا اس کے ذریعہ وجوہات ہو سکتے ہیں۔ یا یہ
 کہ وہ جو ہر اور آئینہ سے آئینہ بنتا ہے اس نے ابھی تک متعلق ہو کر آئینہ
 کی صورت اختیار نہیں کی یا آئینہ بن چکا۔ مگر رنگ اور ہو گیا۔ یا اسانے لٹکا
 ہے مگر جس چیز کا ٹکس اس میں لینا چاہتے ہو وہ اس کے مقابل نہیں۔ یا اسانے
 بھی ہے مگر آئینہ کے اور اس شے کے بیچ میں کوئی دوسری شے حاصل ہے
 یا ٹکس لینے والے کو یہ معلوم نہیں کہ اس صورت کا ٹکس کس وجہ سے ہو
 کر لیا جا سکتا ہے۔ ان سب حالتوں میں ہشیاد منظور کا ٹکس آئینہ میں نہیں
 آسکتا۔ اور اگر ان مواقع میں سے کوئی واقعہ موجود ہو جو ظہر محال ہے کہ وہ
 کی صورت اس میں ظاہر ہو۔

تیسرے اس طرح انسان کے قلب (مقل) کی حالت ہے کہیں تو ایسا ہوگا
 کہ وہ قلب نہیں منعکس ہے اور انسان کی پوری قابلیت اس میں پیدا نہیں
 ہوتی۔ یہی ہے کہ شہرہ پر کعب کا وہ سفرات کے علم سے بالکل خالی ہو
 ہے۔ اور کہیں مناسب اور ناپاک انسان کے انکاب سے قلب پر کوسم کی
 کدورت اور کلفت چھا جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی پوری سہل اور

مسانی ذاتی نہیں رہتی۔ اس لئے اس میں لطیف اور پاکیزہ چیزوں کا انعکاس
 نہیں ہوگا۔ اور خدا کی ذات و صفات اور غیب کے اسرار سے یہ قلب بالکل
 غافل رہتا ہے۔

اس قلب کے رنگ پھولنے کی اس کے سوا کوئی توجہ نہیں کر سکتی
 خدا کی اہمیت کی طرف توجہ اور مستحقانے شہادت سے ہر واحد اور اس کو ہے
 اور ہمارے کادہ طریقہ اختیار کرتے جو اس میں سے توجہ کا دل سے تاجا کر لاجباً
 کے استغراق کے واسطے تعلق کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اذینا لہد جیم
 سہنا۔ اور من حمل و باعلا و رثا۔ اللہ اعلم بالصواب۔ اذینا لہد جیم
 کی طرف اشارہ ہے۔

تیسرے بھی آدمی کا قلب گناہوں کی آلودگیوں سے پاک صاف ہو جائے
 اور پھر بھی اس میں علوم ذات و صفات اور حقائق اشیا مرتسم نہیں ہوتیں۔
 اس کی وجہ سے جوتی ہے کہ اس کی توجہ ان چیزوں کی طرف کامل نہیں ہوتی
 بلکہ وہ آفات نفس کے ہاتھ ذرا طوق مکاشفہ کے مینا کرنے میں مشغول
 ہوجاے تو وہ چیز لیا ہیں کی طرف اس کے قلب کو توجہ نہیں ہے۔ اس
 طرح منعکس نہیں ہو سکتیں جس طرح آئینہ میں وہ صورتیں جو اس کے مقابل
 نہ ہوں۔ وہی قلب کہیں صاف بھی ہو جائے اور توجہ بھی کامل ہے مگر وہ
 فاسد و فاسد جو تقلید و اس میں گنہ کی بنا پر دل میں چھتے سے واضح نہیں ہوتی
 کے شکاس کے لئے تھاب بن ہاتھ رہی اور صیبا کہ اور شے مطلوب کے
 درمیان میں اگر کوئی شے مائل ہو جائے تو اس کا ٹکس اس میں نہیں پڑتا

ایسے ہی جاہل کے وقت ہماری عقل شفیق ملام کے حاصل کرنے سے خاص ترقی
 ہے اور انہیں علم کے یہ تمام سامان دین ہوتے ہیں مگر میں مامل شدہ ملام پر
 یہ علم متفرق ہوتا ہے ان میں مناسب ترتیب قائم کرنی ہم کو نہیں آتی اس
 لئے ہم علم سے محروم رہتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص اپنی گری
 کے پیچھے کا مال آئینہ میں دیکھتا ہوا ہے۔ اب اگر وہ آئینہ کو آنکھوں کے
 سامنے رکھتا ہے تو پیچھے کا مال اس میں کھل نہیں سکتا اور اگر پیچھے لپٹا
 ہے تو گواٹھا کس ہو گا ہاں ہے مگر آنکھیں اس کس کو دیکھ نہیں سکتیں۔
 اس وقت یہ شخص باوجود تمام اسباب دنیا ہونے کے کس کے دیکھنے سے
 اس لئے محروم ہے کہ اس کو اس کس کے لینے کا طریقہ معلوم نہیں۔ اگر کوئی
 اس کو یہ بتا دے کہ ایک آئینہ پیچھے لپٹاؤ اور ایک آئینہ اس آئینہ کے
 موازات میں اس طرح سامنے رکھو کہ کس اس آئینہ میں پڑے اس کس
 کا پر تو وہ سہ آئینہ میں بھی آ جائے تو اس طریقہ کے معلوم ہونے سے اس
 کی ساری مشکل حل ہو جائے گی۔ اور آدھرتیں اس کس کے لینے میں وہ
 اٹھارہ ہاتھ وہ ایک نعمت جانی رہیں گی۔

یہاں حال بیہوش انسان کے قلب کا گھو اور عقین کو لو کہ یہی امور ہیں
 جو اکثر حقائق کی معرفت سے ہم کو بے پروا رکھتے ہیں۔ اگر یہ مواقع نہ ہوں
 تو دیکھ بہ قلب اس فیض علم کے حاصل کر لینے کی پوری قابلیت رکھتا ہے
 جو فیاض اولیٰ کی طرف سے بغیر کس نال کے ہر وقت اور ہر آن ہماری ہے۔
 تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ چھ ذہب کے اعلام عقل کے مطابق ہوتے

ہیں ان کا یہ قول اس اعتبار سے بالکل صحیح ہے کہ ایک کمال انسان و شفا
 عقل میں حقائق کے انعکاس کی سب شرائط موجود ہوں۔ ہرگز خدا کے
 حکم کے نفوذ علم کا قہ نہیں کر سکتی اور جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اعلام خداوند
 کو اپنی عقل کی میزبان میں دتو لو۔ ان کی طرف سے یہ ہے کہ ہماری ذہن اور
 عقلوں میں فضائی اسلام کا انعکاس نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جس فرقہ کا یہ
 خیال ہے کہ حقائق نبوت اور حقائق معنات الہیہ ہماری فہم و ادراک سے بالاتر
 ہیں وہ عام فہم اور ادراک کے لحاظ سے بالکل صحیح کہتے ہیں اور جس شخص کا
 یہ قول ہے کہ ہمیں یہ چیزیں بھی بخدا یہ عقل انسانی کے وسعت ہو سکتی
 ہیں تو اس کا رد بھی غلط نہیں ہے۔ وہ انہما طور پر عقل انسانی اسی کو
 گھرو رہا ہے جس میں انسانی کو مشور اور آواز کا نہیں دہوں۔

حرفی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ لوگ وہ بات عقل کے مطابق
 جنت میں نہیں گئے اس پر محمول ہے کہ تحقیق عقل کو اس قدر ترقی ہوگی جنت
 و جہنم سے قریب ہوا جائے گا۔ اور یہ عقول کا اکثر اہل جنت ہے عقل نہیں
 گئے اس میں وہ لوگ مراد ہیں جو دنیا کی کاموں میں متوجہ نہ ہونے کی وجہ سے
 ابد بے جا رہتے ہیں اور عظیم چرچہ امیرانہ کا خطاب بھی انہیں سے ہے جن کے
 دماغ و ترقی اسلام کے عقل نہیں ہو سکتے۔

آپ تم جہاد ایک دشمنان و ستارض انہوں کو یاد کرو جن کے سلبی غیبی
 تم حسرت پر پیشانی تھے اور جن کی کون جہ سے ترقی تم سے ہی نہ پڑتی تھی۔
 اور اخیر میں امام صاحب کی اس نذر یا نصیب کو خوب یاد رکھو۔

ہو یا بلکہ ہر کوئی سنی نہیں بلکہ نیز بقول کاغذی ایہ علماء کسی کے قرآن پاک نے
 ہا ہا کیا اس اور نظر کے طریق پر حسب کیا ہے اور جو بھی مختلف مواقع میں استعمال
 سے کام لیا ہے۔ پس اگر شریعت کے حکام عقلی ماہر سے ہوتے تو قرآن نے
 ہم سب کو عقل سے کام لینے اور خود فکر کرنے کی طرف کیوں توجہ دلائی اور عقل ہی
 کے ہر ایک شعبہ کو ایسے حکام کو سکھانا کیونکر صحیح ہوا جو اس کی سہ سے
 بہرے۔ وہ انھیں اس لئے ہی عقل پر نہ کرنے کہ وہ اس سے ہی تکلیف شرعی کا متن
 پا رہے۔

یہ اس قسم کے امور شبہات ہی ہیں کہ ہم صرف کتابی کہنا چاہتے
 ہیں کہ شریعت

پانچویں مسئلہ اہل الذمہ کا حکم

پانچویں مسئلہ اہل الذمہ کا حکم
 اور یہ اس تناظر میں امام صاحب کے بارہ استدلال سے بحث کر
 لیا گئے پڑھ کر اس ذمہ دوست فاضل کی تقریر کی طرف رجوع کرتے ہیں جس
 کی تصنیفات میں جتنا فرق لکھا گیا ہے اس کی دو ہی حالتیں ہیں اور مذاق اہل
 کلام اختلاف لازم ہے۔ یہ وہ فاضل ہے کہ دیکھو اگر ہم اپنے عہد کا شیخ اگر یہ اہل
 اور شامی لکھ سب کچھ کہہ دیں تو کہیں نہیں۔ اور یہ وہ فاضل ہے جس نے
 علم کلام کی ایک ایسے انداز کے طریق بنائے ہیں جو دانش ماہر و قیامت نگ
 کے واسطے پتھر کی ٹیکر ہے اور جس پر ہمارا ناز بھی ختم نہیں ہو سکتا۔

اس فاضل نے جن کو عام طور پر مولانا محمود قاسم صاحب رحمت اللہ
 علیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اپنی مختلف کتابوں میں پوزیشن دیا ہے

کئے ہیں وہ اس مسئلہ عقلیوں میں ہماری بیعت زیادہ مشکل کشائی کرتے ہیں اور
 اب ہم ذیل میں لکھیں گے وہ تمام تلامذہ تصانیف سے اعجاز ہو گا شعور
 مطرب ترائف مولانا ہزار کی ذرا اگر صرف مشق تیل و دانتیا

○ متیز نام کو وسیع مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی روشن ہو چکی ہے کہ
 اجتناب بیسیبی کے نظریے کے لئے اور خیالی اہل مذاہب کے، ان کے لئے حتمی اور
 کی کوئی چیز بیکار نہیں بنائی اور جو ہیں عقیدت کے اور وسیع ہونا چاہتا ہے
 اور ہر ایک جہتی ذہنی طور کے نتائج میں ہم ظہر ہوتے چاہتے ہیں اس لئے
 حکایت کا سر پروردگار قیامت حکمت اور کلمہ اور لیکھ اس کے ساتھ ہی ہر شے
 کا متن کسی دیکھو ایسی ایک دلچسپ اور خاص سے بھی ہوتا ہے جہلی کی ذہنی پاس
 نے کا اس اور تصانیف سے ہر کسی کو ہم اس شے کے اصل اجزا کہ کتنے ہیں
 شہاد ہوتا ہے میں گونہ سے کہ روح و ذمہ ہر اس کا سمجھنے و فکری ہوتی ہے
 اگر یہ وہ کہہ سکیں کہ اس طرح پانچوں میں انھیں ملتا ہے اور اس کے کبریٰ کی طرح اس کو
 اپنا کر کے کہا بھی سکتے ہیں۔ اور اس کو اور بھی ہی سکتے ہیں۔ لیکن اس کے ذمہ
 کی ان شرط یا جہت کی ترمیم یا اس پر ہر ذہنی کی حالت سے اس کی قدر و قیمت یہ اس طرح
 کی زیادہ وسیع ہیں جس طرح گانے اور بیٹوں میں ہی جو کہ تصور و نظم و درود کی چیز
 ہے اس لئے کہ تیز فکری اور ذہنی کا کوئی اثر ان کی عقلی برائی پر نہیں پڑتا
 و کتاب کے پھول کی صورت میں اس کے رنگ اور خوشبو سے ہے۔ ذائقہ سے کہ
 ہی عرض نہیں ہوتی۔ یا قاسم کے الفاظ سے مراد ہے اس کے رنگ اور خوشبو
 سے پھولیں عرض نہیں کیا جاتا۔ ایسے ہی کتاب سے اگر یہ ہم کسی وقت لکھ کر

صرف یہی استفادات ہیں جو آتے رہ گئے۔ اور ان ہی کے مل بڑھانے پر اس جہت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کہیں سوچتے ہیں کہ اس جہت سے پہلے چند قسموں کا خاتمہ ممکن کر لینا ضروری ہے۔

۱۱) اول یہ کہ ہر کام ایسے آہت کے زور سے کیا جائے جس میں اس میں اور لوہا لگا نہ ہو تو اس کام کا نفع نقصان آن آہت کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس شخص سے تعلق رکھتا ہے جو ان آہت سے یہ کام لینے والا ہے۔ مثلاً پڑھنے کے کام میں یہ بولا آتا ہے اگر اس کی دماغ بھرا جائے یا لکھنے میں کتاب کے قلم کی ٹوک ٹوٹ جائے تو سب ذمہ دار اس کا کتاب کا نقصان سہا جائے گا۔ ببول اور قلم کے جن میں مذکورہ نفع منسوب ہے نقصان۔ لیکن نفع نقصان کا جو وہ حقیقت راست اور تعریف سے وابستہ ہے اور راست و تعریف کو ہی انشیا مسوس کر سکتے ہیں ان میں لوہا لگا اور شعور پر بہر حال جب آہت کا نفع و ضرر اصل حاصل کا نفع و ضرر ضرر تو قوی علیہ کے کاسوں میں جو کہ نفع یا نقصان ہو گا وہی ان نفع حاصل اور دولت کا ہو گا کیونکہ لوہا لگا اور شعور عقل دولت ہی کا خاتمہ ہے اور سب قوتیں اس کے گائے جنور آہت کے ہیں جیسا کہ ہم ابھی سمجھا کر چکے ہیں۔

۱۲) دوسری بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قوت عقیدہ اور قوت علیہ کے مابین قدرت سے کہہ کر ایسا مستحکم رابطہ پیدا کیا ہے کہ ان میں ہر ایک کے آثار اور حیرت انگیز شکوے ہوتے ہیں۔ قوت عقیدہ کے جو آثار قوت علیہ میں ظاہر ہوتے ہیں کہ تو وہی ہیں جن کا تعلق منہ حکومت سے ہے۔ جیسا کہ ہم آری علیہ کا ہدف ضائع ہو گیا ہے

عقل کے ایک اشارہ پر حرکت میں آجائے اور معنی آٹھ ایسے ہیں جن میں عقل کی اس حکومت کو کہی جی دخل نہیں۔ جسے فقر کے وقت چہرہ کا نقصان اور آنکھوں کا سرخا ہونا یا موت کے وقت جسم کا کاپٹنا اور ننگ کا لڑنا ہے۔ اس ماحول میں جب کسی شخص کا لکھنے یا پڑھنے سے ناک پر آنکھوں کا عقل کو ہوا تو فوراً جلا اور دوار بنا جاتا ہے۔ عقل کے آثار ہم پر ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ ایک حکومت کی حیثیت میں اقتدار و اقتدار کا لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سابقہ جہتوں سے عقل کے اثرات عقل خود جگہ چھوڑتا ہے۔ وہ طرح کا ہوتا ہے ایک تو وہی جہت عقل کو مسرت اور ارجہ کے قوت علیہ کے تمام نتائج اور مضار کا عقل کے واسطے ثابت ہوتا ہے۔ اور جسے عقل کی نیات پانی سے عقل دولت کا ہے اختیار کا نہتہ بار راستا تھا جیسا کہ عقل کی اصل ان ہول دہرا سے ہو کر تیس فیصدوں کو گرتا ہے یا جہاد و سرور لڑنے میں گفتگو یا بدن کی عقل کی آہت اور حالت میں راست ہوتی ہے۔ وہ سب ہی قسم میں داخل ہے۔ اب ہم انہیں سے ان پہاڑی امتداد سے تاثیر و اثر اور عقل انفعال کے سلسلہ کو دیکھ کر جو عقلی طور پر پیشہ ہو گیا کہ قوت علیہ کے بعض اعمال قوت علیہ یا عقلی واردات کے جن میں عقیدہ اور بعض معترض گئے۔ اور کوئی ایک عقل ہی آہت علیہ کا اس نفع و ضرر سے خیال نہ ہو گا۔

○ جیسا کہ کوئی ایسا کامل آدمی جس کی دولت کی مست اور عقل کی سلامتی، دولت تو یہ ہے ثابت ہو چکی جو اعمال کے سبب و بیج کے حصول کی فخری یا فخر کے اور ہم اپنی قوت علیہ کی کاروائی اس کے خلاف پائیں تو ہم کرنا نہیں کر لیں۔ جیسا کہ ہمارے قوت علیہ و ضرر یا اعمال دیگر مرض میں جگہ ہے اور اسے تاثیر و اثر کے

فطرت کرتی ہے ہوتی مواقع اس کو طہا مر غلب ہی بنادروا اکثر کھانے سے
 متفر ہو جاتا ہے۔ اور ذہنی کی گمن و غمازگی کی کوچ میں انسان اپنے جلا کے
 تراشے اور کھال کے ٹوٹنے پر بے اختیار رائل ہوتا ہے۔ لیکن وہ فطرت اور
 بد فطرت دونوں سے عمل ہی میں کامیاب مصلحت ہی مرضی ہوا ہے۔

اسلگر ہر دو ماسب یا اور کوئی عالم یہ حکم صادر فرمائیے کہ غریب مریض سے
 مصلحت علیہ کے جوہر کا نام ہے اور وہ محبت ہے جس میں ایسا ہی اتقان مریض مصلحتوں
 کے واسطے آنا ہی یعنی مصلحت امتیازی کو اس پر نامہ بیان نہ تھا آجاتا اور وہ ہرگز
 تندرست اور عیار عقل میں فطرتی قائم نہ رہتیں۔ جس سے دنیا میں ایک انسان
 عظیم پر پا ہو جاتا اور جاہلیت کے پھانسی گرا ہی جاسکتی۔

ہر حال میں کیا اس امر کا بار کر لینا یا نکل آسان ہو گیا کہ اکثر انسانی عقلیں
 جتنا اسراش رہتے کی دیر سے اس پر قادر نہیں ہیں کہ وہ تحقیق اور طریقوں کے
 ساتھ تمام مصلحتوں و احوال میں ایک کو بے اور تفریق و خصوصیت تو نہ دیکھیں تو نہ جاننا
 اس وجہ سے ہی کسی ایسے طیبہ مافاتی کی طرف رجوع کرنا طبعی ہی کر رہا ہے
 کہ اس کے کچھ نفعی نہ کرگی ہو۔ جہاں چند مریضوں پر ہی پانچ بار ہم کھانے کے علاوہ
 تمام دوائی کے خواص اور انداز سے واقف ہو جس کو مختلف دوائی اور
 فزاقوں کی تاثیرات کے ایک سے دیکھ فرق معلوم ہوں اور میں کی نظر نہ ہوں
 کے اختلاف اور درجہ کی ترکیب پر کامل طور سے ماری ہو۔

لیکن ایسا طیبہ اس حکیم علی الاطلاق کے سامنے کی نظر نہیں آتا۔ میں کے
 سہارے تمام عالم کی بہن تو عالم ہے میں کی فطرت ہر قسم کے طیبہ اور اسراش

سے پاک ہے اور میں کے دہرا اور اسکا کہ کو مغرب ایک سے نقل دراصل میں
 ہم نہیں دکانل سے ثابت کریں گے۔

دنیا میں ہم بکند ہوا آئے۔ میں قدرتی بنیادوں نے اپنی نبوت کا کھنچوا
 جتنے بے اثر مجتہدوں کے تبلیغ کرنے والے گز سے ان سب کے سب اس حکیم
 مطلق کے مطب کے نوز فزین اور یہ ہے یا نہ تھے انہوں نے جیسا سنی مانی
 کالی کی سنا اور انبیاء و ان کو کہہ نہیں اور اس حکیم برحق کے مصلحت ہے ہرگز
 نکلے اور نشاۃ ہے چشم کے نکلانہ کی مخلوق باہر طبعوں کو اشتہار ہی حکیموں
 سے جو اگر نکلے ہر چیز اور ذہن کے پھانسی میں دھمکے رنگے اور مصلحتوں کی
 جہاں سے ہی شیروں کا اشتہار شہر۔

ہم جب نبوت کی ضرورت اور نبی کے تعین پر مضبوط ہو کر ہی گئے اس
 وقت میں اطلاع کا اختیار ہو کر ہی گئے جس سے کسی خاص شخص کی نسبت ہ
 دیانت ہو سکے کہ وہ انسانی درجہ کا اعلیٰ تسلیم یافتہ اور دنیا میں حکیم علی الاطلاق
 کی نیابت کا ذاتی مستحق ہے۔

گھراسا سوئی پر نیابت اشتقاق کے ساتھ صرف اتنا دیکھا نا چاہتے ہیں
 کہ نہ اتنا سنے کے فیوضات افکار کرتے اور اس کے علوم مکتوبات کا علم جتنے کے
 واسطے انسان میں ہوا کی شراکت کی خصوصیت ہے یا اطلاع دیگر حق تعالیٰ کے
 درجہ میں طیبہ و دوائی کا حصول کی سہولت اور ہر موقوف ہے۔

یواسیہ اس قسم کے مصلحتی مباحث میں مدخل دینے کا ہم کو کچھ استحقاق نہیں
 چاہو میں دلائی میں ہم تو مذہب جو نہ کہ ادا اور دیکھتے ہیں۔ اس کو باسانی مصلحت

کر لینے کا خیال مضمحل ہماری فکر کے خدایہ از خود نہ ہو پڑا ہی سے زیادہ وقت نہیں دیکھتا۔ لیکن اس نادانیت و سادگروقت کی شکایت کی کیا پہلو ہو سکتی ہے جس کی سنگینی کے واسطے ایک اعلیٰ درجہ کا ہتھیار تو قریب کار ہونی چاہی ہو۔

ہم پہلے میں ہیں تو ہم ایک ماہوں کو ملے کر کے اس تمام گنگا پہنچے ہیں۔ اس میں کوئی نہ آسان وقت اگر قاضی تعینات ہمارے لیے مشعل راہ نہ ہو جس اور اب بھی افتخار و شکر آپ دیکھیں گے کہ ان ہی کہ دشمنی میں منزل چینی آمد کے مہلک شیطانات کا مقابلہ کرتے ہوئے ہم اپنے مقصد اعلیٰ پر سات پا پہنچے ہیں گے۔

وہ ذات پر کات میں کی قوت قدر سے شریعت مملو نہ کلاہم درج اور نظری اور نظری اسرار کو بھی رہا ہے کاسی کی حدود کے قریب اور کسا ہے۔ اگر یہ وہ خود دینا صحائف گئے کہ ان کی قیامت تک نہ لختے اہل یادگار میں ہماری رہنمائی کے واسطے زندہ جاوید رہیں۔

اس میں ہرگز سہانہ نہیں کہ اگر حضرت مولانا علی قاسم لدھی داروالم فواہ کی پیشین بیان میں پڑھیں وہ ستر سن نہ ہوتی تو میں ہرگز اس طرح کے نازک مسائل پر سہ خوف و خطر لطم افشانے کی جرأت نہ کر سکتا اس سلسلے ہ سخت اسائن ملزمتوں اور دشمنانہ تصور ہوگی کہ میں کسی ایسے مضمون کو اپنی طرف منسوب کر کے جوہ حقیقت حضرت مولانا علی قاسم کی تصانیف سے اخذ کیا گیا ہو اپنی غیر واقعی عظمت و شرف کا ثبوت پیش کروں۔ میں اس سے زیادہ اپنے کو گوش قسمت اور فاعل العلام بنانے کی تمنا نہیں دیکھتا کہ مولانا کے عالی شانوں

میری ہرچہ بیان میں اس طرح ادا ہو جایا کریں کہ ان کی تعمیر میرے دماغ کے واسطے مفید اور صحیح ہو اور اپنے تصور و فہم یا پریشانی تفریح کی دوسرے وسائل کی تعریف تمام فرمے۔ چنانچہ اس وقت میں جس بحث کا آغاز کیا جاتا ہے اس میں میرا صرف اسی قدر تصرف ہوگا۔

وہ بحث میں کی ابتدا سے کہ ہماری تفریح کی وہاں ابتدا ہوئی چلی نہایت بڑی کی بحث چنانچہ ہم کو کوشش و محنت اور وسیع گاہ وسیع سے نہیں بلکہ معنی حق پڑی اور اصناف کے ساتھ دیکھنا ہے کہ وہ یہ نکتہ درجہ اول مضمون میں کے لئے ہی زمانہ بقیہ و جزو ان کا وضع کئے گئے ہیں۔ کیا غارت میں واقعی طور پر اس کے کھرا اور موجود میں زیادہ ہی جنوری شاندار تعریف کے ساتھ لکھیں ہے یہی کو حلقہ اور ہم لوگوں کے واسطے درست اور تنہا میں چینی کا استخراج کرتے ہو کر سہ ہیں۔ اس کا اظہار مثال کو اس کو میں سے شیخ خود ہمیں سنت مولانا کی ہی ہوتی ہے

ہم کو اور یہ ہے کہ شاید کوئی جو شیخ مسلمان ہمارے ایمان میں خود پیدا کر کے ہم پر ہی دیکھتے نہیں اسلئے ہم ایسے مسلمانوں سے اور ب عرض کرتے ہیں کہ وہ کیا اس کے کہ پہلے قابل تعریف حضرات جو ان کو ہم مسلمان تعین کے حق میں صرف کریں یہ سچ ہو کہ ان سلسلے میں ہر دور کی مسکول کے واسطے استعمال فرمائیں تاکہ ان زبان سے ماہیگنا الی اللہ اور ان ہی الامیاء تہذیب و تہذیب الی اللہ تبارک و تعالیٰ کو پہنچانے گئے ہیں اور میں کی ایک ڈی جہادی کو اور ان کی اپنی پس مندیوں تک سے اور چند ساری دینی میں زبان حال سے و مسلمانوں کو یہی ہے کہ خدا کا دہرہ مضمون ایک لڑھی دہرہ ہے۔ ہزاروں سالہ صریح کی یہی ہے کہ ہم ہیں۔ اہل ہزار

کلمات اگلے زمانہ کی نظروں میں کے افسانے میں۔ اور وہی دہلیام کی حقیقت ہے
دلیہ مزان کی بڑے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

یہ لوگ صرف ایک عقل کے اندر وہی اپنی عقل کے مشورہ کو مانتا چاہتے
ہیں۔ اس کے ذہب میں جان عقل سے اکیلے بچے اور دوسرے بٹھا کنوڑ ٹھک باکم
اور کم لے دیکھنے کے برابر ہے۔

یہ ذہب انھیں میں کو کہیں کسی شکل مسئلہ کے عقلی انہم انھیں کاموں کا
بڑا بڑا ٹیکہ اس کے بیوقوف مخالف کے مسلمات میں بہت ہی تصور سے
ہوں انہما دیکھ سکتا ہے کہ ایک ایسے آزاد فرقہ کی ہے تو شہادت سے اس کا ذکر
ہی ہوا ہے۔ ہر ایک شخص اور کس قدر شہادہ طلب ہے اور کہ ہمارے مورثہ و تار و تار
الی ہائی۔ لہذا ان ذہبوں کے مقابل میں کس طرح شہادت استعمال اور
محققیت سے کام لیا ہے۔

مرد کا اس ناکارگروہ سے صرف ایک سوال ہے وہ یہ کہ تمام مخلوق کا
میرے نیک و بد کا ثواب۔ یعنی بڑے کا فرقہ اور اعلیٰ اور اسی کے اعتبار سے ہر
ہماری تمہاری سب کی عقل نے قائم کر رکھے ہیں اس کا ہمارا اور میرا عقل کے
پاس کیا ہے عقل کے جمادات سے تیرا ذات کو کہیں اچھا بنوگا ہے اور تمام
جمادات کے اعتبار سے انسان کو کہیں پسند نہیں ہے عقل ہے جمادات کے
مقابل میں وہ علم کی پیش کیوں مانتا ہے۔ اور ہر دست و شہادت کے
کو تمام کو وہ ہمیں دیکھ دیکھ کر ہر طرف کو ہم سے سر ہٹا کر گناہا جاتی ہے۔
انھوں نے جو کہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ ہونے کو ہونے چاہتا ہے کہ

انھیں ہر گز اور اسے کو تکلیف پہ کیوں ترجیح دینی ہے۔ اور کون تو اس کے پاس
ہے جس کے ساتھ مناسب دشمن ہونے اور ہونے کی وجہ سے وہ مخلوق کا ہے
سے ہر ایک چیز کو ہوا یا برا بنا دینے کا اسحقاقی حق ہے۔

اگر تم ایک اچھا کچھڑا کسی ہوشیار دزدی کو قتل کرنے اور بیچنے کے لئے
درا یا پڑا کر کوئی عمدہ ٹوٹی اور خوب صورت جوتی خریدنے کا ارادہ کرو تو وہ ٹھک
تم ان سب چیزوں کی حسن و خوبی اور ضرورت و حاجت و ضرورت کو اپنی ان آنکھوں
سے دیکھو کہ جو عقل کی طرف سے تم کو ایسے ہی اکھوں کے لئے مہیا کیا
ہوتی ہیں۔ لیکن اس دیکھنے کے اندر تم کو ہر چیز کا اپنا اپنا مشیاء کے مطابق
کرنے کی ضرورت ہوگی۔ مثلاً اگر تم کو تمنا ہے کہ ہر چیز کو اپنی کو اپنی
میں ان کو اور فرقی کو سر پر رکھو کہ دیکھو گے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز اپنے پیار
پر پوری ذات ہے بلکہ اس میں ایک رنگ ہے تو تم اس کو ہر موزوں سمجھ کر ستر
کر کے اور اگر اتفاق سے کوئی چیز کا غلط اور اپنے پیار پر مطابق ہو گئی تو پھر
خود نہیں لکھتے ہو کہ تم کو کبھی تک اس کی قدر دانی کے لئے تیار ہو گئے۔

○ ٹھیک اس طرح عقل کے پاس میں ہر ٹھیک و بد کی تفریق کا کوئی پیمانہ اور
پیمانہ ہرست کا شناخت کا کوئی پیمانہ موجود ہونا چاہیے کہ جس پر عقلی ہرست
دہونے سے ہر ایک مخلوق کے حسن و ربح کے مراتب و درجہ کر سکے۔

خالی ہر عقل کے جذبہ نظرت میں ہر ایک ہم عقلی سب ثابت کر لیا کے۔
مخلوقات کے ہر ایک ایسی اعلیٰ اسحق کا اور ان کو جو ہے ہر میں وجود ہونے
کی وجہ سے عدم ذہنی اس کا شائبہ اپنے اندر نہیں دیکھ سکتا اور اس وجہ سے ہر قسم

کہا کرتا ہا ہا سے ہے نیاز ہے۔ دلی ہے۔ عالم ہے تار ہے۔ جنگ ہے۔
 اللہ اور خلیفہ اللہ کے ہے۔ عرض کرتا آجی اور صفات کے ہائے اور ہر طرف
 کے عیب و قصور سے بری ہے۔

اب میں سوچتا ہوں اپنی زبان اور صفائی کے موافق کس مخلوق کو اس
 ایک چیز سے مناسب پائی ہے اسی سوچتا ہوں کہ اس کو اصل اور افضل مانتی ہے اور
 ہر چیز اس سے برتر لانا سب سے ہوتی ہے وہ تباہی مٹانے کی جانتی ہے اس کو یہی کہ جانتی ہے اس کو
 جانتی ہے اللہ ہے۔

وہ عقل کے مرتبہ شناسی کا سہارا ہے جس کو دوسرے انسانوں میں ہم خود اپنی مثال
 کہتے ہیں، یہ چیز خود جو ہی وجود ہے ہم کو اس میں اسطر اسطر نہیں اس واسطے
 ہماری عقل اور جرات کو ہمیشہ سدھارتے ہو کر ہی جیتی ہے۔ پھر جو جرات ہی
 بھی جس شے میں خودائی صفات کا کم و بیش نمود دیکھتی ہے، اس میں شے سے
 اس کی مخلوق کو ان اشیاء کے مقابلے میں تسلیم کرانے لگتی ہے جو ان میں درمیان
 نہ پائے جاتے ہوں۔

دیکھو یہ کچھ ہم یہ جانتے ہیں کہ خداوند کریم زندہ ہے، یہ جان نہیں اور اس
 باہم میں ہم نے دیکھا کہ آدمی اور جانور خدا تعالیٰ سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں
 نئی پائی۔ ہوا۔ آگ۔ چرخ و چرخو نہیں کہتے کہ ہم نے جان لی کہ یہ حیوانات کا
 ذمہ جملہ صفت سے اور نچا ہے۔ اس کے بعد نہیں ان کی کہ خداوند کریم عالم ہے
 جان نہیں اور ہر انسان جان یا جانوروں سے علم و عقل میں ممتاز ہے تو ثابت ہوا
 کہ انسان جملہ حیوانات میں ایشرف و افضل ہے۔ پھر انسان میں علم و اخلاق اور

انسان کا عقل میں خداوند کریم پیش میں تو جو کوئی علم میں زیادہ ہو اور اخلاق
 میں قسمت۔ تفاوت۔ علم۔ محمود و مذکور کے ہر نمائندے تعالیٰ کے اخلاق میں کہتا
 ہوں جو شے اپنے انفرادی صفات میں ممتاز کیا جائے گا۔

یہ کہتے ہیں چیز کو بھی عقل معلوم برائے ہوتی ہے اس کو جاننا یا جاننا
 ایک نمونہ اور سید پر مطلق کر کے دیکھتی ہے۔ البتہ جو کچھ ہم عقلوں میں آتی
 اور عقل اور توہم کے اعتبار سے ہے، انہما فرق ہے اس لیے اس عظمت
 اور سادگی کے معلوم کرنے میں بھی بے حوصلہ ہونا چاہیے۔

○ اس پر خیال کر لو کہ دنیا کی سب چیزیں درجات ہوں یا اجسام۔ انہما
 یا عقل اسانی ہوں یا انفا کا وجود کیونکہ خدائے ہر شے ایک قسم کی مناسبت رکھتے
 ہیں، کیونکہ سب کی اصل وہی ذاتی ہے نیاز ہے اور سب کا وجود ان کے
 وجود کو تو ہے۔ لیکن ہر جی اس مناسبت میں خصوصیات کے امتداد میں اور
 آسان آسان ہے۔

انسان کو عیب اپنی لطافت کے جو قرب و مناسبت جتنا بڑی
 عورتا سے حاصل ہے وہ ہرگز اجسام کی نسبت اور اجسام میں بھی مثلاً
 آگ ہوا سے لطیف ہے اور ہوا پانی سے اور پانی میں سے۔ تو اس کی ترتیب
 ان میں سے ہر ایک کو خدا تعالیٰ شانہ کے ساتھ ایک طرح کا قرب و مناسبت
 حاصل ہے۔ اور شاید اس قرب و بعد کا اثر ہے کہ لطیف چیزوں سے ہر جو
 اس رنگت کے وہ کاروائے نمایاں ہوتے ہیں کہ کثیف سے ہرگز نہیں ہو
 سکتے ہر ایک ایک پتھر کے میں آسمان سے زمین پر آتی اور پھر آسمان پر

اثر باقی ہے اور اس برص سے مراد عارضہ جراثیمی ہے مگر ماہرین نے اسے اس کی بھی
 قدر پارہ جھٹکتے نہیں سمجھتے۔ شہناز شمس و دیگر کا حال ہے کہ سرور صاحب نے انہیں اس
 کے سامنے گروہ کہا کہ زمین کہاں ہے قصداً آسمان نیپال کرتے ہوئے وہ یہ کہتی
 ہے یہ اس کو یہاں لگتا ہے تو وہ نہیں لگتی۔

مٹی پر اسی اس مٹی لگے کہ کو کیوں اور کونسا کی تیز روی اور شہناز و گلان
 کہ رسائی کو جو چہ تین طاقتوں پر مشتمل ہے کہ مٹی کی تیز روی اور طاقت زیادہ
 ہوگی۔ جس کی وجہ سے اس کے سوا کچھ نہیں کہ طاقت چھری اپنے طرف دنا سوت کی
 بدولت نوا امتثال کے لینے کا کہ اس سے وہ مٹی چھری ہی جو یہاں لانا سبت اشیا
 کو نہیں بل سکتا۔ اور اس کی نظیر کا چھری بلکہ اس طرح ہے کہ شیخ کا نور اس
 لکھا ہے اس کی چیزوں کو یہ سب زیادہ سزا کرتا ہے۔ لیکن اس کی چیز یہ اس
 صحیح اور روشن نہیں ہے۔

پس اگر وہ طاقت حیدر حق تعالیٰ شانہ کی ذات ابرکات میں موجود ہے تو یہی
 کثیر کسی فرد بشر کے نصیب ہو جائے تو یہ لگتا ہے نسبت ان مخلوق کے ہی میں
 یہ حقوق نہیں اس شخص کو حق تعالیٰ سے بقدر طاقت اس مخلوق کے تریب مافی
 ہوگا۔ اور جو عیب سے خاصہ نمائے کہ ہم کی اس کے حال پر مبتلا ہوں گی اور اس
 کو تیز ہو سکیں گی۔

○ آپ معتزب ہونا سب و تفصیل یہ معلوم کریں گے کہ جیسے زمین و آسمان
 میں پار طرف نور آفتاب کا ظہور ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے آپ سرور و ظہور
 کا قیام اور عرصت و بصورت کا طریق قائم کرتے ہیں اور ہر صحن اور ہر شے کے

ہر جگہ اور ہر مکان میں چھایا تھا قطع سے وہ ہی جلوہ گری کئے ہوئے ہے ایسے
 ہی تمام کائنات کا کہ جو نور اور شہناز شمس کے نور و رو کی ہے تو انسانی کا تہہ ہے۔ تو
 جس طرح آفتاب مانتاب کو باہر سے نور مانتاب نہیں۔ کھلی دلاؤ آفتاب اور آفتاب
 شہناز کے ساتھ خصوصیت خاصہ حاصل ہے کہ دوسرے اجسام کے ساتھ
 نہیں۔

(دیکھو۔ آفتاب شہناز کے سامنے روشن ہے آفتاب کی جانب سے ایک
 خاص حالت اور آفتاب شمس کی ہے اور باقی اجسام کو جو وہی اس کے پاس
 ہی رکھے ہوں اس بات کی مطلق غمخیز نہیں۔ یا آفتاب کھلی دلاؤ اس آفتاب کی روشنی
 کا اس قدر ظاہر ہے کہ دوسرے تہہ دوسرے اجسام آفتاب سے قیاسیاب ہو
 کہ خود ہی روشن ہو جاتے ہیں یہ خود ہی سورج کی طرح چمک اٹھتا ہے اور
 ہوا جسم اس کے باقی ہوں انہی میں اپنا پرتو ڈالتا ہے۔)

اسی طرح بعض مخلوق انہی کو جس جسم و فاس سمجھنا چاہئے۔ کہ یہ فرق بیز
 فرق دنا سبت اور فرق قابلیت کے اور کیا ہوگا۔ فرق ظاہر ہے کہ جیسے آفتاب
 کو آفتاب اور سب ہوا ہو گیا ہے یہاں ہی ایسے ہی خاصے ہے نیا ذکو جس تمام مخلوق
 ہوا ہو گیا اس کے عمل نہیں۔ البتہ مخلوق کے کی قابلیت اور دنا سبت ہے
 انتہا مختلف ہے۔

تو جو لوگ صاف باطن ہیں اور اپنے ہی نوع سے ایسے متاثر ہیں جیسے
 آفتاب سے اپنے جیسے آفتاب سے اور وہی نور ہے جو عمل کھلی کے دور ہو
 جاتے کہ باطن صاف و شفاف آفتاب ہی کیا ہے ایسے ہی وہ لوگ ہیں جن

اور ہی آدم کے کہ ہی متعینت اور ذوق انسانی رکھتے ہی۔ مگر خافرق ہے کہ ان کی صفات بوجہ ذہن سے آلائشوں اور گدگدوں کے جو نسبت تصدقات پہنائی کے ہوتی ہیں پاک و صاف ہیں وہ لوگ جب نہیں کہ بہ نسبت اپنے ہی فرما کے زیادہ معزز و متکبر ہوں اور جھٹے ایسے فیض میں کو خدا کی طرف سے پہنچتے ہوں کہ ہم کو تم کو ان کی اصلاح میں نہ ہو۔ یعنی ہم تم زیادہ نوران فیوضات سے محروم رہیں۔ گویا ہی پاک دل لوگوں کے واسطے سے ہم کے تقرب پر ان کا دل و فیض دار ہو گئے ہیں صرف مستعد بہرہ یاب ہو جائیں ہیں تو درود و پورا آئینہ نمود سے باسیا اور معزز و عزیز و اشیا اور جینے کے قابل ہوں آتش شیشے سے۔

موضع ہو سکتا ہے کہ جیسے آفتاب کے مقابل کے وقت آتش شیشہ آئینہ قفس دار کے باطن میں آفتاب کی طرف سے ایک فیض میں طرا آتا ہے کہ بظاہر آ آہوا کچھ معلوم نہیں ہو تا اور پھر اس کے حاصل ہو جانے کے بعد وہ دونوں بھی بقدر طاقت اپنی فیض و صفائی میں مطلق نہیں رہیں رہا نہیں رکھتے بلکہ پھر اس چیز کو جہاں کے ساتھ آتی ہے اپنے صلاح اثر میں داخل کرنے کے واسطے تیار ہوتے ہیں۔

○ ایسے ہی کیا جب ہے کہ بعض ہی آدم کے دلوں پر جہاں کے دل جسمانی گناہوں اور انسانی گدگدوں سے پاک و صاف ہیں ایسی حرارت محبت خداوندی نازل ہوتی ہو کہ اور ان کی خبر بھی نہ ہو اور خود آتش شیشے کی مانند اس کو ہی جائیں اور نکل کر جائیں لیکن دوسروں کے دلوں میں پاک لگا کر اور ان کی ساری گدگدوں کو سوخت کر کے ایسا پاک و صاف کر دیں جیسا

لو ہے کہ جو کہ صاف و شفاف آئینہ بنایا جائے اور پھر اس نورانی سے بزم آئینہ کے خاص ہاں کے دلوں پر اترا ہے اور آخرتاً ہر معلوم نہیں ہوتا اور ان کا ظاہر مثل صاف و صاف ہے اور باطن مثل ہاں آئینہ کے جو نور آفتاب کے مقابل نہ ہو مگر اس آئینہ کے مقابل ہو جو آفتاب کے مقابل ہے بحال آب آہ آہ جگلا اٹھے۔ یعنی ان کا فیض میں لوگوں کو جہاں کی طرف سدق دل سے متوجہ ہوتے ہیں ظاہر و باطن میں ایسا اظہار کر دے کہ گویا کہ انہم و گناہ باقی نہ رکھے اور عوارض اعمال اور ہر گدگد اور عوارض سے ان کا دل و دہریوں کو ملی کا ستہ ہو جانے۔

پہلی خواہش اس وقت اپنے وقتوں سے اس کے ساتھ نہیں کہ خالصتہً حق میں رہ کر عزت کا ہے اور جہاں انسانوں میں فقط ایک ایسے ہی خاص طرح کے تعلق کو مستبصر نہیں جیسا گناہوں نے آتش شیشے وغیرہ کا آفتاب کے ساتھ مشابہ کیا ہے۔

گویا کو خافرق و حقوق کے درمیان اس قسم کے پریشیا تصدقات کے تعلق ایسے ہونے میں قابل درود اور قابل ذرا ہوا گیا۔ تو جو ہم بہت ہی حضور سے سے خود لگے کہ جہاں خصوصیات کو طے کر سکیں گے جہاں سے کسی ایک یا چند معین اشخاص کی طرفت پر جو کہیں اس تعلق کے دل کی درج ہوں کافی مستعد حال ہو سکتا ہو۔ لیکن

○ ہم اہم تک قرآن وسط صیرت میں پڑھے جوتے ہیں کہ مشاوری ہر کا وقت ہے آفتاب شیشہ نصف اشہار ہے۔ لیکن ہی ہنگو تیرے وقت کی

شامیں نہیں کہ ریت سندا کا پانی اہل تہ کے کاسے کاسے لگے طرف ازایا
 کی سینگڑوں ہزاروں چیزیں اس کے سامنے نہیں ہوتی ہیں۔ مستحق کہ بھنگ
 میں ایک شے ان میں سے ایک تک دکھائی دیتی ہے۔ اور ہر ایک میں درجہ
 کی کچھ نہ کچھ کمی بھی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ان ہی مختلف انواع و اشیاء
 کچھ بچی میں مادان ہی کاسے سیدھا بہن پاروں کے قریب ایک ٹھوس ٹیڈا ہے
 جس کے ایک اقدوس آتش شیشہ اور سو سے بھی گھولی سیاہ اور چارو ہے
 اور جب وہ اپنے شیشے کو سو دھ کے دیکھ کر کے چارو کاس کے مقابلہ پر آتا
 ہے تو اس وقت چارو میں آگ سلگ کر دھول اٹھنے لگتا ہے اور جب شیشے
 کو سو دھ کے پارو کو شیشے کے سامنے سے سرکارتی ہے تو وہ تاخیر
 آتشیں پاتی نہیں دیتی۔

۱۔ سادہ سادہ انگیزہ چاہو جب ہم ایک انتہا سے انتہا جاہل اور متصب
 آدمی سے کہتے ہیں تو وہ بغیر کسی استعجاب کے اس کو تسلیم کرنے لگتا ہے
 لیکن اور جو اس کے وہ بہت انھوس تاک بیباکی کے ساتھ سماں سمجھ
 کر کسوڑانے کو جان لگتا ہے جب ہم اس سے کہتے ہیں کہ ایک منگ
 اسے ایک دیکھا اور دیکھتا ہے جس جہاں ہی بہت سے ایسے مختلف المراسب
 مختلف طبائع اور مختلف الامور لوگ ہیں تھے جن کے چہرے مسجودوں
 کی مانند نہت و سیاہ دلوں پر آفتاب کائنات کی شعاعیں بھی اپنا گہرا اثر
 نہلاتی تھیں۔ جن کے سر پر لاری لگاتریوں کے نیچے ان کی اطمینان سزاہت
 لے اپنے کو پھانسی لگا تھا۔ اور جن کی جہالت سے آمیزہ مکتوں اور نیا نیا

چوستیوں سے دنیا کی عشاق مرثیہ کی اصل صورت ایسی بزرگانی تھی کہ پہلی
 نہ بنا سکتی تھی۔

۲۔ وہاں ہر ایک ایسا مفاہیش اور دھن خیر انسان ظاہر ہوا جس کے
 قلب میں لطیفی طور پر کائنات الہی سے استناد کر کے کی پوری استعداد
 و اہلیت کی گئی تھی۔ اور جس نے ہوش سمجھتا ہے ہی بغیر کسی ظاہری منظم کے
 تمام کرد و پیش کے خیالات سے عہدہ ہر کماہیں روش اختیار کی جو یہ کہے
 مسجود حقیقی تک پہنچانے والی تھی۔ اس پاکیزہ سرشت و انسان کو اپنے
 جہلی الخلق اور بکلیاؤں و ملکات کی بدلت ہر وہاں لاد سے اپنے ہاتھ لایا
 تھا اس بیخ و کلکات خالق سے ایک خاص اقسام خود کی اور دنیاہیت
 تمام ہو گئی اور جو کت و لھا کا پاک طوٹ بندہ تمام نال نعلت تکوین فرشتی
 کے ہوتے دل سے طلب صادق کے ساتھ لولائے ذوالجلال کی جناب
 میں حضور ہو کر پیشا تو معلوم کس خیر محسوس دانتے سے ایک ایسی گرم دہائی
 اس کے قلب کی ترقین اتھی کہ پھر خود ہی سامنے آیا اس کی ساری
 کہ دتوں اور کائنات کو جا کر گھٹنا بنا دیا۔

۳۔ کیا کوئی عقل و انصاف کا حامی ایسے دونوں دانتوں میں جرم لے ڈگر
 لگنے ماویت اور روحانیت کے فرق کے سوا کوئی فرق ہو گا ایسا جو کہتا ہے
 جس سے ایک واقعہ تو ہر دو اہم حق مخالف کے نزدیک قابل تسلیم ٹھہرا اور
 دوسرے کی حلال اور مانگن سمجھ کر نہیں آٹائی گئی۔

۴۔ شہ آتش شیشے اور آفتاب کی مثال ایک جہتانی مثال ہے جس

کو ہم کسی نہ مافیٰ مستند کے استعمال میں زیادہ مطلق پیش نہیں کر سکتے
لیکن آپ اعلیٰ میں رکھیں کہ نہ ہم نے اس کو اپنا مستند بنا یا چاہا اور
نیفا لقیقت ہم کو نہانے کی ضرورت ہے۔

ہم ادائیگی فرمیں ہیں جہاں چاہے کہ ہماری فرض اصلی اس موقع پر صرف اس
قدر ہے کہ آپ خزانے بزرگ کے اور اس کے بندوں کے درمیان ایک ایسے
مفسر میں مطلق کے ممکن ہونے سے انکار نہ فرمائیں جس کے ساتھ حضرت دین
المرتد کے بعض افادات خاصہ ثابت ہوں ہیں اگر آپ اس قسم کے مطلق
کو ناممکن اور محال سمجھیں گے تو درحقیقت وہی آپ ہوں گے اور استعمال
وہ ان سے کسی بات کا ثابت کرنا بھی بیشک مدعی ہونے کے آپ ہی کا منصب
ہوگا کیونکہ یہ جہتی مقدمہ ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود عدم کے ہونے پر کسی
کے مطلق نفاذ پر تو اس میں مدعی وجود کا ہونے والا نہیں رہتا ہے اور مطلق
اس کے اگر ٹھکر کسی چیز کے امکان واقف یا ہو سکتے ہوتے ہوئے اس میں ہے
تو اب مدعی وہ شخص ہے جو اس کو ناممکن اور مطلق سمجھے۔

اسرا متہد سے اگر میں ایسی کسی چیز تو شیخ کے یہ کہہ دیتا کہ بعض ہی
آدم اور ہوائے خود ہیں میں ایسے تعلقات ممکن ہیں جو اس کے اور
بینی کو اس میں بناتے ہاتھ ہوں تو جوہر سے کسی قسم کے مطاب و دلیل کا اشتقاق
دقتاً بلکہ کوئی تھا کہ میں اپنے ان عقولوں سے میرے تعلقات کو سوال
کہتے ہوں جو وہ طلب کہوں۔ لیکن میں نے مناظرہ کے پہلو سے دور گو کر
کے بعض تفریق بنائی انہم اور تمہیں خاطر اور دفعی اضطراب کے بیچ ایک

مفسرین و مشاہیر نظر میں اپنے مدعا کی تیرا پیش کردی تاکہ جو لوگ ادیان و
مفسرین کے دائرہ سے ایک قوم باہر نکالتے کے تو اگر نہیں ہیں وہ ہیں
ان غیر مفسرین تعلقات کی نوعیت سے علی الجہد واقفیت حاصل کر سکیں۔
تو ایک اتفاق اور بہت ہی فائدہ مند بات ہوئی کہ جسید محمد خاں افغان
کی ان چہائی تعلقات پر بحث کرتے تھے اور نظریوں اور مثالوں کے ذریعہ سے
ان کو دہشتیں کرتے ہاتھ تھے تو اس کے ضمن میں ہم کو چند ایسے اصول داتا
کے سراخ نکالنے کا بھی موقع مل گیا جس پر یہ تعلقات واقع میں متضرع ہوتے ہی
لیکن ہم نے یہ بات لیکر ان تعلقات خاصہ کی جاساں قریب و مناسبت پر چہرہ
کسی انسان کو نہ اتنا ہی سے اچھی وہی اطلاع میں کاٹل ہو مطلق مجھ سے سخت
ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اور اس لئے ہم ہیں کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص
ان اعلیٰ اصناف کے ساتھ مصروف و متعلق کا سامنی اور کیندہ حقوق و ذوات سے
متعلق ہوگا اس کو یہ پیش نہیں کر سکتے کہ قریب و مناسبت کے خدائے عزوجل کی کیا بات
سے انسانی طور پر اس قسم کے اتفاقات مندرجہ ہوتے ہوں جو اس کے اور سے
نہی نوع کو نہ ہوں۔ خدا کے اقدس نے اپنے کلمات کا اس کا آئینہ بنا لیا ہو
اور اس بلکہ مرآتیت کی وجہ سے اس کے دل میں خدائے تعالیٰ کے خدایہ تعلقات
اور تعلق باقی ظہر میں نکلیں ہو رہتے ہیں۔

اگر فرض کرنا کہ ہم کو یہ دیا کسی مستحق نہیں ہے ایسے ایک یا ہزار آدمیوں
کے وجود کا چاہے ایک گناہ میں یہ صفات اعلیٰ اور اعلیٰ حیثیت کے اندر لے
جائیں تو یہی ہی لوگ ہماری ان ہزار مخلوق کے درد کا نشان بن سکیں گے

ہی کے مرض کا مصلحہ ذکر ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور جبکہ نسبت ہوتے
 کہا تھا کہ وہ جب تک نہ فراموش نہ ہوتے کہ وہ سے اپنے نیک و صالحہ خاندان و مضر
 میں ہی طرح سے تشریح نہیں کر سکتے ہیں طرح ایک بیماری کو ہی بتا کر کہ وہ
 سے عذر عذر کی تہوں کو برا سمجھنے لگتا ہے جو اس کو طبیعتاً خوب ہی اور ذہل
 کی گونہ عیاشی کی نوع میں اپنے جان کے تماشے اور کھیل کی توجہ پر ہے
 اختیار ذہل ہو جاتا ہے۔ مادہ کو وہ حالت صحت میں اس حرکت کو ہرگز مریض
 نہیں دیکھتا تھا۔

۱۰۔ اس خدائے بنیاد کا بہت بڑا سامان ہے کہ میں نے میں شعر کے
 ثابت کرنے کے واسطے چنانہ شروع کیا تھا یہاں پہنچ کر میں نے اس کو پایا اور
 حضرت مولانا صاحب رحمہ اللہ علیہ کی تقریر کے آقا نے اس پر ایک صاحب ذہل
 تالیف فرمادہ ہوئے۔

۱۱۔ افعال انسانی میں نیک و بد کی تقسیم پر وہ بشر کو نواہہ کوئی طرحی کوئی ہو
 اور ہی ماننا ضروری ہے۔

۱۲۔ عقل علیہ میں کام کو چھایا جاتا ہے اور وہی ہوتا ہے اور شرفیت
 کے احکام میں عقل علیہ کے مطابق ہوتے ہیں۔

۱۳۔ عقل اور قوت علیہ میں اور اور خاص ہے کہ میں سے ہر ایک کا اثر
 اور نہ تک پہنچتا ہے اور حرکت کا شائبہ اور انسانی ذہن کا کسی شخص سے
 سرزد ہوتا اس کی دلیل ہے کہ اس کی قوت علیہ عقل، مریض یا کمزور ہے۔
 ۱۴۔ عقل تقسیم مریض، جس سے کوئی نیک و مضر نہ تھے اس پر اعلیٰ تان

نہیں ہو سکتا اس بارہ میں عقل علیہ ہوگا ہے۔

۱۵۔ ہر ایک چیز کے من و مخرج سے کہ اتنا خفا تھا ہی واقف ہو سکتا ہے۔
 یہ وہ شخص جس کو خفا تھا ہی اپنے فضل و عنایت سے جس کو تک واقف
 کر دے۔

۱۶۔ خفا تھا ہی کے فیوض و معانیات ناسخ سے ہر ایک انسان جہد اپنے
 قریب و بنا نسبت کے مستفید ہوتا ہے۔

۱۷۔ اس بقدر کوئی عقل لطیف میں انسانی الاشیوں اور آدمی کا عقول سے
 پاک و صاف ہو کر عمل سے اعلیٰ عقول کے ساتھ مزین ہو گیا ہی خفا تھا ہی کو
 خواہ وہ عمل سے قریب و تعلق حاصل ہو گا اور ایسی ہی عقول کو ہم عقول علیہ
 کے نام سے یاد کر کے کے مستحق ہوں گے۔

۱۸۔ صاف و صریح مگر مبہم باتوں تالیف کے کہہ لینے کے بعد صرف یہ
 ہی نفع نہیں ہوگا ہم اپنے ایک خاص مقصد میں جہد ضرورت کا ایسا ہو گئے
 بلکہ امام خدائی رحمت اللہ علیہ کی تقریر پر جو کہ کتب میں ہیں پہلے کی کہیں نہیں
 میں سے اکثر کا جواب بھی تھا اسی بیان سے نکل آیا چنانچہ میں ناظرین کو
 امام خدائی کی تقریر اور اس کے حقیقی شہادت یاد ہو گئے وہ خود ہمارے ہی
 تقریر پر مگر نظر ذہل کا امید ہے کہ ہر ایک شہد کا جواب حقیقت کو میں کے
 ۱۹۔ البتہ سر شہد کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہمارے عقول میں نہیں
 تک نہیں آتا کہ جب عقول ان لوگوں کی عقولیں ہر ایک سے مریض رہتے کہ وہ سے
 لگتا تھا اور نیک و بد میں تقسیم نہیں کر سکتیں اور نہ ہر ایک پہلے ہر سے کے

پہاڑے کے واسطے کافی ہے تو بلکہ خدا تعالیٰ کی جانب سے احکام شرعیہ کا تکلف بنانا کیونکر صحیح ہوا حالانکہ انسان اپنے ذہنی عمل ہونے ہی کی وجہ سے تمام عبادات کے پر خلاف شریعت کا مطالب قلم و لہجہ کیا ہے۔

اس کا جواب فقہاء اہل سنت اتنا ہی ہے کہ شریعت نے جن چیزوں کے بچنے و کرنے کی میں تکلف تکلیف دہی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی ہمارے احاطہ قدرت سے خارج نہیں ہے اور ہمارے ذہنی عمل ہونے اور اپنا پٹا بنانا جس سے متعلقہ ہے کہ اپنے کافی ہے کہ ہم خود کی عبادت اور عمل کی رسالت پر مطلق ہو کر اپنے جملہ اوقات اور حرکات و سکنات کی باگ و بنوں کے ہاتھ میں رہیں اور اس جہاں میں ہمیں وہ دنوں کی سزاقت کا ہم کو پیش ہو چکا ہے وہ جو شہ ہمارے کامل غیر خواہ اور کامل حکمت والے ہیں۔ اولاً کی ہر ایک چھوٹی سی چھوٹی تعلیم پر کار بند ہونا ہمارے سلفے عقائد و سوز مذہبی سے خالی نہیں ہے۔

اگرچہ ہر ایک احکام کی زبان میں سے معنی کی تفسیر کستری اور صحاح پر مطلق نہ ہونے ہوں۔ اور بالکل ایسا ہی ہے کہ ایک ایسا ہی کفریب کسی دعا یا قضا کے متعلق مفید یا مضر ہونے کا ثبوت دیتا ہے کہ ہم خواہ اس چیز کے خواہ و کیفیات بلکہ نام سے ہی صحیح اور پر آشناد ہوں اور خواہ جس کے استعمال کو نہ حکم دیا جائے اس سے نفرت اور میں سے وہ منع کرتا ہے اس کی طرف رجحان ہی تو کفر و شرک کی قبح کاری اور بھی خواہی پر امتداد کر کے جس کو ہم نے معنی ایک کر رہا اور نہیں گمان کے ساتھ تسلیم کر لیا ہے۔ ہم اس دعا یا قضا

کے استعمال کی نسبت اپنا سابق رویہ بدل لیتے ہیں اور اس قبولی کے وقت بجا رہی عقل کی ایک بھی نہیں بھٹکتے بلکہ یوں تا دلی کہ کے قائل کر لیتے ہیں کہ عقول کی چیز ہی ہماری حقیقت ہے عقل کی ہی چیز ہی ہے تو اس حیثیت سے گویا ہم نے عقل کے اشارہ کے بغیر کوئی چیز نہیں کی۔

یہ ہی حال ہمیں مذہب و شریعت کا ہے۔ لیکن ہم کو تعویب کے ساتھ افسوس ہوتا ہے کہ سر سید نے ایک ناول منقول سے اور غریب گل اول لفظ میں لوگوں کے دلوں سے ہمارے اس صحیح خیال کو نشانہ لاکر ہم کو سسٹیکر دینا چاہا ہے جس پر جگہ وہ دیکھتے ہیں کہ۔

ہمارے اعمال انہایت بجا ہوا ہے کہ ان میں صرف بربط عقل کے ہوا ہے کہ تکلف ہوا ہے جس میں باہت پروردہ تکلف ہو گا ضرور ہے کہ غیر انسانی سے خارج نہ ہو اور عقلوں کا وہ جو غیر قدرت کے لازم آتا ہے جو عقل و منطق ہے یہی ہے ان عقول کے پکڑنے اور چھوڑنے پر انسان تکلف ہے وہ ضرور عقل انسانی سے خارج نہیں ہے

انہی عقول و عقلوں پروردہ ہوں کہ انہیں منکر

میرا یہ سوال ضروری ہے کہ جس عقل کو وہ تکلیف شرعی کے واسطے علت قرار دیتے ہیں اس سے کیا مراد ہے۔ آیا ان عقول کو لو کہ انسان میں موجود ہے تا یا اس سے مراد ہے کہ عقل کی تصدیق یا نشا۔ اگر پہلی صورت اختیار کی جائے تو بعض احکام یا عقول کے لوازم عقل پر مطلق نہ ہونے سے علت و معلول

ہیں جو ان کی طرح اور کم از کم ان کی اور گونا گونا گویا صورتوں سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ ان کو لیا جے تو ان کی تعلیم نہیں کرتا بلکہ جو حالت تعلیم کی سرپرستی کے قرار دی جے وہ صحیح جے اور آپ صحت کریں گے جب یہ نہیں کے کہ ان میں اس شخص کو تسلیم نہیں کرتا خود سرپرستی میں اس کے اعتراض کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ کے بارے میں یہ دیکھتے ہیں۔

اساں وہاں سے جو ظاہر بالکل سیدھا اور صاف جے اور اس کے اور بھی اس میں کچھ نہیں جے اس بات ثابت ہوتی جے کہ ان شخص کی نفس کوئی چیز نہیں جے اور وہ کسی مذہب کا اصل اصول قرار پانے کے لائق جے اور وہ ان صفات و بہتیاں ہونے کے مستحق جے۔ ہاں بلاشبہ جے اصول پر انسان کی طبیعت کریمہ پانے جے یا جے خیرات سے اس کی طبیعت کوڑھو جاوے اور طبیعت کھائی کے مطابق حالت پیدا کر لے تب وہ حالت طبیعت میں ان شخص انسان کا رہتا ہوا جے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

ان سے پچھنے کہ قانون حق سے پر خود اور فکر کرنے سے صحیح اخلاق جو انسان کی طبیعت کو ایسی حالت پر کر دیں جو کسی صورت سے وہ اپنے کو رکھتے ہیں بلکہ جب کہ انسان کی معلومات کو ایک کافی ترقی اور ذہن خود سے پر اور ان حالت ترقی کے لیے جہاں کے ان سے انسان میں رکھے ہیں ایک مستند آگاہی

حاصل ہو گا ہم انسان ان وقت تک نہیں پہنچ سکتے اور جو پہنچ سکتے ہیں وہ محدود ہے۔ چنانچہ کے ماضی میں جو کتنے اور وہی ظاہر میں بلکہ پتوں اور شہزادوں اور سرداروں میں جیسا اس لئے تاکہ اس کی وطن کی حکومت پر کھڑے جے خود ہوا جے کو وقتاً فوقتاً ملک اور مذاک حالت کے لحاظ سے ایسے ہی پیدا کئے جائیں جس وقت اور اور ایسا ہوا اور یا قیادانی طریقہ کے ان جے اخلاق کے لیے کا قانون ہو۔

یہاں تک

ان وقت کی مہارتوں سے اور ان کے اور میں تصویریات سے میں جے ثابت ہو گیا کہ جہاں حکام شرعی کے لہذا حالت کو مہربان کو مطلق عقل انسان سے خارج نہیں جے۔ لیکن عقل مطلق کو جے غیب میں نہیں کہ ہر ایک حکم کی حقیقت اور کرنے کے سہ لینے کا وہ دعویٰ کر لیتے۔ تو سرپرستی کے اصول کے موافق سوال یہ جے کہ اسے ان محدود سے چند انسانوں کے جو مطلق حقیقت سے خیر و ہر جہاں سرپرستی پر عمل کر کے ہاں لوگوں کو جو ایسے نہیں ہیں ملک بنانا کیوں کر صحیح ہوا تاکہ میں باتوں کے کرنے یا چھوڑنے پر ان کو پرانگیختہ کیا جاتا جے وہ ان کی عقل شخص سے چھینا جاتا جے۔

پہلا اس کے ہوا کوئی پکار نہیں جے تاکہ ہم کہ انسان ہوا ہوسے اور یہاں عقل اور ان کے اور ہاں عقل سیدہ کوئی کے کہہ کہ اس حالت میں پیچھے ڈال کر چلے ہیں اظہار عدل ہو کر اپنے لئے کم از کم اس طرح صورت دانی اور طاقت اور ان سے ثابت دالے اور تصور کریں جیسا کہ ایک ہاں ہوا جو مطلق عقلی

اہل سنت والجماعت ان کے ساتھ متفق ہیں۔

اختلافی مسائل میں عدم تشدد

اہل حق و برحق کی کہ سمجھ اور عقلی حقیقت کے جذبہ مبارک میں کوئی سہولت یا
 دوسرے پر مسائل اور اجتہاد میں اختلاف رکھنے کی وجہ سے اجابت یا عملی حقیقت
 نہیں کرتا تھا اور عقلی یا اجتہاد پر تو کہا گیا کہ طوط سے دوسرے کی تاہم میں نہ
 ہوتی تھی بلکہ ایسے اختلافات کو تو سرسبز راست جان کر ایک دوسرے کے ساتھ
 نہایت راہداری کا پیرا ڈال گئے تھے طوطا جات کی گزروں میں بڑا ایسا صورتہ
 کے ہیں میں راہ مسلوٰۃ کا مظاہر غالب ہو اتنا عقلی کی شافی کے پیچھے اور عقلی
 کی عقلی کے پیچھے جان ڈگھی گئی ہے اور معنی جسٹس ساکن ہیں جہاں فقہائے سنی
 کو شریعت اجابت اور تیسیر کی ضرورت سمجھی ہوئی ہے دوسرے ان کی آواز کو
 معمول بنا رہا گیا ہے۔ کیونکہ کس خاص اہم کی عقیدے کے لازمی معنی اگرچہ اس
 اہم کے مذہب کو صواب اور ذریعہ انجام ہے لیکن پھر بھی امکان خطا کا اعتراف
 اور دوسرے اہم کے اجتہاد کے متعلق احتمال ثواب کی تصریح موجود ہے۔ اگر
 خاص خاص شرعی مصالح میں کارواں فقہا رکھتے ہیں۔ اس طرف دلائل ہوں کہ
 بعض مسائل میں دوسرے اہم کے مذاہب پر مشرفی و دلالت ہے تو آخر پھر اس
 احتمال خطا و ثواب سے گزرنا چاہئے کہ اور کون سا موقر ہے۔

مذاہب اربعہ حق ہیں

اس لئے کہ رب مصلوٰۃ رکھتا ہے کہ باوجودیکہ حق مذاہب کے اقتدار

تھے ہر ایک مذاہب میں کوئی ایک ہی اجتہاد مصیبت ہوتا ہے لیکن خلاف سب حق
 پر اپنی عقلی حق تعالیٰ شاہد دوست دی ہے کہ یہ اجتہاد اپنے اجتہاد کے اور عقل
 کے اگرچہ اس کا اجتہاد و وجود پر عقلی کو عقلی کے عقیدے نشا پر نہ بیٹھا ہو۔
 عقیدوں میں گہر کہ عقلی امور میں ایک میں ممکن لازم ہے اور اس کا استقبال
 شریعت نے نماز میں عقوبت قرار دیا ہے ذرا وجہ خطا و اجتہاد المذہب لیکن یہ
 وقت سمت کہ عقیدے صواب ہو تو بعد عقوبت کے جس سمت عقیدے ہو اس کا استقبال
 قبول مسلوٰۃ کے لئے کافی گھا گیا ہے اور اس وجہ کہ ہندی آخری میں طرف ہونے
 نہیں کہ نفس امور میں خد کہہ میں اس طرف متکل ہوا ہے کہیں نہ خدا کی رحمت
 اور صفا ہے کہ اگرچہ واقع میں مستقبل اجتہاد ہی عقلی ہے جس کا تاریخ عقید
 کبر کی طرف ہو مسلوٰۃ ہم دوسری طرف متا کرنے دونوں کو ہی تو سنا اور صفا
 مستقبل کبر تسلیم کر لیا گیا ہے تو باعتبار کبر نفس امور اور عقلی ہونے کے تو
 فقط ایک ہی شخص مصیبت ہے اور سب عقلی لیکن باعتبار قبول مسلوٰۃ اور

امثال امرائی کے سب مصیبت ہیں۔ یعنی مصیبت ہے اور عقلی امرائی کا علوم
 باجماع و تہتم اجتہاد حق کا اگر وہ صحیح طور پر ثابت ہو جائے اور نیز حضرت
 اہل سنت و جماعت ہی رائے عقیدے کے اس مہارت کا جو عقیدے اور نشا حضرت ۳۲
 میں ہے۔

لیکن ہر چند کہ اختلافات میں حق واحد ہوتا ہے مثل عقل میں سب
 حق ہوتے ہیں اور یہی عقل ہے حضرت امام ابو حنیفہ کے اس اشارے کی اجتہاد
 مصیبت واقع خداوند واحد اور امام ابو حنیفہ کے اس کام کا۔ لیکن اجتہاد مصیبت

کے لیے وہ بذات خود غیر کسی قسم کی نہیں اور مال مباحہ کے وہ وہاں کے نسیب
جنگہ کر چکا ہوا ہے۔

اب اس سدا ہی جو بیزار و داوروش میں لگ کر کھجاریوں کی شتا اس کے
اتاق سے مندر ہے تو وہ اس کی اوس کی کامیالی کا باعث ہوگی اور جوں جوں کہ
یہ سلسلہ ترقی کرتا چلے گا اس قدر اس کی خورج اور تقویات کو چار چاند لگتے
جائیں گے۔ امتیاز ہے کہ وہ کچھ زمانہ کے بعد ظہر کے ماسر کے اس دور میں پہنچ
جائے گا کہ وہ بیزاروں کو اس کے یہاں پہنچنے کے لئے استدلال اور جزو ٹھکانا شروع
باقی ذرا رہیگی اور عوام کے مہربان میں شتا و وصیت تو اس کے ماحولہ اند
کو ششوں کی طرف اور وصیت و پاکت غالی بہتہ و اتفاق یا مشیہہ اچھوی
کی طرف مشوب ہونے لگے گی۔ بلکہ اس سے میں بڑھ کر کہ وہ دوسرے سے
طبیوں کی مقبولیت کو سید ہی اب اس کی تسلیم و تصدیق قرار پائیں گے۔

بیزارا ہی پر اطمینان حاصل انبیا و علیہم السلام کے عادات
کو تیس اس گرد جب وہ عالم کی ہدایت و اصلاح کے لئے مبعوث ہوتے ہیں
تو سب سے اول وہ اپنے من اللہ و بیہ و نداد ہونے کا شہادہت زور
شہادہت حقوی کے ساتھ کوئی کرتے ہیں۔ اور انہی دعوت و تبلیغ کا غنڈہ
اعلیٰ و عیالی اور خوش و ناخوش سے شروع کر کے مشاوق و مشاوب ہی مثال
دیتے ہیں۔ میں کو اس کچھ لوگ قرآن کے ساتھ پائیں سالہ ذمہ دارانیت
پاک و صاف اشخاص۔ و پانست و استہادی اعراض من اللہ والیہ اشرف
مسب و سب اور دشمن لواری یا اوستہ و نجات و غیرہ اور کسی دوسرے اور

بہت سے مصلح اور استمان و تفتیش ہی لطیفہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے
میں۔ اور بہت سے اور خوش قسمت میں کہ خود انبیا علیہم السلام و ماسر ام انہی
قوت قلب اور بہت باطن کے زور سے انہی نشان کاوش طون جب کہ کہتے
ہیں اور اس نشان میں جب یہ لوگ و مالی اعراض سے یکایک شفا یاب چھ
گتے ہیں اور ان کے دلوں کی تاریکی دور ہو کر جہاں خداوندی کا عکس ان میں
پہلے لگتا ہے تو وہ اپنے دلوں کی نسبت فوراً چلا آتے ہیں کہ :-

ما هذا بظلمنا انما هذا اننا كنا منكم

اس وقت ان مریضوں کو بیہ چلک و کچھ کر اور ان کے عادات سابقہ میں ایسا
انتخاب مقرر ہو کر اور ان کے دل بھی خزانے لگتے ہیں اور ان کو ان کی صحت کی
بھالی پر شک کرنے لگتا ہے کہ جو کہ خلق خدا نوری و نورج اور جوق و جوق ہو کر
اس پاک بندے کے گرد جمع ہو جاتی ہے اور اپنے اپنے اعراض کا علاج
کی طرف کرتی ہے۔ اور جیسے جیسے کہ یہ سلسلہ وسیع ہوتا جاتا ہے ان عوام کی
آنکھیں کھلتی جاتی ہیں اور ناقول کو صحت حاصل کرنے کا موقع اختیار ہوتا
ہے اس کے بعد اس کے طبیب ملاقا دیا نہیں مرسل، کچھ کے واسطے کہ کسی
استدلال کی ضرورت۔ حتیٰ ہے اور اس میں بہت زیادہ کو تفتیش اور خود غرض
کو کام نہانے کی۔

○ اعراض میں وقت طبیب ملاقا فی، کی نشا نشا کے لئے انہی کو
اپنے ماسر پر کچھ نہ ڈالنے کی خواہش تھی اس وقت تو چند قدرتی اسباب کی
بنا پر نشا نشا بیزاروں کے ہی حاصل ہوگی اور سب کسان کے عداقت

کے نتائج حاصل ہو کر یا آنکھوں کے سامنے نمودار ہو گئے ہیں تو اس جہت سے
 میں کہہ دو کہ وہی کی مصلحتاً حاجت ہے ہی باقی نہیں رہی پر شخص ان قسموں سے متاثر
 نتائج کو دیکھ کر اسی طرح اس کے لطیف مذاق ہی ہونے کا یقینی کر سکتا
 ہے بیجا کہ کسی گھر کے صحن میں دھوپ نکل ہوئی دیکھ کر آسمان پر آداب
 کے نکلنے کا۔

اور اس دہریہ کیجا اعلیٰ الہدییات کے بچنے کے واسطے انسان میں
 فراس عقل میں غلو وہ کتنی ہی علیل کیوں نہ ہو کائنات کوئی ہے بشرطیکہ وہ
 اس سے کام لینے کی کوشش کرے اور حق کے دیکھنے سے جواس کو چھینا چھینا
 ہے بالکل آنکھیں بند کر کے اور جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں درباب عقل
 شہر سے یہ مطلب ہمارا ہرگز نہیں ہے کہ ان میں کسی ذی اللہ وشن سنی
 روشن بات کے بچنے کی بھی کماہریت باقی نہ ہی ہو اور صورتوں کی ادراک
 کی استعداد میں ان سے سلب کر لی گئی ہو۔

تم خود نہیں کہو کہ کسی تجربہ کار لطیب کے ہاتھ پر پ کہنے کے باوجود
 ہمارے ہی رجوع نہ گائی سے ایسے ہو چکے ہوں، اشتیاق ہو جائیں تو گھر گھر میں
 اس کا پرچا چاہیل جاتا ہے اور صدائے شہروں کے پائوس اصطلاح بیجا اس کی
 طرف رجوع کرنے لگتے ہیں اب اگر فرض کر دو کہ ایک لطیب کے دستِ شفا
 سے کوئی بستی کی سنی بانک کا ملک تب کہتے سے صحت یاب ہو جائے تو
 اس کی طرف لوگوں کی تو ہر کیا کسی ضلعی استوائ کے صحت رہے گی۔
 ○ شفقِ مشرقی اظہارِ مافیٰ جناب درسا کتاب عملیہ اندر علیہ، جیسا کہ ہم نے

اپنے رسالہ نظام میں نہایت مفصل بیان کیا ہے اور یہاں پر مصلحتاً ہم اپنے
 زمانے کے ایک اصطلاحی اور دشمن خیالی مخالف کے الفاظ میں لکھتے ہیں ایک
 ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جیکر دنیا ایک عجیب و غریب حالت میں
 تھی اور آپ ایسے ملک میں دیوث ہوئے جہاں اخلاقی تعلیم کا کچھ رمان نہ تھا
 اور ایسی توہم کی اصلاح آپ کے ذہن کی گئی جو سوائے وہم اور ناسمجھیوں اور
 باطل خیالات اور غلط فہمیاں اور سخیانہ اعمال اور بااخلاقی اور نفاق اور جنگ
 جونی کے کسی قسم کی اخلاقی ترقی نہ رکھتے تھے مگر آپ کے اہامی بیان اور عقلی
 قوت نے ان پر ایسی لطیب و لطیب تاثیر کی کہ اس سے ان کی تمام نگاہیں باطنی
 حالتیں بدل گئیں، بسوں کے بچے ہوئے، عواکِ روا پر عمل نکلے اور دلوں کے
 سوتے ہوئے خلعت کی زینت سے چمک پڑے جو شرمک تھے وہ موجود ہو گئے جو
 کاتھانہ لائے ہوئے پرست تھے وہ بت شکن بن گئے جو گرو تھے وہ عوامی
 راہو کھانے لگے، جہاں نہ صحت اور شہادہ صحت کا اس میں نام دریا۔
 غافلانہ جھگڑے اور کشتی صافوں میں باقی رہیں، واضح غلو و غلو سے غافل ہو
 گئے اور ان کے دل سب تو گن، علم برداری، زہد پروردگاری اور شیخ اخلاقی
 منات سے بھر گئے، آپ کی تعلیم و ہدایت نے ایک ایسا گرو خواہرست
 پاک طبیعت ماسٹرز نیک دل لوگوں کا قائم کر دیا، جن کی کوششوں سے
 شرمک و بت پرستی کی کلاں جو تمام جہر سے لائے صحت میں کوئی تھی بند ہو
 گئی اور اس کے بدلے ایک بیچون و بچکوں سے شہ دیے جنوں ضحاک ستادی
 چمکی، جنوں نے عزم کرا ستایا۔ بہت قانون کا نشانہ صحت کی آشکار سے

۱۔ یہ رسالہ آپ کے رسالہ صحت و سیر کی ایک جگہ سے طلب فرما سکتے ہیں۔

باد جو کہ وہ بھی جانتی ہے کہ وہ ہونگے جو کچھ اس کو مٹا کر گئی ہے وہ اس میں اپنے سو دھرتے سے کسی تو اور نہیں کر سکتے اور اس سے عاجز ہے کہ کسی دوسری قوت کی سرزد میں قدم نہ رکھتے مثلاً قوت مافطیہ یا معنویہ کا کام اس سے نکل سکے یا قوت محدود کے قائم مقام بن سکے یا حواس خمسہ میں علم، شہم، سمیع، بصر میں سے وہ کسی ایک کے فوٹوں کو انجام دے سکے۔

○ یہ سب کی بات نہ ہو، کیسے اور کیا ہے کہ اس کے فوٹوں میں سب کا عمل ہے۔ گویا اس پر کسی سے کسی قدر صحت انگیز بات ہے کہ عقل انسانی اپنے پورے دائرہ کی معرفت کے بارے میں اس قدر نہیں کی تعلیمی آزادی ہوتی ہے اور اس کا پردہ گہرا خود ہو گیا، چنانچہ کتاب میں اور اپنے دماغ کے ذریعے اس کی نسبت بیان ہوتا ہے اس کی تعلیم سے جا بڑھ کر ترقی ہے۔

عالم میں جو عقلیاتی مختلف طرح کی پھیلی ہوئی ہیں عقل کی یہ عقلیاتی سب میں عجیب ہے اور قاضی ہے کہ سماج کے ان حدود و لوگوں کے ہیں کہ بھیرت کی آنکھیں نہ تو اتنی سلے روشن کر دی ہیں جو صاحب فکر اس عام فطرت کو ہی میں جگتا ہے۔ اس کے باب بھیرت خوب ہاں تھے ہی کہ حدود و لوگوں کے ہر چیز کی ایک خاص فطرت بنائی اور اس خاص فطرت کے اقتدار سے اس نے کی عقل و حرکت کی سرحدیں کر دی ہے، مثلاً قوت مافطیہ یا انور کی فطرت مسرت یا آوازوں کے درمیان سے تھوڑے نہیں کر سکتی اور عقل انسانی فطرت ہی جلتی ہے اس کی فطرت اور آوازوں کی شناخت، حروف کے قلیق و ربیع۔ اختلاف کے قیادت اور اس کے تقسیم ہونے سے مادہ کی خاصیت ہے۔ چنانچہ عقل

انسانی قوت مافطیہ کے ذریعہ سے چرندوں کے پیچھے۔ ہواؤں کی سائیں سائیں کھانوں کی چوں چوں۔ پانی کی خرخر۔ انسان کی چیخ و پکار اور دھرتے ہاتھوں کی ہلچول میں تفریح کرتی ہے اور عقل انسانی میں بہانے خود یہ قوت کہاں کہ مزید فوٹوں سے کہ بہت چیزوں کے ذریعے انسانی حالت کو کاہل کر کے۔ اسی طرح قوت مافطیہ یا انور کو خیال کو گویا اس کو اشارہ عقل معنی بصرات اور کھانے دینے کے قابل چیزوں تک محدود ہے یعنی عقل کو اس کی عداد کے غیر سبزی کو زندگی سے اور زندگی کو سبزی سے اور سبزی کو سیاہی سے اور اسی طرح ہوا کی رنگ کو اور دھرتے رنگ سے جدا کرنا مادہ ممکن نہیں ہے۔ اور میں حال ان دونوں کے مابین اور سبزی میں تمام قوتوں کا ہے جو حواس کے نام سے مشہور ہیں۔ اور نیز قوت خیالیہ کا جس کو اپنی کار کواری میں خاص قسم کی احتیاج ہے۔ کیوں کہ خیالی فطرت میں چیزوں کے ساتھ ہی متعلق ہو سکتا ہے جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں عقل انسانی اس قوت مافطیہ اگر خیالی کی حاصل کی ہوئی آشیاء کو دیکھنے کے تو خیالی کے خزانہ میں کچھ میں باقی رہے اس حیثیت سے ہے جیسا کہ وہ حواس خمسہ کا محتاج ہے۔ ایسے ہی قوت مافطیہ ہے جسے بلے نیاز نہیں۔ چہ قوت مافطیہ کو بہت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں اس کے اور خیالی کے درمیان حاصل ہو کر قوت مافطیہ کی صنعت اور اس سے اور کثیر کے قوت ہونے کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس لیے ایک قوت فکر کی ماہیت ہوتی۔ قوت مافطیہ کو گویا اس کو وہ آئیں یا دولا دیا کرتے ہیں سے ذہنوں پر لگے ہو۔

اس سب کے بعد قوت منکرہ خیال کی طرف متوجہ ہوتی ہے تاکہ قوت
 مصدورہ کے توسط سے خیال کے ماحول کو رد کر دے اور اس طور پر ترکیب دے کہ
 اس سے کسی دشمنی کے متعلق ایسی دلیل پیدا ہو جاوے جس کی انتہاں صورتاً
 اور درجیات نہ ہوں اور جو کوئی کی جیلہ میں ہرگز نہیں اس طرح سے سب منکر
 واصل کو ایک اچھی طرح صورت پر قائم کر دیتا ہے تو سب عقل انسانی اس
 بنا بنائی ہے کہ لوگ کوئی چیز کو اس پر منطبق کر دیتی ہے۔

لیکن وہ اس سے یہاں تک پہنچنے میں تین توتوں کو کچھ بھی دشمن رہا ان میں
 سے کوئی ایسی نہیں جس کے کام میں ہیبت سے ہوا اور ہیبت قسم کی تعلیموں
 کہ سزاخ نہ ہوا وہ جس کیلئے کسی ایسے میل کی ضرورت نہ پڑے جس کی کوئی سزا
 اور ضرر کو پوست سے ہوا کرے۔

پس تم خود کو کہ عقل فی ذاتہ کس قدر جاہل کیوں ہے اس اور دوسری توتوں
 کی کتنی ناخوشی ہے اور ان توتوں میں سے ہر ایک کو جو غلط فہمی آسکتے ہیں اور
 یہاں تک کہ اس کے دائرہ عمل کی تحدید کی گئی وہ بھی سب پر مدعاں ہو چکی
 لیکن اس پر گہب اس کو کوئی بات اس خود مدعاں اور پر خطر طریق سے جہت ہی
 ضرر کریں گے کہ حاصل ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسری جانیہ خود
 خداوند ب العزۃ کوئی طریق ہے تو یہ کہہ کر وہ خراکی بتائی ہوئی بات کو
 نادر حق ہے کہ میرا خود منکرہ اس کو رد کر چکا ہے۔

اللہ اکبر یہ عقل خدا تعالیٰ کے مرتبہ سے کس قدر جاہل ہے کہ اس نے اپنے
 فکر ناقص کی تشکیل میں خدا تعالیٰ پر حرج کرنے کو سامان سمجھا۔ مالا حکم میں

بھر چکے ہو کہ عقل کے پاس بھانے خود کسی طرح کا اور کسی نے کا بھی علم موجود
 نہیں اس کا کام مفسخ ہوا اس قسم۔ قوت خیالیہ۔ قوت مصدورہ اور عقل بذاتہ اس
 دوسری قوتوں کی مٹانے ہوئے علوم کو قبول کرنا ہے تو اس حالت میں
 اس کے لیے نہایت ہی مناسب تھا کہ وہ بھانے قوت منکرہ و حین واپنے
 خرابی کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور ان کے عطا یا قبول کرنے کے
 اپنے آقا رب العزۃ کے رد ہوا واقعہ پیدا تے اور اس کی عیب شہوں کو ملے
 کو سراور انھوں پر رکھتے۔

اور سب کا اسے معلوم ہے کہ اس کا منکرہ خیال کا منکرہ ہے اور خیال
 ہوا اس قسم کا اور اس کے ساتھ ہی اس کو ان امور کے لیے قوت مانتظار اور
 فکر کی بھی حاجت ہے اور یہ بھی علم ہے کہ یہ تمام قوی اپنی اپنی سرسوز فطرۃ
 اور دائرہ عمل سے باہر ایک جسم نہیں رکھ سکتے مثلاً خوبصورت بد صورت
 کے اور آگ میں کانوں سے کام نہیں چل سکتا اور آوازوں کے نیچے چلنے
 کو آنکھیں نہیں سمجھ سکتیں خوشبو اور بو کا امتیاز زبان کے حدود عمل سے
 خارج ہے اور تلخ و شیرین کی تفریق سے تک کو کوئی سروکار نہیں اور عمل ہذا
 انہی اس خود عقل کو اپنی ذلت کے اعتبار سے ان چند ضروریات کی سماجی
 کا علم فطرۃ ہوتا ہے اور کوئی چیز معلوم نہیں، تو سب تمام توتوں کے اس طرح
 کی تنگ میدانانی اور جہاد کی کہ باوجود میں کیا وہ ہے کہ جہادی عقل اس
 شخص کے قول کو قبول نہیں کرتی جو انسان میں قوت منکرہ کے سوا ایک اور
 ایسی قوت کا حامل ہے جس کا کام قوت منکرہ کے احکام سے بالاتر ہوں اور

ہیں کہ ان طریقوں کے استعمال کرنے سے جہاں لوگ کے تجربہ کاروں نے کئے ہیں وہ بہت اہم قابل ملاحظہ انبیاء اور اولیاء کا نہیں اپنے اندر پائے ہیں اور کل کتب سماویہ جس کے وجود کی خبر دینے میں باوجود اہل ناقص ہیں۔
 ○ اس لئے تم کو چاہیے کہ اخبار الیہ کے سلسلے میں اپنے عقول و انصاف سنجے، انکی کچھ پر ماہ ذکر اور حقوق کے مقابل میں حقوق کی تقلید کو بہتر سمجھو کہ کثیر التعداد انبیاء و اولیاء کے انہیں چیزوں کو قبول کیا اور انہیں پر وہ ایمان لائے۔ اور انہیں کی تصدیق کی۔ اور ہمیشہ وہ اس کو پسند کرتے رہے کہ اپنے رب کی معرفت میں خود اس کی تقلید کرنا چھوڑنا اور ہر انداز کی تقلید سے اجتناب و انقیاع ہے۔ پھر اور عقول پر یہ گراں خبر الیہ سے انکار کرنے والے کچھ کو کیا ہوا کہ کھانا کے بارے میں تو خود خدا کی اور اس کے برگزیدہ بندوں کی نہیں سنا اور اپنے خیالات کے پیچھے پڑا پریشان ہوا ہے؟

○ دیکھو جب ان ایسا انبیاء و اولیاء کے سلسلے والوں کو یہ معلوم ہوا کہ اللہ اس ایمان کے جوہر قابل و انکار سے ہم کو ماسمل ہو چکا کوئی دوسرا ایمان نہیں مطلوب ہے تو انہوں نے منکر و ناصت صورت اور مجاہدہ کا طریق اختیار کیا اور خدا کو فراموش کرنا اپنے نفسیات کو یک لخت منقطع کر کے وہ ایمان یہ دیکر ہیں وہ دنیا سے الگ ہو بیٹھے۔ اور دل کو سب جھگڑوں سے خالی اور قلب کو شوائب و افکار سے پاک کر کے خاص خدا کی طرف متوجہ ہوئے۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء سے یہی راستہ ہی کو معلوم ہوا تھا اور انہوں نے سن رکھا تھا کہ بندہ ہم سارے دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ بھی اس پر اپنی

مہربانی اور رحمت کا سایہ قائم رکھتا ہے اور اپنے دامن مطہر میں سے ایسا ہے اس حصہ انہوں نے سب کو کیا کہ خدا کی طرف جانے والوں کے لئے ننگ کے لئے سے یہ راستہ زیادہ نزدیک ہے کیونکہ خود خداوند سبحان نے اپنے سچے اولیاء کی زبان سے یہ منادی گرا دی کہ جو کوئی ہماری طرف چلے گا آج ہے ہم اس کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں اور یہ کہتے آسمان میں نازل ہیں۔ بلکہ فقط قلب نوح میں یہ رسالت ہے کہ وہ ہماری عظمت و جلال کا نقل کر سکے۔

○ آج بنا ہر یہ لوگ اپنے سارے دل سے خدا کی بارگاہ میں متوجہ ہوئے اور تمام قوی و ناتواں کے وجود کو جھڑو دیا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے نور و علم صادق کی ایک روشنی ان کے دلوں میں ڈالی۔ اور ان کو خاص ہی اپنے ہی رنگ و شہادہ بنا لیا۔ پھر کیا تھا۔ نظروں سے اوجھل ہو کر وہ ساری کمزوریوں کا فریب توڑیں اور حقائق کبیر کے ارشادات و قوانین کے سامنے انہوں نے اپنی عقول کے تیار کئے ہوئے قانون کو بھلا دیا۔ آہ

○ تم خود سوچو اور انصاف کرو کہ اگر ہم کس دیکس اپنی عقل شناس کے بنائے ہوئے قانون پر چلنے کا مجاز نہ دیا جاتے ہیں کہ آنا و نجاتی کے ذریعے آج کل چاہتے ہیں تو نہ بنائیں کیا کچھ خواہیے ہوا ہے ہزاروں دکھوں و تشدد و قوانین کی کشمکش میں درجہ برتر ہو رہے اپنے چہان کھرا اور انفرادی ہم کے موافق تیار کر سکتا ہے لوگوں کی زندگی کیا کچھ دشوار ہو جائے۔

○ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب عقل و نقل میں مزاحمت واقع ہوا کرتے اس وقت ہم کو یہ اختیار دینا چاہیے کہ ہم عقل کے احکام کو نقل میں

وماذا انتك على الله بعزيز واخبر دعوتنا ان الحمد لله رب
العالمين -

المراسم
شيخ احمد عثمانى

دار العلوم دہلی ہند

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

تَبَّتْ بِالنَّخِيرِ

یہ کتاب اور خدمات کے بارے میں دیکھ کر تعجب کے ساتھ

- ۱۔ اور اس مسئلہ پر ۱۹۰ - اخبار طبعی لاہور
- ۲۔ اور لاہور میں مولوی صاحب فرخانی نے لکھا
- ۳۔ اور اس بارے میں قائد اعظم دارالعلوم کو لکھا
- ۴۔ مکتبہ دارالعلوم ڈاکٹر دارالعلوم کو لکھا

رسائل ثلاثہ

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ امیر عثمانی رحمہ اللہ علیہ

کے تین اہم رسائل کا مجموعہ

- ۱۔ ہدایت سنیہ
- ۲۔ تحقیق الخطیبتہ
- ۳۔ سجود الشمس

إِذَا رَأَيْتَ سَلَامِيْنَا أَنَا كَلِمَةُ الْإِيمَانِ

فہرس

اس کتاب میں درج ذیل مسائل شامل ہیں

۱- ہدیہ سنیت

- | | | |
|----|---|---|
| ۱۱ | } | یعنی کیا ظاہر ہے کہ اس میں اشکات اور تضاد |
| ۷ | | کے باوجود سب کے سب ہر حق ہیں؟ اور کیا مسائل |
| ۷ | } | انتظامیہ میں حق ایک ہے یا متعدد ہے |
| ۱۱ | | جنت و دوزخ کو تشبیہ قرار دینا اور عقوبت قرار دینا |
| ۷ | } | کیا صحیح ہے؟ اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے اس کا |
| ۷ | | کیا حکم ہے۔ ۱۰۰ ام سوالات کے مفصل جوابات۔ |

۲- تحقیق الخلیفہ

- | | | |
|----|---|--|
| ۱۱ | } | کیا خلیفہ کا خلیفہ اور دوزخ میں پڑھتا جائز ہے؟ |
| ۱۵ | | اور خلیفہ جو سے متعلق چند سوالات و اشکالات کے جواب |

۳- بگوا شمس

- | | | |
|----|---|--|
| ۱۱ | } | کیا سورج سجدہ کرتا ہے؟ اور حدیث صحیحہ میں سورج |
| ۱۲ | | کے میں سجدہ کا ذکر آیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟ |

فہرست مضامین مجموعہ رسائل ثلاثہ

فہرست مضامین ہدیہ سفینہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۷	مختصر ابن حجر کی عبارت	۸	تعمیر
۲۸	ملاحظہ ابن تیمیہ کی تحریر	۹	سوال و جواب
۳۱	اہم صحیحی تقریر ترمذی کی عبارت	۹	حقیقت اور نظریں اور مذاہب اربعہ
۳۱	ملاحظہ ابن حجر	۱۰	جنت اور دوزخ کو تشبیہ اشیاء رکھنا
۳۱	ابن العربیؒ کا قول	۱۱	جوابات
۳۵	شاہ ولی اللہؒ کا مسلک	۱۳	پچھلے سوال کا جواب
۳۸	شیخ ابن ہمامؒ اور سندھ گورنر	۱۳	مذاہب اربعہ میں اختلاف کی حقیقت
۴۰	اہم صحیحی حنبلیہ کی تحقیق	۱۴	افسوسناک مسائل میں حق ایک سچ یا مستند ہے
۴۲	دوسرا سوال اور اس کا جواب	۲۰	مثال سے اس کی تشریح
۴۲	جنت اور دوزخ کو تشبیہ قرورینا	۲۳	شیخ تقی اللہؒ کی رائے
۵۲	مثال سے اس کی تشریح	۲۴	افسوسناک مسائل میں عدم تشدد
۵۴	سوال نامائی کی ایک ایک مجیب مثال	۲۴	مذاہب اربعہ میں حق ہیں
۶۰	ترجمہ	۳۴	ملازم و فقہاء کی عبارت سے استفادہ

عرض ناشر

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تحریر فرمودہ تین کتابیں اشراق القرآن، الاعتقاد الشکل اور اشکوک کے بنیادی حصے قرآن اسلام اور مہجرت اس سے قبل ادارہ اسلامیات کی جانب سے طبع ہو چکی تھیں۔ مگر کوہن اور علمی حلقوں نے بہت سراہا ہے۔ اب ادارہ کی جانب سے حضرت علامہ کے مزید تین اہم رسائل زیر نظر مجموعہ میں یکجا صورت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ رسائل اگرچہ مضمونات کے اعتبار سے بہت مختصر ہیں۔ لیکن علمی مواد کے اعتبار سے بہت طویل اور جامع ہیں۔ ان رسائل میں حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے جنسی اہم اور نادر مسائل پر فکر اٹھایا ہے اور بڑی خوبصورتی اور روانی و جاذبیت سے ان مسائل میں نمائندگی کا صحیح موقف واضح کیا ہے۔ اہمیت ہے کہ پڑھنے والے حضرات حضرت مولانا کے ان رسائل سے بہرہ بردار ہو کر اٹھائیں گے۔

والسلام

دعا کے حجر کے خطاب کار

کارکنان ادارہ

بَدِیَّةُ الْمَسْئَلَةِ

یعنی

شاہد احمد کے درمیان اشکات کی حقیقت اور جنت و دوزخ کی حقیقت سے متعلق بعض اہم سوالات کے سائنی جوابات

اس

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

تألیف

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

فہرست مضامین بحوالہ اشکات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۷	بحوالہ اشکات	۳۳	تحقیق الخلیفہ
۸۸	مقدمہ از مولانا سید حسن صاحب	۳۴	کی جبر کا خلیفہ لڑو میں ہاں ہے
۸۹	حدیث بحوالہ اشکات	۳۵	پند سوالات
۹۰	حدیث صحیحہ پر شبہات	۳۶	جواب
۹۱	شبہ اول اور اس کا جواب	۳۷	خلیفہ کا شرعی مہتمم
۹۱	دوسرا شبہ	۳۷	فقہاء کی عبادت
۹۲	اس کا جواب	۳۹	خلیفہ کی حقیقت
۹۳	تیسرا شبہ اور جواب	۴۲	ایک شبہ اور اس کا جواب
۹۵	چھٹا شبہ اور جواب	۴۸	خلیفہ عربی زبان میں
۹۸	مضمون ظہور شبیر صاحب عثمانی	۵۸	زبان کا اثر اقوام پر
۹۸	حدیث کا ترجمہ	۶۲	عربی سے ہونے والے لوگوں کی مثال
۹۹	فرقہ انامیہ کی بعض بے سزا باتیں	۶۹	جو کہ نماز میں کسی خاص صورت کی تعیین
۱۰۵	صاحب اشکات کی تحقیق	۷۳	نماز میں قرأت میں کسی دو راوی
۱۰۷	حدیث کا مطلب اور اس کی توجیہ	۷۴	قرآن شریف میں سننے کے پڑھنا
۱۱۰	ایک اشکال	۷۴	نادر
۱۱۱	تفسیر	۷۵	

ہیں میں کہہ دوں کہ نبوت تھا، لیکن باقی باقی ہے۔ اور یہ مسلم الثبوت امر ہے کہ
 "انھوں نے کجرت کیا"۔ میں اسے غائب کو حق تسلیم کرنے پر عالم واقع میں اترتا ہوں
 اندر اور حالت دوسرے میں لازم آتا ہے، جس کا اظہار الہدایہ الہدیات سے ہے
 اور یہ بھی تھا میرے جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ حقائق واقعیہ پر مشیبت نادرہ
 کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہے، ان کے حق ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

جنت اور دوزخ کو تشبیہی اشیاء سمجھنا

(۱۴) ایک وہ شخص ہے جو دوزخ و جنت پر تو ایمان رکھتا ہے۔ مگر جو
 اور قرآن شریف و کتب اماریہ میں جنت کے متعلق مذکور ہے، ان کو صورت
 تشبیہت پر محمول کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ جو کچھ دنیاوی نقطہ نظر سے وہ
 آسمانی انعامات تھے اس لئے ان کو جہنم کہے اس امر کی جانب اشارہ کر دیا
 گیا ہے۔ کہ اہل جنت کے لئے جنت میں تمام آرام و آسائش کی چیزیں میناکی
 گئی ہیں۔ اور دوزخ کی حقیقت دیکھی کہ عذاب ہوئی اور یہ جو سکتے ہیں چنانچہ
 حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم اسی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ "لا یعیب مات و
 لا یذوق صعوبت ولا یخطر من قلب بشر"۔ اعتراف اس سے ثابت ہو گیا کہ توحید
 حالت، غمور بالہدیٰ خصوصاً کہ کسی ذریعہ سے جنت کی حقیقت کسی پر
 مشکلف نہ ہو سکی۔

بہت ہی خیال اس شخص کا جہنم کے متعلق ہیں ہے۔ پس یہ خیالات
 کہاں تک صحیح ہیں اور شرعاً اس شخص کو کیا علم ہے۔

جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز سلیم اللہ تعالیٰ! بعد سلام مستوفی آنکہ۔ آپ کا عبارت نامہ
 پڑھا، حق تعالیٰ شاد و خج کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اپنا رضا کی توفیق
 عطا فرمائے، جن مسائل کی اہمیت آپ نے دریافت فرمایا ہے مجھ کو سمجھت ہے
 کہ باوجودیکہ وہاں ہمارا اللہ بہت سے اہل علم اور اہل علم کے فیض یافتہ ہونے
 ہیں، جو ہندوستانی مشنوں کے مشنک مسائل کو مجھ سے زیادہ نادر اور قوت کے
 ساتھ حل کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ آپ ان سے مشافہت بہت حد اور
 بسوخت اس قدر، الیہاں حاصل کر سکتے تھے۔ جو شاید میرے متقدّم طور سے
 بھی حاصل نہ ہو سکے۔ میرا پسنے مجھ کو خطا گھنے کی زحمت کیوں اٹھانی نہ
 آپ وہی ہدیہ میں دیکھنے والی، میری حالت سے میں بہر حال واقف ہیں کہ میری
 پگھلائی اور کمالی ہدیہ سے زیادہ گنڈا ہوا ہے۔ اس لئے کہیں کبھی نہ خیال
 ہوا کہ آپ کا خط یہاں کسی عالم جدید کا حوالہ کر دوں تاکہ وہ آپ کی تعلیم
 لے۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ یہاں سے ہائیجہ ہدیہ آپ کی پہلی عبارت سے لے کر
 تھی کہ اگر کچھ بھی جواب نہ لکھا جائے۔ لہذا میں طرح ان مسائل کو میں اب تک
 لکھ ہوتے ہوں، تقویٰ غموند کہہ کہ آپ کی خدمت میں دعا دیکھتا ہوں۔ اگر
 شفا ہو جائے تو حق تعالیٰ کا شکر ہے، ادا کیجئے اور ہوسکتے دیگر مناسب ہوگا
 کہ دوسرے ماہانے متفرج سے دعا فرمایا جائے۔

پہلا مسئلہ - یعنی مذاہب اربعہ کی حقیقت کے متعلق جو کچھ جڑ نے اہل سنت و اہل امت کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اسے تک سفیج کیا ہے، اُس کو پیش کرنا کا فایز ہوا یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ و ان یث غطا صفی و من الشیطان و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العلیفیر لا اله الا اللہ و لا نعبد الا اللہ

پہلے سوال کا جواب

سب سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہو گا ہے کہ آپ کے سوال اول میں غور و تحقیق کے بعد دو جزو نکلتے ہیں۔

(۱) کسی چیز کا حق یا باطل ہونا اعتبار و معتبر و لحاظ و ملاحظہ پر مبنی نہیں ہو سکتا اور حیثیات دائرہ اعتبار کے متعلق واقعیہ کے لئے مبطل یا سفیر نہیں ہو سکتی۔

(۲) مذاہب اربعہ واقع میں سب حق ہیں مگر ان مذاہب میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جو باہم متضاد ہیں مثلاً سب سے بڑا تضاد یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک امام صاحب یا طرفین قرار دیتے ہیں اور دوسرے اس کو مکرم و تعزیری یا حرام دہلی مذاہب یا امتیاس قرار دیا گیا اور ایک ہی چیز کے اندر اور ایک ہی وقت میں کچھ حق ہو سکتا ہے اور اگر ان میں باہم حیثیات کا فرق نکالا جائے تو وہ جگمگ مندھمرا ہوتی صحیح نہیں۔

آپ کے یہ دونوں دعوے قشری طلب ہیں انکار ایسے نہیں اور ذرا غور و اختیار رکھتے گئے ہیں کہ ان سے کئی حصے کا احتمال ہو گا ہے جسے سب تک ہر ایک لفظ کی کما حقہ قشری اور غفلت جہالت میں سے بعض کی

تفسیر یہ ہو جائے کہ ہائے زلی کرنا ہے سو ہے۔

مذاہب اربعہ میں اختلاف کی حقیقت

دعویٰ اول میں اگر یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ کسی چیز کے ساتھ اختلاف اعتبارات اور حیثیات تک پہنچنے سے اس چیز کی حقیقت یعنی ماہیت جس لفظ پر دل نہیں نکلتی۔ مثلاً زین زین پر چلے رہا ہو یا جانا اندر رہا ہو یا کھانا کھانا ہو یا صوبہ کامر رہا ہو تفصیلی علم میں مشغول ہو یا ہو و حسب میں اپنی عمر تیار کرنا ہو ہر حالت میں اور ہر اکااس حیثیت کے تک پہنچنے کے وقت اُس کی حقیقت وہی رہے جو ان کا حق رہتی ہے اور نہ کسی طرح لگاؤ کرنا اس کی حقیقت میں فوارق نہیں آ سکتا تو ہر مشہور شائے کی ذاتی کے مطابق یہ دعویٰ صحیح ہے اور ہم کو اس سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں مگر مذاہب اربعہ کی حقیقت کے مسئلہ یہ دعویٰ صحیح ہے قسماً ہے کیونکہ ان مذاہب مثلاً میں کچھ کے کچھ اور بہت میں مختلف ہیں تو ہر تہذیب کی تصویب کرنے والے صحیح و نہیں کچھ کہ اُس کچھ پر اختلاف و متضاد احکام جاری ہونے سے اور ان کے لازم علیہ مذاہب اختلاف حسب و اعتبارات کے جاری ہونے سے ہیں، خود اس چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے مثلاً تھے یا کھانا کو امام صاحب دائرہ اعتبار میں داخل و مشمول گئے ہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ انھیں نہیں ہے تو دونوں صورتوں میں حق اور خلاف کی حقیقت اسی طرح محفوظ رہتی ہے جس طرح گزیرہ کی حقیقت ماہیت تفصیلی علم اور ہر حسب میں و مشابہ نہیں کیا جاتا کہ اس کا حق کی

حقیقت کچھ اور ہے میں کو امام صاحب مقلد ہی کے حق میں مکررہ تو حویلی قرار
 دیتے ہیں اور جس کو امام شافعی ہر ایک مقلد کے حق میں فریضے فرماتے ہیں
 اس کی کوئی دوسری حقیقت ہے پس اگر مختلف اقتدارت و حیثیات کے
 مقلد ہی ہوتے سے آپ کا یہ خیال ہے کہ اس شخص کی حقیقت واقعہ نہیں بدلتی
 تو یہی اور بہت مقلد آپ کے ہم آہنگ ہیں اور اسکا نظریہ آپ نے کسی سے
 دیکھا ہوگا یا نہیں اگر یہ مقلد آپ کا نہیں بلکہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ
 حیثیات کا نام اور اقتدارت کے گم ہونے سے اس پر نفس اور میں مختلف
 اسلام ہادی نہیں ہو سکتے ہیں تو یہی کہتا ہوں کہ آپ نے یہی نہیں کہ بعض
 ایک ہے سند دعویٰ کیا ہے بلکہ ایسا دعویٰ کہے ان سینکڑوں دکانی طور
 شواہد کو جھٹلایا جو اس دعویٰ کی بناگاہ دلی گواہیہ کرتے ہیں۔ شواہد
 کو دیکھئے کہ وہ ایک شخص ہے اور اس کی ایک نظیر قبل حقیقت ہے لیکن یہ
 اتفاق سے نمودار ہوا اور خاندان آپ اور جنت کی اولاد اور زینب کا شوہر
 ہے تو کیا ان سب نسبتوں اور اقتدارت اور حیثیات کے گٹھ کے بعد
 کہ اس کے نفس حقیقت سے یقیناً خارج ہیں ایک ہی وقت اور ایک ہی
 آن ہیں اس پر ان مختلف اقتدارت و نسب میں سے ہر ایک کے مناسب
 اسلام و حقوق میں ہیں بعض مستفاد ہیں ان اتفاق مقلد کے دنیا مایہ نہیں
 ہونے کی جس طرح اس کو ہم اس کے بیٹے خاندان کے اقتدار سے ملاحظہ اور
 واجبہ و تعلقہ کہتے ہیں۔ اسی طرح اس کے آپ کو اس کے اقتدار سے لگے ہیں
 یا اس طور پر کہ اس کو اپنی زبور زینب پر تصرف کرنے کی اجازت دی جاتی

ہے اس طور سے ہندو کے مقابلہ میں بھی وہ اس کی ماں ہے، اطلاق انسان چھوڑ
 دیا جا سکتا ہے۔ عائشہ ثم عائشہ ملاکر ہر ایک حالت میں اس کی حقیقت اور
 اہمیت ہوں کی تو ان باقی رہی البتہ اہمیت اور زور و حیثیت و نظیر نسبتیں گم
 ہونے سے اس کے حق میں مختلف اسلام نمودار ہونے لگے اس کی مثالیں ایک
 دو نہیں۔ دس ہیں نہیں، ایک اس سو نہیں، اکتادہ اول شخص میں ضلع کا مجری
 باشندگان ضلع پر حکم ملے کہ ٹنٹ آف اڈیا یا ویلے کے یا ٹینٹ گورنر کا
 حکوم ہے تو کیا ہر اسلام و معاملات اس کے لئے باعتبار رعایا کے تسلیم کئے
 جائیں گے وہی اقتدار اسلام اور دست کے ہیں، نئے ہی کیا گئے، ایک ہی مقلد
 خدا ایک تقدیرت آدمی کہا کہ زیادہ قوی اور توانا ہوا ہے، لیکن ایک
 ضعیف و مقلد مقلد کو اس کا استعمال چاہتے سے قریب کر دیتا ہے ایک ہی
 نفس ایک بیبیہ کا گویا کیا تھا ایک ہی وقت میں ایک مقلد کے حق میں نہیں
 لگا بہت ہوا ہے کہ وہ دست مقلد کے لئے میں کا مقلد اس لئے کہ وہ ہوسم
 خالق سے کم نہیں رہتا ان سب صورت میں وہ نہ دانت کہ ہوں کہ ایک ہی چیز
 ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص میں مقلد کی مقلد یا مقلد کی مقلد میں لگی
 ہوتی ہے۔ اس کو ہم کس طرح ضعیف ہی مقلد ہی میں ہی اور مقلد ہی واجبہ
 اور مستفاد ہیں اور مقلد اور مستفاد میں کہہ سکتے ہیں اس کا جواب ہر اس کے
 اور کیا ہوگا کہ سب اسلام و معاملات و مقبول اس وقت کے لئے مختلف استعمال
 کئے جانوں کی نسبت سے بہت چمکتے ہیں، میں کی واقعیت سے کوئی شخص
 نکال نہیں کر سکتا۔ تو یہی ہے کہتا ہوں کہ وہ ایک واقعہ کو ان دست رعایا کہ

مختلف فریضے کے لئے سے کسی چیز کے واقعی احکام نہیں ہر ان کے لئے
 کیونکہ یہاں بہت اور حقیقت تو اس دور کی فریضے ہیں جو کہ ہم ان کے
 آج کے ہر حال پر ہر حال پر ہے۔ پھر ہر ایک کے لئے کہ آپ نے کہیں کے کہ
 فریضے ہر حال پر اس مثال کے مطابق کی فریضے ہر حال پر جو کہ ہم
 قابل ہے اس کے نزدیک کی صورت ہر حال کے مطابق ہر حال پر کہنا
 سکتا ہے کہ شریعت کی طرف سے کسی چیز کو اجازت کی اور غیر مجتہد کو تعلیم کی
 اجازت ہر حال پر اپنے اجازت اور امام کے مساب کو واجب الاتعمات ہر حال سے
 کے ہر حال پر یہ کہ ان کے خلاف کے ہر حال پر حق نہائی کے علم ہر حال پر
 فعل کا کہ تمام ہر حال کے حق میں مفید تھا اس نے تمام ہر حال پر
 کو ان کے ہر حال پر واجب ہے اتفاق کرنے کی فریضے ہر حال پر اور ہر حال
 کی ہر حال پر اصلاح تھا۔ اس کے واسطے اپنے واسطے نکالے اور ہر حال پر
 کہ تمام ہر حال پر کہ امام اس کی صورت ڈاکٹر ہر حال پر ہو گیا اور ہر حال پر
 نہائی کے ہر حال پر اپنے علم ہر حال پر جس ہر حال کے حق میں ہر حال پر
 حق میں ہر حال پر اس میں اس ہر حال کی ہر حال پر کہ ہر حال پر ہر حال پر
 کے ہر حال پر ہر حال پر ہر حال سے ہر حال پر ہر حال پر ہر حال پر
 ہر حال پر اسباب ہر حال پر ہر حال میں سے ہر حال پر کو ہر حال پر ہر حال پر امام
 کی تعلیم کی طرف سے ہر حال پر کہ ہر حال پر اس کے ہر حال کے حق میں ہر حال پر
 تھا۔ اس پر ہر حال پر ان ہر حال کا استعمال کرنے یا نہ کرنے ہر حال کے ہر حال پر
 نے اس کو ہر حال پر ہر حال پر ہر حال نے اپنے ہر حال اس پر تمام ہر حال پر

من حلال من بیننا و بینکم من حق من حیة -

یاد رکھئے میرا اس وقت یہ دعویٰ نہیں کہ فرقہ منسوب کی یہ تقریر صحیح ہے
 یا غلط ہے معنی اس قدر گزارش ہے کہ ہر حال پر ایک ہی دور مختلف ہر حال پر
 اور مختلف ہر حال پر مختلف سوال مراد کے اعتبار سے تابع ہیں اور ہر حال پر
 ممکن ہے ہر حال پر اور ہر حال پر ہر حال پر ہر حال پر فرقہ منسوب کے ہر حال پر
 ایک چیز اور ایک ہی کام ہر حال کے واسطے ہر حال اور ہر حال کے حق میں ہر حال پر
 ایک ہی شخص کے لئے مختلف ہر حال کے اعتبار سے ہر حال پر ایسا ہو سکتا
 ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر حال پر ہر حال میں ہر حال اس کے مناسب ہر حال پر
 اس کی طرف ہر حال ہر حال کی اپنے فضل اور رحمت سے توفیق ہر حال پر
 حاصل اور اس کی شریعت ہر حال پر ایک ہر حال کے ہر حال پر ہر حال پر
 کیا ہے اس تفصیل یہ ہے کہ ہر حال نے گزارش کی۔ من شاء غیظنا مع
 استعمال ہر حال پر۔

الطریق منسوب کے واقع کو تسلیم کرنے کے اجتماع انہوں نے امام کا خیال معنی
 غلط ہے اور ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ سنا کہ کہتے فریضے ہر حال پر
 اور کہ ہر حال پر ممکن ہے ہر حال پر ہر حال کا خیال ہر حال کے

اختلافی مسائل میں حق ایک ہے یا متعدد؟

اب میں آپ کے سوال اول کے واسطے ہر حال کی طرف متوجہ ہوں
 جو کہ اصل منسوب ہے یعنی یہ کہ مسائل مختلف ہر حال میں حق ہر حال متعدد ہر حال

جہ کا واسطہ اور ایک جہد مصیبت ہے یا کوئی ایک غیر مصیبت ہے اور باقی غلطی ہیں۔

تفصیل اس کی جیسا کہ ملائے عقلمیں نے بیان کی ہے، ہے کہ مصیبت یعنی یہ مسال کا نامنا سماج کا سورتوں نہیں ملتا، عالم کا حادث اور سماجی عالم کا درد اور اس کی تمامی منفعت گما لیے اور انبیاء علیہم السلام کی پشت میں اختلاف کے وقت باجماعت مصیبت کوئی ایک ہے اور وہ وہاں ہے اس کا اجتہاد واقع کے مطابق ہو اور اس سے کوشش کر کے حق کو پایا ہو۔ کیونکہ ممکن ہی نہیں کہ نفس الامر میں شفا عالم حادث ہی ہے اور غیر بھی داخلے تمام موجود ہی ہو اور معلوم ہی۔ تو اولیاء فریقین میں سے صرف ایک ہی فریق حق پر ہو سکتا ہے۔ اور جو غلط ہے جب کہ اس کی غلطی سے فتنہ اسلام کی یا اس کے بعض اہل بیتوں کی غلطی ہو تو وہ باہتمامی کا مرتبہ ہے۔ اور اگر غلط مسال کی ذمہ داری سے کسی ایسے مسئلہ اختلاف میں ہے کہ میں سے کسی ایک سے فتنہ اسلام کے اصول دینی کی غلطی نہیں ہوتی شفا کوئی شخص قرآن مجید کو مخلوق کہے یا اس کا مستند ہو کہ شرع اور قبائلی حق تعالیٰ کے امور کے بغیر بنی ہوئے ہیں تو ایسا شخص اپنی غلطی سے اگرچہ مذہب حق کے سماجی سربراہ کا ذمہ دار ہے لیکن بدعت اور آثم نذر ہے۔ یہ تو مسال کا یہ کہ اس کا عمل خالصتہً مسال کی فتنہ۔ تو اس میں سے جو شخص اپنے اجتہاد کے لئے ہے وہ وہاں شفا کا اندازہ کرے گا۔ شفا نذر وہی ہے یا ذکر وہی فریقیت۔ یا ذرا سرت اور شراب کی صورت کا تو درحقیقت کہ وہ باہتمامی عمل ہے بلکہ سربراہ کا فرد آثم ہے یا

اگر وہ مسال کا وجود قطعی ہونے کے برسیات شرع میں سے نہیں ہیں جیسا کہ شفا اجماع اور خبر اور قیاس شرعی کا محبت ہونا تو اس قسم کی باتوں کا مذاق اور اگرچہ پوشہ حلی اور بدعت اور گنہگار ہونا ہے مگر کفر کی نسبت اس کی طرف نہیں کی جا سکتی۔

باقی ایسے مسال فریقین میں ہیں اجتہاد کا سماج جو اور کوئی شخص تابع یا اجماع اس میں موجود ہو تو فقط اس قسم میں نذر ہے۔ معتزلہ اور بعض شیعہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ وہ ایسے مسال ہیں اختلاف مجتہدین کی قدرت تعدد حق کے قائل ہیں بلکہ ہیں۔ ایک جماعت کے خیالات کا نظریہ جراثیم میں نہیں لیا جاتا ہے اور تفصیل ان کی اقوال و روای کی کتب اصول و کلام میں مذکور ہیں۔ حتیٰ کہ شیخ محمد ابوب شعاعی رحمہ اللہ علیہ کی تصانیف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تعدد حق کا بیان کرتے ہوئے مسال فریقین میں مجتہدین کی تفریق ہی باقی نہیں چھوڑی جو خود انہیں تعدد حق کے نزدیک ہی مخلوق تھی۔ ہر حال عامہ معتزلہ اور چند اہل سنت والجماعت کی دیکھے ہو کوئی بات ہے کہ وہ مسال کی فتنہ غیر منسوب میں تعدد حق کے قائل ہیں لیکن ہر اہل سنت والجماعت کا جن میں انفرادیہ بھی شامل ہیں۔ مذہب حقاریا ہے کہ تمام مسال منسوب علیہ اور فریق کی طرف اس مسال میں بھی منشاء کوئی ایک حق ہے کہ جس کی کمالی میں مجتہدین اپنی اپنی قوت اجتہاد صرف کرتے ہیں۔ پس یہ مجتہد اپنی سعی بیعی سے اس علم مطلوب پر پہنچ گیا۔ وہ تو اجتہاد کا منبج ہو گیا اور میں کی لغت اور جہد استطرار دست اور

اسکا بڑا بیچکے فتح مغرب مستور رہا تو لو کہ کھتے ہیں کہ اس کو باعتبار اصل
 شمسو کے کامیابی دہائی لیگیں اس اعتبار سے اس کی کوشش میں دانگاہ نہیں
 گئی کہ حق تعالیٰ کمال فضل اوسان سے بسبب مسائل اجتہاد کے نایب و رجب
 فریق المائدہ ہونے کے اس کو معتبر قرار دیکر اس کی سنت اور جہاد کی توفیق
 کرتا ہے اور یہاں اس کے کہ ایک غیر معتدہ راستے کے موافق اپنی اس غلطی
 و جس سے وہ آئم شریعہ انشا پر اور قراب کا مستحق ہوتا ہے۔ لافاضل صحیحین لایا۔
 ذاکر الحاکم فاجتہد فاصاب غلہ مکرم اپنے جہاد کے فریضے سے وہ نہیں
 اجزاں و ذاکر فاجتہد فافضلاً و انہی میں دست بہ تو رکھتا ہے اور فریضے
 غلہ اجرو احد۔ جہاد میں غلہ جہاد قراب نہ ہے۔

مثال سے اسکی تشریح

اس کو یوں سمجھئے کہ مثلاً فلسفے کے ایک استاد نے اپنے تئیں ذہین مانا اس
 علموں کی شوق و محنت و ترقی و فضل نہ کامیابی کرنا پانا اور اعلان کر دیا کہ
 ترمیم سے جو شخص لہذا شفا کے علم مقام کو خوب اپنی طرف کھینچ کر پاس
 رہو وہ خیرک ہشاک زبان کہے گا اس کو ہم میں شہید کی ایک گھڑی انعام کیا
 فرمے گا۔ اور فرمائی گیجئے کہ ان کو مطالعہ کرنے کے لئے ایک شب کی نہایت
 سے گن۔ اب ایک طالب علم نے تو ان میں سے جس نے ذکاوت پر اعتماد
 کر کے اور شفا کی حدت کو ایک آدمی سے سویری نظر سے گذر کر کتاب کو
 داسے ملنے لکھ دیا اور اسے جو خوب پڑھ لکھی اور آدمی کی نیند سواری طرح سے

کو جب اس نے اس کے سامنے کتاب کھولی تو وہ حدت کتاب کی صحیح پڑھی
 اور وہ طلب صاف بیان کیا بلکہ جو کہ تقریر تھی وہ محض لفظ تھی تو لایا ہے کہ
 اپنے طالب علم کے حق میں اس کے سوا کیا جو اسے کہ یہاں انعام کے مناسب
 سزا تھی کہ پانچ سو اور نصاب اور حدت کی یہ بہادری سے اس پر پوچھا
 ہو اور شفا کی جہاد سے اسے ناسک کر دیا جائے۔ باقی جو وہ طالب علم اس
 کے سواتھے ان کو اس کے دیکھا کہ وہ باوجود نوبل و رجب کی ذہانت و لطافت کی
 محض اس وقت سے کہ کہیں کتاب کا مطلب سمجھنے لگا کوئی سوا اور غلطی و جہاد
 ہلے نہیں سے اس کا نادم ہو جائے اور ہم حضور کو شہادت کا موقع ملے۔ رایت
 جہاد قراب کے سامنے اس شخص کا پتہ ہے اور بارگاہ کا تانا بنا ہوا تھا۔ مگر وہ
 دونوں جہاد کے ذمہ شفا اور اس کے کوشش اور تعلیمات سامنے رکھے ہونے
 اس مقام کی مختلف تقریروں کا موازنہ کرتے ہوئے اور شیخ زین کا صحیح بیان
 شفا معلوم کرنے کی نگر میں رات بھر مستغرق رہے یہ سب نظرا استاذی نظر
 سے دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں ان کی سنت اور کاوش اور اظہار کوشش
 کی داغ و بھرا دیکھتا لیکن انہوں سے اور تحقیق سے ایک طالب علم ہی میں کامیاب
 کو جب استاد کے سامنے امتحان کے لئے حاضر ہوا تو تعجب نہ نہ نہ لگا ان
 دانشور معلوم ہوا کہ تمام شب کی دعا و دل میں میں میں کا شفا جو خود استاد کو دیا
 تھا۔ کتاب کے صحیح اور نامعنی مطلب تک رسائی دہو سکی۔ ہاں اس کے کوشش
 جہاد سے کہ وہ بھی قرابت اور محنت میں اس سے پیچھے نہ تھا۔ اس مقام کی
 جو تقریر کی تو وہ ایسی کی کہ گویا خود ان سب کوشش سے بظاہر اپنے مزاج کا پتہ

کئے تھے آئی اور اس نے کتاب کے ایک ایک لفظ کی گہ کھول دی اس وقت
 آستو کو اس پر بار آئی اور اس نے اس کی پیشانی پر جمی اور لوشٹا گھڑی میں
 ڈالنے کی نیت سے لگا لی کہ اس کے صدار کی۔ لیکن اس دوری ذہین صاحب علم
 کی نیت کو بھی جتے وہ رات بھر لکھ کر دم لکھا، ہاتھ۔ اس نے کاہم نہیں
 سمجھا۔ فریخت شفت سے اس کی تکلیف کی اور شہسواروں کے میدان جنگ میں
 لڑنے کی مشا میں پیش کر کے اس کو مصلحت کیا تاکہ وہ آئندہ اپنی قوم کو کشش کی
 طرف سے بے پروا اور بولگان و بوجہ سے بکھڑے امتحانات میں پیشہ ماہر
 سے بہت سے ہانے کی پیش رو پیشی سما کہے اس کو میں ایک گھڑی گروں
 ڈیر کی اس کی نیت کے مدد کے طور پر وہی سمجھا کہ آپ نے سنا ہو گا کہ ناری
 عثمان یا شامیر بلوچ، سب دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ گئے تو خود دشمن کے ساتھ
 آتے کی ہانتا زبان ہانتوں کا کیا کچھ احترام تھا اور سلفی بن المعظم نے اسی
 کا شاندار استقبال ایک شام تزل کی حیثیت میں کیا۔ اور نیا کے صلے
 پہ آئے کہ عثمان کی شکت ایک ایسی شکست تھی جس پر ہزاروں فتح قرآن
 کی پاسکتی میں نہیں شیک اسی طور پر تم مجھ ہی کی حالت کو سمجھا کر باقرنی
 مجھ سے کہن مسئلہ کا حکم صحیح و دراخت کو کہتے ہیں اس پہ صاحب علم کی طرف
 سے پرانی ہستے اور قوت، اجتہاد کو پوری پوری نیت اور نیت کے ساتھ
 کام میں دلانے تو سب تصریح علمائے متقیین کی نہیں کہ وہ ضمنی عملی ہر کا
 بدل گنکاروں آتم شہید گا۔ لان وہ دونوں مجھ جنوں نے منصب اجتہاد پر
 قائم ہو کر ساری کوشش اور نیت استغوی اسلام میں کی ملوث ہست ایک

تو حق تعالیٰ کے صحیح نشانہ کے معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا اور دوسرا
 ہوا تو حق تعالیٰ اپنی نایب دولت اور رحمت سے ان دونوں کو علی قدر مرآب
 اجزا ثواب مرست فرمائے میں تکلیف نہ کریں گے اگرچہ جہل کو بعض پر نصیحت ہو
 جیسا کہ ایمان نے مرسلین اور غلامے اشہد میں میں بھی بعض بعض سے افضل ہیں
 دولت فضل اللہ بربیہ من یشاء، واقعہ ذوالفضل اعظمیہ۔

شیخ فتنی الدین کی رائے

شیخ فتنی الدین ابی ذوق العبد فرماتے ہیں کہ مجھ ہی کے واسطے ہر ایک
 واقعہ میں اللہ تعالیٰ کے دو حکم ہیں، ایک یہ کہ اس واقعہ کے مصلحت خدا کا جو کچھ
 حکم واقع میں ہے میں کی طرف پہنچی کو نہ دانے لایف شادرات اولیات
 بھی اس نے اپنے حکام میں نصب فرمائیے ہیں اس کو معلوم کر لیں۔ دوسرے
 کہ ہر مجتہد بعد اپنی پوری قوت اجتہاد اور اتہائی کوشش صرف کر لینے کے
 میں نتیجہ پر پہنچے وہی اس کے حق میں اولیاد او تبار ہے۔ پس وہ مجتہد
 جو ایک حکم اجتہادی میں پوری نیت صرف کر لینے کے بعد بھی حق تعالیٰ شانہ
 کے صحیح نشانہ اور مطلوب پر مصلح نہ ہو سکا۔ اگرچہ اس حکم اولی کے وقت پہننے
 کے اجتہاد سے میں کا معلوم کرنا ہر مجتہد کے ذمہ لازم قرار عملی کیا جا سکتا ہے
 کیونکہ وہ سب حکم کے لحاظ سے ہر ایک مجتہد کو مسیب ہی کہہ سکتے ہیں اگرچہ
 ہو کہ انہ نے اپنے طور اور اجتہاد سے معلوم کر لیا ہے۔ اس کے حق میں اس کی
 داسب اول تبار قرار دیا گیا ہے تو میں کو کوئی نے۔ کل مجتہد مسیب کی آواز
 جہد کی اگر ان کی عرض سچا ہے۔ صحابہ پہننے زبان کی توجہ علیہ اس میں تمام

اہل سنت والجماعت ان کے ساتھ تعلق نہیں۔

اختلافی مسائل میں عدم تشدد

اللہ ہی وہ تہی کہ صابر و راضی اللہ عنہم کے جوہ مبارک میں کوئی سماں یا دوسرے یہ مسائل اہل تہادین میں اختلاف رکھنے کی وجہ سے جاہت و اطمینان نہیں کرتا تھا اور فضیلت یا جہد بیخ تو کیا ایک کی طرف سے دوسرے کی تاثر میں نہ ہوتی تھی بلکہ ایسے اختلافات کو تو سو اور دست ہلانے کا ایک واسطہ کے ساتھ نہایت دلوری کار کا کرتے تھے خود امتحان کی کتابوں میں پورا ایسی صورتوں کے میں نہ فرما سوتا کہ اختلاف غالب ہوا اور اختلافی کی شافعی کے پیچھے اور شافعی کی سختی کے پیچھے ہانڈ رکھی گئی ہے اور بعض بعض مسائل میں جہاں فقہائے سنیہ کو شرف نصرت اور تہیج کی ضرورت سمجھی ہوتی ہے دوسرے ائمہ کی آراء کو معمول پر آتا گیا ہے۔ کیونکہ کسی خاص اہم کی تعلیم کے بازی معنی اگرچہ اسی اہم کے مذہب کو حساب اور درجہ کیا ہے لیکن پھر بھی امکان خطا کا اثر صرف اور دوسرے اہم کے اجتہاد کے تعلق امکان ثواب کی تصریح موجود ہے۔ اگر خاص نام شریعی مصالح میں کالوں کے فقہاء رکھتے ہیں اس طرف داعی ہوں کہ بعض مسائل میں دوسرے ائمہ کے خواہیہ پر تفریق و اہل کے تو آخر پھر اس امکان خطا و ثواب سے غافلہ اٹھانے کا اور کون سا کو تو ہے۔

مذاہب اربعہ حق ہیں

اس لئے کہ ثواب مستحقان تک پہنچے کہ اور جو دیکر حق مذاہب کے اقتدار

تھے ایک مسلمان کوئی ایک ہی اجتہاد مصیب ہوتا ہے لیکن خلاف سب حق یا اپنی میں حق شمالی شاد و دوست دی ہے کہ یہ اجتہاد اپنے اجتہاد کے اور کمال کہے اگرچہ اس کا اجتہاد باوجود چوری کر شافعی کے فقہائے سنیہ پر نہ بیٹھا ہو۔ فقہیہ یوں کہہ کر کہ پیش امامی ایک میں ممکنہ لازم ہے اور اس کا اقتدار شریعت نے نماز میں حکم قرار دیا ہے ذل و جہک شرط الصلوات الخدم لیکن یہ وقت سمت کہ فقہائے مسلم ہو تو بعد تعوی کے سمت میں ہوا کسی کا اقتدار قبول مقررہ کے لئے کافی گھائی ہے اور ہر جہے کہ ہادی تحریری میں طرف ہوتا ہے نہیں کہ نفس امام میں تا حد کہہ میں اسی طرف مشکل ہو جائے کیوں نہ نہا کی رحمت اور انعام ہے کہ اگر یہ واقع میں مستقل ہند وہی شخص ہے جس کا ارتقا فقہائے کبار کی طرف ہو مگر امام دوسری طرف مذاکرے جانوں کو ہی تو سنا اور سنا مستقل کہہ تسلیم کر لیا گیا ہے تو اجتہاد کہہ نفس امامی اور علم اہلی کے تو فقط ایک ہی شخص مصیب ہے اور سب ممکن لیکن اجتہاد قبول مقررہ اور اقتدالی امرتانی کے سب مصیب ہیں۔ جن مطلب ہے، صورت اسلامی کا انجم تا کہم اقتدار جم اجتہاد جم کا اگر وہ صحیح طور پر ثابت ہو جائے اور نیز حضرت علیؓ اور اہل سنت و جماعت ہی رہتا اللہ علیہ کے اس جہاد کا جو سبیل ان شاد سفر ۳۶ میں ہے۔

لیکن ہر چند کہ اللہ کل اختلافات میں حق واحد ہوتا ہے مگر اہل مذاہب حق ہوتے ہیں اور یہی گن ہے حضرت امام ابو حنیفہ کے اس اشارہ کی اجتہاد مصیب واقع مذاہب و ائمہ اور امام ابو یوسف کے اس کلام کا اس اجتہاد مصیب

وہیں کان الحق فی واہو فیمن اسماہ فقد اسماہ لحن ویس انطواء فقد انطواء کا
 التقریر والتقریر ص ۳۰ ج ۲ مصری

حضرت امام صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام صاحب اور دیگر ائمہ اربعہ سنت سے جو بعض شاذ
 اقوال پر تہذیب کے تصویب کی نسبت اس کے مشہور و معروف تہذیب مجتہد
 کمال و بیہود کے حقوق منتقل ہیں۔ وہ فی الحقیقت اس کے اصل تہذیب کے
 حقوق نہیں ہیں تہذیب ہے کہ امام جہاد و اب شرعی نے بھی میزبان کر ہی ہیں
 بشرطہ اسی قسم کے اقوال کی سطح سے مڑی ہے۔

علماء و فقہاء کی تجارات سے استدلال

اسی جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند اقوال مستند کتابوں کی آپ سکاٹنے
 پیش کر دوں جو اس بحث کو حل کر سکتے ہیں۔ کہ اصل تہذیب مجہور اہل سنت اور
 اہل امامت اور ائمہ اربعہ کا ہی ہے کہ اجتہاد یا سنت میں حق میں اور شرعاً و عدلاً ہے اور
 اسی بنا پر ہر تہذیب تصویب بھی ہو سکتی ہے اور عملی بھی چنانچہ قول مولیٰ اور
 اس کی شرع میں سمجھتے ہیں کہ ۱۔

والفہم ان حکموا لفقہ المجتہد تہذیب امام ہے کہ ہر تہذیب مجتہد یا کسی ایک امام
 فیہا حکم مطلق اور جب طلب فقہوں میں ہوتا ہے تو ان کو اس حد تک قبول ہے کہ وہ ہم
 اصحاب فقہ العلیہ میں لا یتصدیقا ہے کہ ان کے علم کو اپنی تہذیب سے دور
 فقہوا الظلم انقل هذا من الاثرۃ دیکھو اسے ہے۔ چنانچہ یہ قول پورے میں

الاربعۃ الی خلیفۃ و ما کانوا انما یقولوا امام تہذیب تک شامی اور علی بن ابی طالب کا ہے اور
 اس دور کو السیاق ان ہذا تھا کہ امام تہذیب کی تہذیب کے کئی ایک
 عند ہم بل نقل المتکرمی من اصحابنا ایضاً ہے۔ بلکہ ان کے ہوتے تہذیب و تہذیب سے
 والدین کو انقرانی من ما کانوا یقولوا امام تہذیب کی تہذیب سے اور ان کے ہوتے
 امسک انما انذی من اصحابنا کی تہذیب سے امام تہذیب کی تہذیب سے اور ان کے ہوتے
 عند ذلک ان السعدی من کمالہ امام تہذیب کی تہذیب سے اور ان کے ہوتے
 فیروزہ فقد انطوا ص ۳۰ ج ۲ مصری امام تہذیب کی تہذیب سے اور ان کے ہوتے
 نے لڑا اور ہی ہوتے امام تہذیب سے اس کے ساتھ اور نقل انہما کی امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے

شیخ شمس الدینی ابن القسیم اسلام العلوم تعین میں سمجھتے ہیں کہ

وقد یصور الاثرۃ الاربعۃ بانہما امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے
 الحق فی واحد من الاقوال المطلقۃ امام تہذیب کی تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے
 یوسم کما یقولوا امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے
 ما انقلہ من تہذیب نقادوں نے تہذیب سمجھتے ہیں کہ

۱۔ امام اولیٰ حلیۃ فی فی حادۃ امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے
 تغزل حکم فی نفس الامر یلزمت ما امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے
 ولہ قبلۃ معنیہ ہی المکیۃ وہی امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے
 مطلق المجتہدین عندنا لا شاک فیہ امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے
 قال ذی علیہ السلف و صحبہم الفقہاء امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے
 اکثر الشکلیوں اکثر یہ امام ہیں بلکہ امام تہذیب سے اور ان کے ہوتے اور ان کے ہوتے

فی کوا و اذت حکما سعیدا قد سعیدا
 عطاوا لکن اکثر اصحاب ابی حنیفہ و
 بعض المتأثرۃ یسبون حدیث الازلیہ
 ولا یسبون حکما و ہم یقولون ما حکم
 اللہ بہ لکن لو حکم اللہ حکم الایام
 فلو عدل ہم فی نفس الایام حکم بالقرۃ
 و عدل بعد المائۃ اثنا عشر قرۃ
 من اهل الامم من سوا ان الیومین
 اللہ حق و معین ہذا مطلوبہ المستغنی
 الایام فیہ و لیل نفسی بلکن الیومین
 فی معرفتہ فاما ما فیہ و لیل نفسی لا
 بلکن من معرفتہ اولییس فیہ الایام
 اولۃ تلویذ لفقہ اللہ علی کل جہت
 باطلہ و قرینہ لفقہ علی الظن لیس فیہ
 اللہ علی الشہودۃ فکذا ان کل جہت
 یکنان بدایت ما یشتہیہ و یختلف
 الایام باخلاف الشہودت کذلک ان
 کل جہت بدایت حکمہ ما یظنہ و یختلف
 الاحکام ظاہرہ و باطنہ باخلاف

انفقون و نہ سمو ان لو یس علی الخلق
 اولۃ لا اولۃ الصلح و انما یختلف
 فتلویذ احوال الناس و ما اوتام
 و یظاہرہم و ہذا قول خبیثہ و یجاد
 فسادہ و یظہر بالاضطرار قتلا و
 شورا و قولہ علی اللہ علیہ وسلم
 فلا یخزلہم علی حکم اللہ فانما لا
 یندرہن ما حکم اللہ فیہم و قولہ لیس
 بقدر حکمتہ فیہم بحکم اللہ من فوق
 سعیدۃ ارقیۃ و قولہ علیان اقام فی
 استناد حکمہ یوافق حکم اللہ علیہ
 علی فسادہ انما الخلق عدو کثرہ الایام
 ذلۃ الصعوبۃ و العقلیۃ علی فسادہ
 ایام الایام
 علی اللہ علیہ لم یکن اللہ علیہ لکم
 ان کے وہ ایام کیا ہے اور ان کے وہ صورت
 میں وہ نہیں کیا اور ان کے وہ ایام
 ان سوال کی حدیث میں ہے کہ تم
 بہت ہی اول ظہیرہ صیر کی صورت میں

شیخ کی الہامی فریاد کہتے ہیں :-

وقد لعنت العباد فی ان کل یحزب
معیب ام العیوب بعد و هو من اتقى
المکسر الذی عند الله تعالى والحق
مغلی لا اتم علیه العذر والاصح
انک انک علی و اصوب ان العیوب
والعذر و غیره ۱۲۰

شیخ الاسلام طاہر القادری تحریر: ایمان بپشوار و ذوق حق و علم حاصل ہوسکے ہیں کیونکہ
ایلیق سے یعنی الہامی فریاد کہتے ہیں۔

ذوق۔ ان اہل بیت، خدا کا داخلی فریاد ہے۔ اس میں ہے: اے اللہ! ہر ایک سے کچھ کچھ نہ
نکلے اور نہ اس میں کوئی عیب، معیوب بھی ہے۔ تو ہر عیب سے بچنے کے لئے اللہ کے دو
ذوق۔ ان اہل بیت، اذ انقطاع لا
یلتحق الا شر علی جو کہ کیا سیاق۔
ذوق اولیٰ مرتبہ ۱۲۰

الرب ما یذکر من ذم الایمان فی قلوبنا
والیٰ عن ارجح قول انشا علی فیما
انفرد الیٰ علی بن ابی طالب

بن جنبل جمعۃ ان النضی یقول
العیاس عند العیوب و معرو فان
لعیاس انما علی انما علی انما
انما و قد علی انما انما انما
انما انما انما انما انما
انما انما انما انما انما
انما انما انما انما انما

چہ کہ وہ لڑتے تھے کہ میں نے ہم باطنی کرتے تھے
ساکر کی اس عیوب کے وقت ہلو چہ گروا
یہ اس اور اس کی عیوب کے وقت ہلو چہ گروا
یہ اس اور اس کی عیوب کے وقت ہلو چہ گروا
یہ اس اور اس کی عیوب کے وقت ہلو چہ گروا
یہ اس اور اس کی عیوب کے وقت ہلو چہ گروا
یہ اس اور اس کی عیوب کے وقت ہلو چہ گروا

تجربہ ہے ہر ایک کو اپنا اجتہاد و حساب اور خطا ہے جو انما علم الیٰ حکم نا قیہ تم اس
قد اجر ان ذوق انما علم نا قیہ تم اس خطا ہے جو انما علم الیٰ حکم نا قیہ تم اس

ای علی ان الحق فی جہۃ تضاد
بن الذی فی الحق لاسر تضاد
ذات ذوال لہ اجرات انما
واسر اصابت و الاضرب انما
نقل و قد علی انما انما
انما انما انما انما انما
انما انما انما انما انما
انما انما انما انما انما

کیونکہ انہوں نے جنت میں بعض
ذوق اولیٰ مرتبہ ۱۲۰
یہ اس اور اس کی عیوب کے وقت ہلو چہ گروا

تعلق ہرذا الحروف من تقابل اول الحرف اور صرف سے ان دونوں نے تعلق کیا ہے جو کہ
 فی جهة واحد لا تتصویر فی خطیة میں کہ ان کو ایک ہی طرف ہر ہے یہ کہ صرف
 واحد لا یجوز - - - - - میں وہی تیسویں کی ایک کے تعلق کا تقریباً ہے
 اس کے بعد حافظ رحمن اللہ علیہ نے ایک قول علامہ مازنی کا نقل کیا ہے کہ
 کہیں ذیلی میں درج کروں گا۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو لوگ حق عزوجل سے واسطہ لیتے ہیں اور التبتہ
 بغل ویسب کے قائل ہیں وہ جیسا کہ اس مسئلہ میں سے اعتبار سے یوں کہ
 تکتے ہیں کہ اس خاص مسئلہ میں حق عزوجل ایک ہائے ہے۔ اس طرح جو مسکن
 اختیار کر کے لگا لگا ہے یوں کہ تکتے ہیں کہ حق عزوجل فرشتوں کے اندر ضمیر
 ہے یعنی دونوں سے برابر نہیں اگر بعض مسائل میں ایک تبتہ ویسب اور دوسرا
 منطقی ہے تو دوسرے بعض مسائل میں اس کا نہیں ہوگا۔ اس اعتبار سے حق تعالیٰ
 میں ہے گا۔ بلکہ اس ایک میں مسئلہ کے اعتبار سے بھی اگر اثنی فی الطرفین کا
 اطلاق کر دیں تو اس معنی سے ساقی ہو سکتا ہے کہ حق ان دونوں سے تعلق
 نہیں بلکہ انہیں دونوں میں ضمیر اور ہائے ہے اگرچہ تعین منطقی اور مصیب کا
 ہضم نہ کیا جاسکے کسی علامہ مازنی کے سیاق میں ہائے میں قابل کرنے سے نظر فرماتے
 سوال کیا معلوم ہو گا کہ جس مذہب کو انہوں نے اثنی فی الطرفین کے عنوان
 سے نقل کیا ہے وہ کیا مذہب ہے جو تبتہ کو منطقی اور مصیب دونوں تسلیم کرتا
 ہے کیونکہ جیسا کہ آپ عبارت میں خاطر فرمائیں گے۔ اس کے متقابل میں وہ
 دوسری جماعت قائم کر رہے ہیں جن کا مسلک گل تبتہ مصیب ہے اور اس وقت

سے پھر وہاں بیان کئے ہیں۔ چنانچہ حافظ تکتے ہیں کہ

قال المازنی تصدیقہ ای اثنی
 اول علم حکم ہائے اولی من اثنی
 من قال ان الحرف فی الطرفین

و من قال
 ہر کل مسجد و مسجد اما ان
 لغزہ لو کان کل معنیاً الحرفین
 ظل بعد ہذا الخط الاستیذان التثنیین
 فی حالہ واحد لا و اما المعنیۃ فی
 ہائے علیہ و سبب جملہ
 احوال اللوکان اور مصیب اور
 و اجاب من اطلاق الخط فی غیر
 من داخل من اثنی و اجاب فیہا
 یسوع الی اجابہ فیہ من التثنیات
 فی مختلف الاجماع فان مثل
 اثنی لہ الخطا فیہ سطر حکم و
 فتواہ و اور اجابہ بالامام و
 الی مصعب علیہ اطلاق الخطا و اما
 من اجابہ فی التثنیۃ لیس فی بعض

و لو كان كل منهما اصاب حكم الله
 و اخطأ و ظاهراً كان سواء و لو
 يفتض حكمهما اخطأ و اخطأ
 تبيين ان الشك بخلافه وان كان
 لغيره بلغة من غير تصدوس ولا
 نقصير و لما قال النبي صلى
 الله عليه و سلم فانه لا تكفر
 ما حكم الله فيهم و لما قال
 سعد بن عبد الحكمت بنم بھكم
 اذ لك ان كان كل مجتهد بھكم
 بھكم الله و ارتجاع انا و لو
 بعدت ان اختلف في من صلت
 العصور في سني قريظة و بعدت
 انا كبر -
 و صفة ۵۹ جلد ۱۱
 خطا پر ہر قرعہ پر کچھ حالت کیوں نہیں ہو سکتی، اس کا جواب اس حدیث میں ہے
 جس کے اندھری گارے تڑپے ہیں پڑھتے پڑھتے کی بات صواب کلمہ کا انتہا ضروری
 ہے۔
 اور شیخ ابن حاتم قریبا رسول میں کہتے ہیں :-

بل الدليل اطلاق العصابة لفظاً
 في الاجتهاد شافحاً مشكوراً جلا
 تليق كعلي و زيد بن ثابت و غيره
 هرا من خطئة ابن عباس في
 ترك العول وهو اي ابن عباس
 عفا عنهم في القول به و قول ابن
 بكير في الصلاة ان قول جرائ فان
 يكون صواباً فمن الله وان يكن
 خطأ فمسنن ومن المشيطان و
 من ابن مسعود مثل قول ابن بكير
 فلي صان ابن واؤ و بن فان
 يك سواء فمن الله وان يث
 خطأ فمسنن ومن المشيطان و
 الله و رسول جريان و قول العور
 في الجهرية ان كانا قد اجتمعا
 فخطا خطأ عثمان و عبد الرحمن
 بن عوف انه مع حديث شريفاً
 لعن ۳۰۵ ج ۱۱
 کے مسئلہ میں لڑا کہ اگر عثمان و عبد الرحمن بن عوف نے اجتہاد کیا ہے تو ان سے اس اجتہاد
 پر کبھی وہی دلیل نہیں ملے گی کہ ان کے اجتہاد میں کوئی خطا ہوئی ہے۔
 بل الدليل اطلاق العصابة لفظاً
 في الاجتهاد شافحاً مشكوراً جلا
 تليق كعلي و زيد بن ثابت و غيره
 هرا من خطئة ابن عباس في
 ترك العول وهو اي ابن عباس
 عفا عنهم في القول به و قول ابن
 بكير في الصلاة ان قول جرائ فان
 يكون صواباً فمن الله وان يكن
 خطأ فمسنن ومن المشيطان و
 من ابن مسعود مثل قول ابن بكير
 فلي صان ابن واؤ و بن فان
 يك سواء فمن الله وان يث
 خطأ فمسنن ومن المشيطان و
 الله و رسول جريان و قول العور
 في الجهرية ان كانا قد اجتمعا
 فخطا خطأ عثمان و عبد الرحمن
 بن عوف انه مع حديث شريفاً
 لعن ۳۰۵ ج ۱۱
 کے مسئلہ میں لڑا کہ اگر عثمان و عبد الرحمن بن عوف نے اجتہاد کیا ہے تو ان سے اس اجتہاد

میں غلطی ہوئی۔
 آخر میں یہ بخلا دینا بھی غلط ہے لہذا یہ ہو گا کہ ہر دو ایک چاروں
 اہم روایت میں کے تا کی ہیں اور اہم روایتیں وہ ہیں جو اس کے صحیح ہونے
 ہیں لیکن گاہم کسی مجتہد کا بحث پرست غلطی کا انکار استعمال کرنے کو جائز یا
 اور ثبوت اختیار کیا جکتے ہیں۔ چنانچہ اس بار میں صحیح تعلیق و تفسیر حضرت
 اہم اور اہم روایتیں ہیں کہ اس کا اعتبار میں یہاں درج کیا جاتا ہے۔
 قال الامام احمد بن حنبلہ
 محمد بن الحسن وقد سأله عن
 الروایۃ من رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم ۱۱۵ خلقت
 لخلق الرجل باحد العینین
 فقال اذا اخذ الرجل يحدیث
 صحیحیوم من رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم واخذ الرجل یحدیث
 ضدا صحیحیوم من رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم لقال
 الحق عند اللہ واجد و علی
 الرجل ان یحدیثوا باحد العین
 الحدیثین ولا یقول لمن خالفه

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان
 الحق فیما اخذت من اللہ وان
 هذا باطل ولكن اذا كانت
 الروایۃ من رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم صحیحۃ
 فاخذ بها الرجل واخذ اخر
 من رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم واخذ بالثقل الضعیف
 كان الحق فیما اخذ به الذی
 احقیق بالحدیث الصحیح وقد
 اخطا بالخبر فی التاویل مثل
 لا یقتل مؤمن بکافر واخذت
 یحدیث المسلمانی قال فیہذا
 عندی غلطی والحق مع من
 ذهب الی حدیث رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم لا یقتل
 مؤمن بکافر وانما رای من
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں غلطی و کلم کی روایت ہے
 ہے اللہ کے ہاں ہے۔ ان لوگوں
 حدیث صحیح ہے اور دوسری حدیث
 تو یہ غلط کہا جاسکتا ہے کہ غلطی
 کی طرف ہے جو حدیث صحیح سے
 اختلاف کرتا ہے اور دوسری حدیث
 سے اختلاف کرنے والے کو غلط کہتے
 ہیں۔ تو اس کے ساتھ جو حدیث
 صحیح کی حدیث ہے اختلاف کرنے
 کو یہ صحیح ہو گا۔ اور اگر ایک مجتہد
 یا حکم تو حدیث رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم سے اختلاف کرنے
 کو ہے اور دوسری حدیث سے اختلاف
 کرنے کو ہے تو اس حدیث
 نے غلطی کی اور اگر کسی حکم نے
 اس دوسرے حدیث سے اختلاف
 کیا تو اس کا خلاف ہے کسی
 حدیث صحیح کی روایت میں کیا گیا

حدیث واحتمیکہ پر عمل حاکموں
 اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ان قدا خطا
 ان اول وان اشکرہ حاکم
 ثم رفع الی حاکم الخمر و الی
 حاکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم و انما اختلف اصحاب
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم و
 اخذ الخمر من رجل الخمر من
 اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فالحق عند اللہ
 واحد و الحق الرجل ان یجتهد
 و هو لا یلزم الی اصحاب الحق ام
 اخطا و حکم انما کل جسم و اللہ
 ما یلزم الی جسم اخطا ام اخطا
 و من انما کان نریا منہ قال
 و انما اختلف اصحاب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
 اخذ من اجل بقول اصحاب رسول

۴۲۔ تو یہ دوسرا حکم پہلے کے
 بیٹھے کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر کی طرف
 ہوا ہے کہ اور ان کی ایک شخص
 ایک صلی کے قول کی شریک
 ہے اور دوسرا دوسرے صلی
 کے قول ہے۔ تو خدا کے نزدیک
 حق پر کوئی ایک ہے۔ لیکن
 انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے
 اجتہاد کو کام میں لے سکے، اور
 اس وقت اس کو یہ معلوم نہیں
 ہوا کہ وہ غلط ہے یا صحیح
 ہے۔ نہ یہ قدرت عزت
 اپنی ہی فراوانی ہر نہیں ہوا کہ
 وہ غلط ہے و سبب پر اجتہاد
 ایک دوسرے کی حق و جہت
 کو ہی لگا، ہم انہی فراتہ ہی
 کو ان کی بعضی قوم کے
 اقوال سے مستعمل کرتے ہے لا

اللہ علیہ وسلم و اختلف
 اخبر بقول انما یجوز صفات
 الحق فی قول اصحاب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 و من قال بقول انما یجوز کات
 تاویل خطا و الحق عند
 اللہ واحد۔

و خداوند ان کی ہر صلی سے جدا ہے۔

۴۳۔ اس کے جواب میں کہ
 کے اقوال سے تو حق سنا ہے
 اقوال کی طرف ہوا۔ اور اس
 وقت کہ ہمیں کے قول سے
 اجتناب میں نہیں ہوگی۔ اور
 ہر حال میں اللہ کے نزدیک کسی
 ایک حق ہے۔

۴۳۔ امام احمد کے اس حکم سے اعجاز کرو کہ ایسے جسے جلیل القدر
 اور رفیع المنزلہ ائمہ صحیحین رکھنے کے باوجود کہ مسئلہ میں حق صرف
 ایک ہو سکتا ہے پھر بھی اپنے مباحث کے تخلیق میں کسی قدر متاثر تھے
 چنانچہ جو کچھ بھی صحیح ائمہ کرام کی نسبت آج باقی ہے۔ وہ ان ہی
 پاک نفس چرم گواروں کی امتیاز اور سچے نصیبی اور فرائض اور میں کا وہ
 کا نتیجہ ہے۔ بخود اللہ صفا جہم و نور اللہ قبور ہم و اقاد علینا
 شایب ہر کا قدم حسین + وقد یقن خیابا فی المذابا ترکنا
 ابداننا حلافاة الشطوبی و اللہ یقول الحق و هو سید من
 السیول و حسبنا اللہ و نعم الوکیل + انفا۔



دوسرا سوال اور اس کا جواب

خوشنما سوال: آپ کا دوزخ و جنت کے متعلق ہے۔ جس کے کہنے سے بندہ بالکل ڈر رہا۔ جو عقیدہ جنت و دوزخ کی نسبت سوال میں مذکور ہے۔ اس میں چند امور کا اہتمام مراعات کیا گیا ہے۔

(۱) جنت و دوزخ کے وجود کو سالی تسلیم کرنا ہے۔

(۲) جس چیزوں کا ہونا جنت و دوزخ میں قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہے اس کے نزدیک وہ سب تمثیل پر معمول ہے۔

(۳) یہ بھی اقرار ہے کہ جنت میں تمام آرام و آسائش کی چیزیں مہیا کی گئی ہیں۔

(۴) جنت کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لا یعین امرات ولا اذن سعادت ولا یخطر عقل قلب بشر۔

جنت و دوزخ کو تمثیل قرار دینا

میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب سالی کو یہ اعتراض ہے کہ بہشت میں اہل بہشت کے لئے تمام آرام و آسائش کی چیزیں مہیا

فرا دی گئی ہیں تو کیا کوئی انسان سطح ارض پر ایسا بھی بنا یا ہا ہے کہ جس کو سرسبز باغ اور شاداب کھنڈا شرفی اور قرینے سے بہتے جھکے صبریٰ میں کی آب زمینی کا انتظام پھل کے دائرہ کس سے بھی زیادہ سوزی ہوں یا درمیان سمیڑوں کی جھلکی ہوئی عمارتیں یا خاص سونے اور چاندی کے ظروف کے استعمال سے تعلق، پہنچے ہو یا صحن و پھل کے پاک و صاف خورانی یا دیگر کھن پر نظر ہستے ہی انڈیا جمیل و عجب اظہار کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائے۔ اس کو جسے معلوم ہوتے ہوں۔ یا کابل و کشمیر کے اعلیٰ قسم کے سیب اور انور اور طرح طرح کے پھل اور پھل خواہت بیش قیمت کشمیری میں قرین سے لگے ہوئے دیگر کھن استقراخ ہو با جا جو۔ پس اس ساری عیش و نظا کے ساتھ ان کی موجودگی اگر تخی نوع انسان کے حق میں قطعاً کوئی تعلق و درپہیز نہیں ہے تو میں نہیں کہتا کہ پھر سالی جو کہتے ہیں تمام آرام و آسائش کی چیزوں کا مہیا ہونا تسلیم کرنا ہے۔ کیونکہ تمثیل کا ہونا نہ کہہ کر اس نعمتوں کے اقرار سے گریز کرنا ہے۔ ممکن ہے کہ دنیا میں کسی چیز میں کوئی ایسا وظیفہ بنائیں جس میں پانا ہا جا جو جس کی زندگی میں تمام نعمت الہیہ کے دیکھنے سے متعلق ہو جاتی جو کیوں ممکن ہے کہ وہ اتنی وسیع نہتے جس کو اور دنیا استغنا اور عیش فرا یا گیا ہے۔ فقط انہیں چند عیشی میں ماسوا نلا سکے بنا دیا جائے تو اس کی تسلیم کے واسطے شام سالی بھی تیار نہیں ہوگا۔ پھر میں جرن

ہوں کہ میں چیزوں کے وجود کی تمام اہلیانے سابقین خریدتے چلے آئے۔ قرآن اور روایت نے اس کی تصدیق پر مہر کی قرن سہارے نے کہ تیرہویں صدی کے علماء کے ذرا دیکھ کر ہم اہل اسلام اسکی تصدیق کو جزا ایان سمجھتے رہے۔ تمثیل کے ایک جہاد از عید سے کس طرح اُن کی نقل کی جا سکتی ہے۔

سوال میں نفس کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس میں کسی دلی کو پھری طرح ضبط نہ کر سکا۔ جس نے یہ کھنڈھا کہ ان نہنگ جنت کے بیان سے تمثیل ایک اعلیٰ قسم کی راحت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کو کوئی عبادت نہیں سمجھا سکتی اس نے یہ منکر نہیں کھلے کہ جنت میں تمام آدم و آنا نسل کی چیزیں مہیا کی گئی ہیں۔ وہ گرگ ہڈان دینا تھا ہوتا تھا کہ ایسا کھنے سے تمام لوہا ہر نفسوں پر راسخ رکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ سوال میں جن نفس کی نسبت استفسار کیا گیا ہے وہ مسکین۔ ایک قسم کی راحت اور تمام آدم و آنا نسل کی چیزیں یہ ان دونوں عبادتوں میں فرق کو ملحوظ نہیں رکھ سکا۔ حالانکہ اب اس کی عبارت خود اس کو ملوم کرتی ہے۔ اور اس کے علوم کی تہافت پر سات شہادت دیتی ہے۔ یہیں ہیں ایسی نو آموز اور خام مرد سے کیا خطاب کریں۔ جو اپنے اعضاء کو خود بھی واضح طور پر کھتا ہوا نہیں ہے یا بیان نہیں کر سکتا ایسے عقیدہ کا انداز اس وقت میرے سامنے ہے۔ کبھی دل چاہتا ہے کہ حرفاً حرفاً جواب لکھ کر

آپ کے پاس کچھ ہوں لیکن بندہ کے پاس وقت زیادہ نہیں۔ بعض آپ کی خاطر مزاج نہیں کہ یہ چند سطور لکھی ہیں۔ اور چند اور لکھتا ہوں۔ وہ شخص جس کی کتاب اس وقت میرے سامنے رکھی ہے۔ اگر ہاں تھا تو کیا آپ کے علم کو بھی اُس کے تہوں کی نعمت نے اپنے اندر چھپا لیا۔ آپ نے کہا ہے کہ جنت کی حقیقت کسی کو معلوم ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خبر صادق نے فرمایا ہے۔ لاعین سات ولا اذن صحت ولا خطر علی قلب بشر آپ کج کو بگوئیے کہ اس عویدے صیح کے نئی لہجے کے بعد آپ نے خود جنت کے وجود سے کیا کیوں منکر نہ کر دیا۔ جب خاطر علی قلب بشر کو اس قدر عام نہیں کہتے ہیں۔ تو بیرونی یہ عقیدہ کہ جنت ہے اور اس میں اعلیٰ قسم کی راحت موجود ہے۔ اس قدر ایان رکھنے کے واسطے بھی تو یہ ضرور ہے کہ جنت اور اس کی اعلیٰ قسم کی راحت کا کسی نہ کسی طرح تصور لے اور جب کسی طرح سے بھی اُن کا تصور آیا تو خاطر علی قلب بشر سارا جو ہالے گا۔ کیونکہ تصور باہمال عام ہے۔ اجمالی ہو یا تفصیلی یا کتب و کتبہ ہو یا بانوم اور جوہ۔ اب اگر آپ غلو کے معنی میں کوئی شخصیں کر لے گے۔ تو آپ کے مرید کو بھی اجازت ہوگی کہ وہ اپنے خارق کے موافق اس کی شخصیں کرے۔ اس کے علاوہ آپ عنایت رمان اور مورد تصور کی آیتوں کو جب تمثیل پر محمول فرماتے ہیں تو اسی پر ہے کہ نقلی تمثیل سے مراد آپ کی تمثیل ہے

اور تشبیہ کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بھی میں کوئی
وسعت جامع ہو سکتی کہ اگر اُس وسعت جامع کا اور ایک منسوب کو نہ
ہو تو وہ تشبیہ اس کے حق میں اس سے زیادہ کار آمد نہیں ہو سکتی
چہ ہوتا کہ ایک اندھے کے حق میں کبیر کی تشبیہ بچلے کے ساتھ
کار آمد ہوئی تھی۔

پس اس وسعت جامع کے اور ایک سے جو کہ مشبہ اور مشبہ یا
مثالی اور مثل میں ضرور ہونا ہے وہ لازم ہوگا کہ جنت کی نعمتوں
کا تصور اس وسعت جامع سے جو ہائے مالاکہ شہور یا لہال کی مثل
پھر اس وقت ناقابل عمل رہ جائے گی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ وہ لفظ
حق قلب بطور سے یہ مراد ہے کہ نعمائے جنت کی کنز اور ماہیت
کسی کے دل پر نہیں گذری تو اس سے یہ کیوں لازم آیا کہ آپ ان
کے وجود جسمانی کا انکار کریں۔ کیا جس چیز کی حقیقت معلوم
نہ ہو۔ مثلاً خود حق قبالے مشافہہ تو اس کے وجود کی بھی نفی کر
دینی چاہیے پھر تو سب سے اول خدا ہی کی نفی کی ہاوسے تاکہ نہ
قرآن کو مانا پڑے اور نہ رسول کو اور نہ جنت و عذاب کا تصور
اقرار کر کے خدا پر امتثال رکھا جاوے۔ میں جانتا ہوں کہ مشافہہ
ہزاروں چیزیں مسوہات میں ایسی ہوں گی کہ ان کی حقیقت
آپ کو اور مجھ کو بیکہ تمام حکمائے مشافہہ کو معلوم نہ ہوگی اور
یہ تو یہاں تک بدگمان ہوں کہ بہن چیزوں کی حقیقت معلوم

ہو جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ وہ بھی محکم امتثال پر مشافہہ ہی
کہلاتا ہے جو نکلے۔

مہرکیت جن چیزوں کی حقیقت جاننے سے حکماء کی زبانیں بھی
پھوٹا احترام کرنے لگی ہیں کیا ان کے وجود سے آپ انکار کر سکتے
ہیں۔ تو پھر میں نہیں کہتا کہ جنت کی جسمانی نعمتیں کیوں آجکو ایسی
جبری معلوم ہوتی ہیں کہ ان کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے
آپ ان کی ہستی ہی انکار کرتے ہیں۔ یہاں اگر کسی چیز کے وجود
کی خبر جو اس نے دی ہے تو ان کی خبر جو اس سے زیادہ کچھ خبر
کے پاس سے قطعی طور پر پہنچ چکی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جنت
کی جسمانی نعمتوں کا انکار کرتے وقت اس کے دل میں بھی گہرا
ضرور اطمینان ہوں گی اور ظاہر آپ کہتا ہی اس جس کو وجود بھی
لیکن اس تمنا سے دل آپ کا بھی خالی نہ ہوگا کہ کاش ایسا ہی ہو
جاتا جیسا کہ یہ معلوم ہی کہتے ہیں۔ چہ آپ کا دل جو آپ کے وجود
سے ٹوڑا ہوا ہے اور اس شخص کے تصور آپ کو اور زیادہ گھٹا
کر رکھا ہے۔ اس لئے آپ اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ میں کی
تمنا دل میں لئے ہوئے ہیں۔ مالا کہ ان ملامت سے آپ کہا تک
قوریں گے۔ خدا کی ہستی کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ہوت اور
دی کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ فرشتوں اور شیاطین کا وہ مذاق
اڑاتے ہیں۔ مرکز لہذا کئے جانے کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ مذہب

تقریباً وہ مطلقاً اترتے ہیں۔ آپ کی نازِ آپ کے حق و عمرہ کا آپ کے نکاح و طلاق کا آپ کی ہر ہر بات کا ان کے یہاں تمسخر کیا جاتا ہے تو پھر آپ کے پاس ان کی ساری وجوہ کیوں کا جواب اس کے سوا کیا ہے۔ ان اللہین اجرہوا کا قرآن ان اللہین استوا لیضنکون الایۃ وہ کہتے ہیں کہ ان تھیوتے و اودام کا ماننا جو قرون کا کام ہے۔ ہمارا ایمان سب کا سا ایمان نہیں ہے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ آپ کا جواب ہمارا لیا چلے بھی وسے چکا ہے۔ یہاں ان سے یہ فرمایا ہے۔

وَمَا يَرْجِي قَوْمٌ مِّمَّنْ آمَنُوا مَطْمَئِنًا
 اَمِنَ النَّاسُ قَالُوا أَتُخَوِّفُونَ
 كُنَّا مِنَ الْمُشْكَاهِ اَلَا اِنْتُمْ كُمْ
 اَشْقَاهُ وَكَيْفَ لَا يَعْلَمُونَ

اور یہاں ہے کہ یہ قرون و انہی کے
 زور کو کہ طوفانی ہوگے جو قرون ہیں
 لیکن ان کو خبر نہیں۔

آپ ان ذائقہ کی کتابیں پڑھیں۔ جنت و عذاب کے افکار کے موقر پر لکھی ہے کہ - علامتے اسلام و عمرہ اللہ علیہم اجمعین نے بسبب اپنی رحمت تھیں اور توجہ الی اللہ اور خوف و رجا کے غیر کے جو آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرتے ہے ایچھے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ کہ اصل حقیقت کے بیان کرنے کی جرأت نہیں رہتی۔ یہ طریق اختیار کیا تھا کہ جو امر الفاظ سے مستند و ہر آج ہے اسی

کو تسلیم کر لیں۔ اور اس کی حقیقت اور اس کے مقصد کو خدا کے علم پر چھوڑ دیں۔ اس واسطے وہ جرگہ تمام ان باتوں کو تسلیم کرتے ہیں جن کو کوئی بھی نہیں مانی سکتا۔ اور وہ باتیں جیسا کہ عقل اور اصلی مقصد باقی مذہب کے برخلاف ہیں۔ ایچھے ہی مذہب کی سچائی اور جرگی اور تقدس کے نمائند ہیں۔

اس گستاخانہ اور احمقانہ تقریر کو بار بار پڑھو۔ یہ تقریر بھلائی ہے کہ جن لوگوں کے دلوں پر رحمت اور توجہ الی اللہ اور خوف و رجا غالب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تمام علامتے اسلام کے دلوں پر تھا اور ان کو اصل حقیقت کے بیان کرنے کی جرأت نہیں رہتی بلکہ وہ اپنی باتوں کو ماننے لگتے ہیں جو عقل کے بھی خلاف اور باقی مذہب کے مقصد کے بھی اور مذہب کی سچائی اور تقدس کے بھی۔ اس کے بعد آپ احادیث میں خدا کے اس رسول کی سیرت کو پڑھیں انشاء الی

ای (جو اپنی نسبت فرماتے ہیں) فَرَأَىٰ اَنۡ اِخۡتَالَكَ اللهُ وَانۡتَ اَكۡمَرُ
 تو آپ یقین کر لیں گے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار کسی کے دل میں فلا کا خوف ہو سکتا ہے۔ اور ان اس قدر انابت الی اللہ کسی کو شہسرا سکتی ہے جو آپ کو حاصل تھی۔ تو اس اصول کا نتیجہ جن کو اس ذمہ داری نے اختیار کیا ہے۔ بلکہ اس کے کیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ با اللہ ایہ کہا جاتا ہے کہ آپ حقیقت کے بیان کرنے میں سب سے کم

کھو گیا کہ لاطنہ طے قلب بشر سے نکلے جسمانی کی نفی ہوتی ہے اور قرآن مجید کی سیکنڈوں آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیسیوں احادیث نشیل پر محمول ہیں تو اہل علم کو اس سے پرہیز تھا کہ لاطنہ طے قلب بشر سے کیا مراد ہے، اگر بالکل عام ہے تب تو یہ نفا ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اور اگر کسی خاص قسم کے طور کی نفی کی گئی ہے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ جنت میں سے خواہی خواہی جسمانی لذت کو خارج کیا جاوے۔

تاما شا ہے کہ نکلے جسمانی کے منکر اس کو تو جائز رکھتے ہیں کہ سیکنڈوں آیات اور روایات کو ان کے عقیدوں معافی سے بصیرت کی نشیل پر عمل کر لیں۔ مگر ایک دلائل میں قلب بشر ایسا میل ہے کہ اس میں کسی طرح ادنیٰ تصرف بھی جائز نہ رکھا جاوے حالانکہ عبادت کے موافق اس میں کچھ بھی اشکال نہیں۔

مثال سے اس کی تشریح

اگر سلطان العظم کسی معمولی عالم کی دعوت کر دی تو اس کو پورا بیچن ہوگا کہ وہاں ضرور پر گفت کھانے تیار ملیں گے۔ اور اپنی مصروفیات کے اندازہ کے موافق اس نے کچھ شہرت بھی کھا تو اس کی ضرور اپنے ذہن میں سوچا دیکھ ہوگی۔ بلکہ نہیں

جرات کر سکتے ہوں گے اور جو کچھ فرماتے ہوں گے وہ نکلے اسلام سے بھی زیادہ لوگوں کی عقل کے خلاف اور مقصود خداوندی کے منافی ہوگا۔ کہرت کلمتہ تخریج من افراہم ان یقولون الا کذا جاہلی تکاد السنون یغظرن منہ وتنفق الازرعن وتغصرا لجمال ہذا الایۃ

یاد شدہ ان لوگوں کی توجیہات کا نشا یہ ہے کہ جس شخص کا دل خوف سے خالی ہو قسوة اور غفلت من اللہ اسی پر چھا گئی ہو شیطان کے تسلط نے اس کو پورا بیباک اور شورش بنا دیا ہو تو شاید وہ اصل حقیقت اور صداقت کا اظہار نہایت جرات کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اور صحت اس سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ خداوند رب العزت کی صحیح بیچ مراد کو کچھ کر نام مخلوق کو خدا کے دین کی طرف متوجہ کر سکے اور ان کے دلوں میں اس کا سچا نشانہ آمار سکے۔ بے شک ایسا ہی ہوتا اگر ہمارے دوشی کو پیدا کر سکتی اور بول دہاڑے سے خطر کشید کیا جا سکتا۔ اور جب ایسا نہیں تو کہہ دو کہ ما یستوی الاغنی والبعیر ولا غلمان ولا النور ولا الظلم ولا الخمر وما یستوی الاحیاء ولا الاموات الایۃ۔

اس موقع پر میرے واسطے سب سے زیادہ محبوب بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی ایسی گستاخانہ اور ہالواد توجیہات سے بعض فیہد اہل علم کو کیوں شبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایک گورہم سے بصیرت نے آنا

فرس کر دو کھانوں کی فہرست کبھی جوتی چلے ہی سے اس کے پاس مصلح سلطان سے پیش کی تھی۔ مگر جب دسترخوان پر پہنچا تو ہمیں کھانے اس نے ایسے ہانے جو اس نے پہلے کبھی خوب میں بھی نہ دیکھے تھے۔ اور ہمیں ایسے ہانے کہ جن کا تجربہ ہوا تھا مگر وہاں ان کی ترکیب ہی کچھ اور تھی۔ اور لذت اور مزہ ہی دلا کر تھا۔ پھر اچانک سلطان نے میں جب جہاں طرح کے تکلفات اس کو نظر پڑے جنہوں نے اس کی آنکھیں خیرہ کر دی۔ اور سلطان اعظم نے اس کا اس قدر تپاک سے غیر مقوم اور احترام کیا کہ وہ بالکل مبہوت ہو گیا۔ اب وہ شخص وہاں سے واپس آکر اگر اپنے ہمشینوں سے یہ کہے کہ اچانک سلطان نے میں اس طرح کے تکلفات اور اعلیٰ طعام اور لذتیں کھائیں۔ اور سلطان نے میری اس قدر تعظیم اور عداوت افزائی کی جس کا میرے دل میں غلطی اور وہم و خیالی بھی نہ گذرا تھا تو اس کے معنی اس کے سوا کیا ہیں۔

کہ اعزاز و اکرام اور عداوت کا وہ انتہائی درجہ جو اس نے ایک ایسے جیسے باہاد و جلال بادشاہ کے دربار میں دیکھا وہ اس کے حوصلہ امید سے باہر تھا اور اس کی توقعات کی حد و بازو وہاں تک کبھی نہ پہنچی تھی اگرچہ نفس اعزاز اور عداوت کا اس کو پہلے سے یقین تھا۔ تاہم یہ کیفیت اور ایسا شاعرانہ اپنے اعزاز و احترام کا اس کے خیالی میں نہ تھا۔ اسی طرح یاد رکھئے

کہ جس سیوڑوں اور پیلوں وغیرہ کے نام حوالے جنت کی فہرست میں ملے گئے ہیں اگرچہ آدمی کتنی ہی پر واز ان کی اعلیٰ کیفیات کے سمجھنے کے لئے کرے لیکن چونکہ اس کی بد واز ان کی سموات کے ذائقہ تک محدود ہے اس وجہ سے اس کے خیالی و غلطی میں بھی جنت کے پیلوں کی اعلیٰ سے اعلیٰ کیفیت نہیں آسکتی فرض کرو کہ ایک شخص نے مستقل طور پر کھانے اور نہ کبھی دیکھا جو اب اگر اس کے سامنے ملوانے مستقل کی تعریف کرے تو آج وہ اتنا یقین کرے گا کہ وہ کوئی قسم ملوسے کی ہے اور کھانے کی چیز ہے لیکن اس کی صورت اور رنگ اور مزہ اس کی جو کچھ اہل دماغ و نظریات آئیں گے تو اپنے دماغ کے اندازہ کے موافق آئیں گے۔ خواہ وہ کتنا ہی اپنے خیالی کو آگے نہ بڑھانا چاہے اب اگر اس کو کبھی اتفاق سے ملوانے مستقل کھانے کی فہرست آ جاوے اور اس وقت وہ مزہ ملے کہ بولی اٹھے کہ یہ مزہ اور لذت تو خیالی اور گمان میں ہی نہ تھا تو نکال کر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس اعلیٰ لذت تک خیالی کی رسائی نہیں ہوتی تھی یہ کہ اس کے نفس مزہ اور لذت کا تصور بوجہ ناہمی نہ تھا۔ فرض کرو کہ افسانہ نامہ کا ایک ہمارے ہاں میں کی نظر دنیائے تمام عظیم اداں ڈرائیوں کی تاریخ پر تھی یہ کہہ کر بھیجے کہ آج جو مدد جرمی نے ورڈوں پر کیا جس کی اطلاع ہمارے

ہاں سوسوں نے پہلے سے وہی تھی کہ حملہ ہونے والا ہے اور اس طرح جو تعداد مت فراہم نے اس حملہ کی کی اور جس شدت کی جنگ ہوئی اور جس نعرہ کاروں پر آؤ آنگھوں نے کبھی دیکھا تھا اور نہ کانوں نے سنا تھا اور نہ دل میں اس طرح کا کبھی خیال اور غم نہ گزرا تھا تو تو یہاں لاشعور میں قلب بشر سے نفاکے ہنست کا ارتقا کرنے والے یہاں میں شاید یہ کچھ لگیں کہ اس حملہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ پر جنگ ہی نہیں ہوئی کوئی ایسا جمہول انگلہ اور نامعلوم الحقیقت واقعہ برپا نہیں پائی آیا ہو گا۔ جس کے ہونے کو اللہ نے ناکارہ کے ہر نگار نے اس تخیل میں بیان کیا ہے کیونکہ جب وہ لوگ یہ دشمن کے حملہ آور ہونے کے ارادہ پر پہلے سے تیشی اعلان ہو چکی تھی تو یہ کہنا کچھ صحیح ہو سکتا ہے کہ اس حملہ کا خیال اور وہ ہم بھی نہ تھا دل میں تو یہ حملہ غمور کر چکا تھا اگرچہ کتنی ہی کم حیثیت میں کیوں نہ ہو۔

اب آپ ہی اوقات سے فرماویں کہ ان سب مشاغل میں پہلے سے دل میں غمور نہ ہونے کے کیا معنی ہیں اگر وہی ہنست وہ خطر میں قلب بشر میں لے جاویں تو کیا مضائقہ ہے۔ اس کے بعد میں وہ بات کہتا ہوں کہ میں سے ہنست کا تاثر ہو جانے اور مصنف فریم کے لئے انشاء اللہ العزیز قیل و قال کی گھنٹا کش ہے درج ہے۔ جس حدیث سے منکر یہ احتیاج کر رہے ہیں اس

کے الفاظ سے ان اعدوت عبادی الصالحین مالاہین مراامت دلائل امن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ جس کا ترجمہ صرف اس قدر ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے واسطے ایسی چیز تیار کی ہے۔ جس کو نہ آنگھ نے دیکھا ہے اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں اس کا غمور ہوا۔ "بیش ازین نیست" کہ اس سے جنت میں ایسی چیز کا موجود ہوتا ثابت ہوا کہ میں کی حالت ہے لیکن اس الفاظ سے نکلتا ہے کہ ایسی چیز کے سوا میں کے یہ اوصاف ہیں اور کوئی چیز جنت میں نہیں جس کو فرضیہ کیجئے۔ آنگھ نے دیکھا ہوا کان نے سنا ہوا دل میں اسکا خیال گزرا ہو یہ دلیل ایسا بنا ہے کہ آپ کو کوئی مدعو کرے۔ اور یہ کچھ کہ آنگھ ہم نے تبار سے لئے ایسی چیز تیار کی ہے جو تم نے کبھی نہ کھائی ہوگی۔ اس کا کس کے نزدیک یہ مطلب نہیں، کہ میں اس چیز کے سوا دسترواں پر کوئی ایسی چیز نہ آئے گی۔ جو آپ نے کبھی کھائی ہو۔ ایک سوداگر یہ کچھ کہ میری دکان بند آج کی اس قسم کے کپڑے آئے ہونے میں جو آج تک آپ نے کبھی نہ دیکھے ہوں گے تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ دکان میں ان کے سوا ایسے خزانہ ہوں گے۔ جن کو ہم نے کبھی دیکھا ہو۔

اس طرح اگر یہاں کچھ ہائے تو کیا مراد ہے، کہ جنت

اور راست اور عیسیٰ کا خزانہ ہے اس میں کسی تکلیف کا نام اور نشان نہ آئے ہائے اور جو ربیع اور تکلیف اور مصیبت کا خزانہ ہے اس میں راست کا اور خوشی کا شاگرد نہ پایا جاسکے۔ تو کیوں حالت کا نکاح نہ لیتے۔

مولانا رحمی کی ایک مثال

مولانا جمال الدین رحمی نے یہ فرمایا ہے کہ جہنم اور اس کی نعمتوں کا انکار کرنے والے ہب دم مار میں تھے اس وقت ان سے ار کوئی جا کر کہتا کہ اس تکب و ہماریک کو غلطی سے تم باہر نکلو اور یہ میںیں کا تپاک خونی کھانا چھوڑ دو۔ تم کو باہر ایک ایسا وسیع زمین و آسمان نظر چلے گا کہ جس کی وسعت سے تہا ہی اس جہ سے کی نسبت ایک اور کروڑ کی میں نہ ہوگی۔ اور ہب تم یہ تپاک لٹا دو تم ملٹا چھوڑ دو گے۔ تو تم کہا بیت خونی رنگ اور خوشی دانقہ عطیت لٹا دی جائے گی۔ جس کے بعد تم اس لٹا کو کہیں نہ یاد کر لے تو یہ منکرین ہی انصاف سے بتا دیں کہ کیا وہ دم مار میں ان باتوں کو باور کر سکتے تھے۔ وہ بچے اوپر اوپر اور نظر و دل لٹاتے اور دم کی جھل کے سوا کچھ نہ دیکھتے میں لٹاؤں کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ یہ بھی کہتے جو جنت کے کھانوں کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ سب تمہارے

میں ایسی نعمتیں بھی ہیں کہ جن کا میں وجہ خطور پہلے ہوا ہوا اور انہی میں جو کہیں دست انفر خیال میں نہ آئی ہوں باقی جنت کی نعمتے جمانے کا تصور کر کے ایک غیر مذہب جمانے کا فرض انجام دیا گیا ہے تو اس کا جواب ہمارے پاس کچھ نہیں۔ بجز اس کے کہ ان تصور و امانا فانا تصور منکو کما تصورون ضنون تعلمون من یا شہ عذاب بھاریہ۔ و یحل علیہ عذاب مقیم۔

یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ زبان سے خدا کے وجود اور اس کے غیر محدود قدرت، کھنے اور کتاب اللہ کو ماننے کے باوجود اس طرح جہنم کر کے اس کی لامحدود قدرت و حکمت کو اپنی عقل کی کلیا میں بند کر دیتے ہیں۔ یہ معلوم جنت میں کون سی چیز ایسی ہے جس کا پیدا کرنا اس قادر قیوم کے لئے آسمانوں اور زمین اور چار سو سورج اور ستاروں اور پہاڑوں سے بھی زیادہ دشوار ہے یا آگ پانی کا ایک کرہ یا آگ کا ایک کرہ اور ایک طبقہ پیدا کرنا سراسر اس کی حکمت اور دانائی کو حق کر کے ہے اور پھر ان کے تصورے تصورے اجزاء کو محفوظ کر کے آدم کا غیر بنانا اس حکمت کے اظہار میں اور چار پانچ لگانا ہے کہ اسی طرح اگر اس دنیا میں اس نے راست و تکلیف کو محفوظ پیدا فرمایا اور ان دونوں کے واسطے ایک ایک کرہ اور لٹری طیارہ طیارہ بنا دیا کہ جو جسمانی اور روحانی خوشی

نیا لگتے اور وہ ہم ہیں نہ اس مکان سے وسیع کوئی مکان ہے ، اور
 نہ اس نذا کے سوا کوئی نذا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت
 بظاہر سے ان کو بھی ماورے باہر نکالا اور انہوں نے وہ سب چیزیں
 دیکھیں جن کی ان کو خبر و پیمانی تھی اور اب کوئی تردد اس میں
 باقی نہ رہا۔ پس شیک شیک بھی مثال ہمارے نزدیک ان
 تلک نکلوں اور کور ہاتھوں اور دنیا کے بد مستوں کی ہے۔
 نہ ہرگز ان چیزوں کو تسلیم نہ کریں گے۔ جب تک کہ ان کو
 دیکھ نہ لیں گے۔ اسی خیال کے شخص کی گارنٹی کا سرور ہمارے استا
 دام فریضہ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ۵۔

ساتھ میں کو نہیں تھے بچے پینچے وہاں

اب بیٹا اس جواب کو ختم کر رہا ہوں۔ کیونکہ بندہ کو فرصت زیادہ
 نہیں ہے۔ اخیر میں آتا اور گزارش کرتا ہوں کہ آپ نے جو ایسے شخص
 کا شرفاً منکر و باقت کیا ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو اس کا استغناء حضرت
 سلفی صاحب سے کریں۔ بندہ تو فقط ایک عبارت حضرت شاہ ولی اللہ
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لکھے دیکھتا ہے جو ہمت اللہ اب ظاہر میں ہے عالم
 مثال کے ذکر میں جو احادیث لکھے ہیں ان کے ہاتھ والوں کے انہوں
 نے تمہیں درجہ کئے ہیں جن میں کیسریہ ہے۔

او بیجا ہا عشیرۃ لخدم معان وان احادیث کو تمہیں پر عمل کیا جائے۔
 اخروی ولست اریا لفقیر علی الخلق جن سے حدیث معانی کی تفسیر منسوب ہے۔

من اهل الحق وقد صدر الامام
 الغزالی فی مناقب القبر تک المقاتل
 وثلث حیث قال امثال هذا
 الاخبار لہا ظاہر ہر صوریہ وانشاء
 غیبیہ وکتبا مقداریا بصبوریہ
 وخصیۃ لمن لم یکنش لہ حقاً
 فلا یستغنی ان ینکر ظواہر جاہل
 انک وہجانی الاجامی التسلیم
 التسلیمۃ۔ وجہ اللہ ہا لولت

اور یہ ایسے شخص کو جس کی تیسری وہ پیمانی
 روح الی حق میں شہد نہیں کرتا اور ہم خدائی
 نے بھی صاحب فریضہ کے بیان میں یہ نہیں دیکھا ہے
 کتا یہی بیان یہ لکھا ہے کہ اس قسم کے غیبیہ
 کے ایک نوا پر معنی میں جو سب بھی ہو سکتا
 ان کے ذاتی اصول ہی جو الی صبرہ کے ہی کیا
 والی ہیں۔ تو میں شخص پر حدیث کی تکلف
 دہریہ اس کو یہ صاحب نہیں کہ وہ ظاہر
 بھی ظاہر کر چکے۔ بلکہ وہ کم ایمان ہے کہ
 ان کو تسلیم کہ اللہ ان کی تفسیر کرتے۔

میرے کہ اس سارے خط کو آپ میرا ہی فرما کر ہمارے صاحب مضمون
 اور بھی موزوں حمد و ثناء صاحب کو ضرور سنائی اگر کچھ اصلاح فرمائی
 تو مطلع کریں۔ والسلام اور ان دونوں سامیوں سے بہت بہت سلام بڑا
 کا عرض کریں۔ اور عرض اللہ کا جو آپ کو خطاب کر کے تیرے گلے میں
 ان سے فی الحقیقت آپ ملو نہیں بلکہ وہ شخص ملو ہے میں کا یہ عقیدہ ہو
 فقط۔

المرافقہ

عظیمیہ احمد عثمانی معنی اللہ عز و جل دارالعلوم دیوبند
 ۳۰ رجب الثانی ۱۳۳۵ ہجری

وَقَضَىٰ رَبِّيَ فَعَلَىٰ وَاللَّيْلِ

تحقیق الخطبہ

کیا خطبہ اردو زبان میں جائز ہے؟ خطبہ جمعہ اور جمعہ سے متعلق بعض اہم سوالات کے جواب

۱۰

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

ہ ظہر

ادارہ اسلامیات، لاہور

تحقیق مسئلہ خطبہ جمعہ

بزبان اردو فارسی وغیرہ

کیا جمعہ کا خطبہ اردو میں جائز ہے ؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

۱) زید کہتا ہے کہ خطبہ جمعہ و العیدین بزبان عربی سنوں سے بزبان اردو یا دیگر غیر عربی زبانوں میں خطبہ پڑھنا سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام میں صحیح نہیں ہے۔ بہت ہی عمدہ ہے۔ فقہ اہل سنت کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ عربی و عجمی ہے کہ خطبہ مذکور سامعین کی زبان ہونا چاہیے۔ خواہ زبان اردو ہو یا فارسی، عربی ہو یا ترکی، ہندی ہو یا انگریزی۔ اور خطبہ کو سامعین کی زبان میں پڑھنا ہی صحیح اور اہل سنت ہے۔ کیونکہ خطبہ کی عرض و مفاد و تذکیر اور احکام کا سنا سنا ہے اور یہ عرض زبان مراد ہے۔ لہذا میں خطبہ پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

عمرو یہ سوال بھی پیش کرتا ہے کہ عیدین کی نماز کے بعد جو خطبہ بزبان عربی پڑھا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے وقت خطیب کے مخاطب آیا اور انسان ہوتے ہیں جن کی طرف وہ سزا کر کے کہتا ہوا ہے یا اور کوئی مخلوق یا اور

یہ کہ عیدین کے متعلق مسائل و احکام بیان کرتا ہے۔ اس سے عرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو مسائل و احکام سے آگاہی ہو یا اس کے سوا کچھ اور۔

عمرو اپنے دعویٰ پر حسب ذیل کتب اللت۔ اعاریٹ۔ فتاویٰ سے استدلال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صحابہ کرام نے اس سے یہاں تا اب اس خطبہ اہم خیانت اظہار میں ہے خطبہ آج کی صورت خطبہ و نصیحت و حفاظت حق اللہ و اللہ و اللہ کتاب و تزیین و تزیین میں اس پر سے پڑھنا سننا منقول ہے۔ کہ میں اس میں کتب میں اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید تلاوت فرماتا ہے و بعد اللہ عزوجل کو یا ہم اللہ اللہ و فی عالمگیری میں خطبہ کی سنتوں میں و خطبہ کا اور کچھ آج تحریر کیا ہے و نقل صحابہ کرام و انہما و اما سنا ہے و الخطبہ مخصوص مشرفہ قال بعد و اللت و ما شرفا الخطبہ و اللت کبر و اللت کبر۔ اب عیدین میں ہے اسنا جعل الخطبہ لتعليم الكفار من ہے و الخطبہ تمام الخطبہ خطبہ مبارکہ اجزاء و حصول المقصود و هو الوعظ و التذکیر اور اللہ عزوجل عالمگیری میں ہے و دیگرہ خطیب ان خطبہ ان حال الخطبہ الا ان يكون امر بصدق جائز میں ہے فان انتقص عن ذکر ما، جائز مند و مند و نقل لادب من و كقولہ في خطبہ لان الخطبہ هي اربعه ا و التمهيد و الخطبہ و ايضاً خطبہ جائز میں ہے و خطبہ جمعہ مسأله خطبہ میں عدم اسنا خطبہ مند و الخطبہ و اللت و اللت اونها مشرفه لاجلہ کہیں استعا، کہ کہہ لاک مشرف و با و ای خطبہ جمہ و ماہو کہ خطبہ کے معنی اور اس سے مقصود کیا ہے اور آیا وہ زبان عربی میں پڑھنے سے کہا ہو سکتا ہے یا نہیں اور زبان غیر عربی

اولاد فی الخطیۃ یا علیہم یا وحفظ
 قاذوا اشتعلوا بالکلام لم یجدوا حفظ
 ابواہر شیئا یسود و یسود صحری
 وکلن انکل من الیہ خطیۃ یضرب اللہ
 حدہ انداکون یضربہ ورنہ یضرب علی عظم
 (مشکوٰۃ ص ۲۰۳ صحری) کرتا ہے۔

قرنی کی عبادت سے ثابت ہو گا کہ اگرچہ صحابہ میں رضی اللہ عنہم تھا فقط ایک
 تفسیر یا تہذیب و تہذیب کو خطبہ کہنے کے کافی نہیں سمجھتے تھے وہ بھی خطبہ کو جو
 ذکر ہی قرار دیتے تھے۔ اس پر شرط لگاتے تھے کہ وہ ذکر طویل ہو۔ آیت تفسیر
 صحیحہ کہ خطبہ کا المطلق ہے اس پر شرط ہو سکتی ہے۔ چاہے میں ہے۔
 فان اقصوا عنہا و اصرأ شد جانہ
 عند الیہ خطیۃ ورحمہ اللہ وقل
 لا یجہون وکفر طویل یعنی خطیۃ
 یعنی اللہ پر میں ذکر طویل کی شرط میں کھلا ہے۔
 تیل اقلہ عندہا قدرہ الشہدہ۔
 کہا گیا ہے کہ ذکر طویل اکثر وہ صحابہ کے
 نزدیک ہے جہاں شہادہ کی ہے۔
 اور علماء میں ظاہر ہے روا کرتے ہیں اسی قول کے تحت میں کھلا ہے۔
 فی الہدایۃ و ہون مقدار ثلث ایات یعنی
 اکثر وہ قلیل مقدار الشہدہ۔
 یعنی تہذیب کی ہے جو حضرت کہا کہ خطبہ کی ہے۔

اور عقرب سیدہ قتیق زیدی منہی امیر صلوات کی شریعت میں تحریر فرماتے تھے۔
 و من الیہ خطیۃ یضربہ اللہ صری
 الخطیۃ من ذکر عندہ العن شدہ قتل
 نحو تسبیحہ او تعذیبہ او تکبیرہ
 مع الکرہۃ و علی التی یذکر بہا و
 یخبر فیہا الذکر من خطبہ یذکرہ
 یتناجی الی تہذیب و ہون عندہ رواۃ
 کا لفظ صبیہ و قال ابو سعید و محمد بن
 من ذکر طویل یعنی خطیۃ قیل اللہ
 قدر الشہدہ الی قولہ عبیدہ و رسول
 حسن و صلوات و وہا المسلمین
 شہدہ ایماہم مطبوعہ مع
 جلد شانزہ ص ۲۲

خطبہ کی حقیقت

اس طرح کی سوکڑوں جہاں کتب فقہ میں موجود رہی ہیں کا استقصا
 ہے خاڑہ ہے لیکن اب بعض ایسے اقوال نقل کرتا ہوں جن سے ثابت ہوگا
 کہ خطبہ کی اصل حقیقت شرما و لغزہ مطلق ذکر سے زیادہ نہیں ہے بلکہ لغزہ
 تو ذکر اللہ کی بھی تفسیر نہیں مطلق کلام کو خطبہ کہتے ہیں۔ اگرچہ عرب فارسی

عقبات و نحو: اللہ عن اللہ معبود
 اللہ تعالیٰ عن اللہ معبود
 علیہ فیکل ان اولیٰ من مرکب صعب
 و انما انما بکرم و صبر و کفایت و ان اولیٰ
 المقام سقا و انتم انی اعمال انما جنت
 وان اعلم انکم انکم انکم انکم انکم
 انشاء اللہ تعالیٰ و استغفر اللہ لی
 و لکم و لکم و لکم و لکم و لکم و لکم
 منہم فکلان بعد ان اعلم انکم انکم
 اشقی طریقا و علی ان الخیر منکم
 خطیبة النہر و ان لم یسم بہ عرفا
 و اللہ اعلم الراعی۔ و شرحہ ابو سعید جریڈ ص ۱۳۳

اب و اباج جو گیا اس پر کہ ذکر طویل غیب کے لئے شرط نہیں ہے اور
 اس بات پر کہ الحقیقہ بھی اللہ کے اقتباس سے غیب ہے۔ اگر پر حوت میں اس
 کو غیب دیکھتے ہوں۔ و اشرف الم۔
 اس کے قریب قریب وہی ہائے فتح القدر میں لکھتے ہیں۔
 فلان اصحابا منہم افاضل منہم
 اشرف طہا و اما لکے کون اللہ
 اللہ و نحوہ اشرف خطیبة النہر و

ان لم یسم بہ عرفا

کے اعتبار سے اس کا نام غیب ہے۔

پندرہ سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

و الخطیبة القرآنی انما اشقیطہ باعتبار
 المعادوم العفری لان الخطیاب مع
 اهل تکلف اللہ و یلزمہ یتمتعون و
 ولان هذا العرف انما یستعمل
 محاورات الناس بعضہم بعضا
 علی مفرہم فاما فی امرہم العبر
 وہی تعلقی و یستعملہ حقیقا۔ الفہم
 کے اعتبار سے ہے۔

پس جبکہ اس تمام اقوال ذکر و یاد سے یہ ثابت ہو گئی کہ اصل غیب
 مطلق ذکر ہے۔ اور غیب کے مفہوم حقیقی اور بالذات ذکر کے سوا اور کچھ نہیں تو
 لہذا یہ دعویٰ کرنا غیب کی نوعی و عطف و تذکر اور اسلام کا ناسخ ہے اور
 طوائف زبان عربیہ میں ہی غیب پر حنفی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بالکل صحیح نہیں
 ہے اور ج شواہد اس نے کتب فقہ و لغت سے پیش کئے ہیں وہ جہاں لغت مذکورہ
 بالا مختلف کے بعد کسی قسم کے نزدیک ثابت ہوا نہیں۔ کیونکہ ہم ہر طرح سے
 چنے میں کہ غیب اصل لغت سے شرح میں معنی ذکر کا نام ہے۔ لیکن خوف نام
 اور واضح متبادلت کی وجہ سے گاہ بگاہ اس کا اطلاق نیز لغت میں لغت و
 تذکرہ ہی میں کو دیا جاتا ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ ہمارے ماہر لغت کیونکہ
 اگر کوئی شخص قرآنی شریعت کی ایک دو آیتوں کا ترجمہ چند سائیلین کے

رو پر کرے یا وہ ایک دو ستر فضی بیان کر کے چن جائے تو کوئی اس کو یہ نہیں کہتا کہ اس نے وہ لفظ کہا کیونکہ عرف عام میں اس لفظ کے سلفے ہند خصوصیات ایسے غیر کئے ہیں کہ ان کے بغیر عوام ہر ایک پندہ نصیرت کو و لفظ نہیں کہتے۔

پس جب غلبہ اصل میں معنی ذکر کا نام ہوا تو اس کی ضرورت نہیں رہی کہ غلبہ بعض سامعین کی رعایت سے قرآن درج اول اور اہل جنت کی زبان چھوڑ کر آخری ہی اور ہانپائی میں غلبہ ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ غلبہ سے اصل مقصود و لفظ تذکیر ہے تو یہ کہ قرآن شریف ہجو کہ آئین اور اخروی منہاجہ یا جنتوا دہم کے سلفے آباد کیا ہے اور جس کے ادا کرنے والے نے اس کے حق میں صاف کہا ہوا لیکن فلسفین نذہرا۔ اور جس سے مقصود و لفظ صلیح نام اور لفظ صاف سے لے کر اور کچھ نہیں ہے وہ اس لئے عربی زبان میں آکر اور ماہرین لغت و عربیہ شہابیہ انہی زبان شریفہ اور تمام جموں کے ذمہ فرض ہوا کہ وہ بھی طرح ممکن ہو اس کو پڑھیں اور لکھیں تو اگر فقہاء کلام غلبہ کی نسبت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہجو تمام سنت اہل سنت کے ہر جہ کے تعالیٰ کو دیکھ کر یہ حکم لگا دی کہ وہ مسلمانوں کی سرکاری ہی زبان میں ہونا چاہیے تو کیا جدید ہے مسلمانوں کا فرض نہیں ہوگا، اگر وہ اس

و لفظ پندہ متفق ہونا چاہتے ہیں تو اس سرکاری زبان عربی کو لکھیں یا لکھتے ہوں اور اس سے درج اول کر لیں تاکہ ان کو غلبہ کا ترجمہ ہی یاد رکھیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فارسی میں تشریف لاکر غلبہ فارسی زبان میں نہیں بلکہ عربی زبان میں پڑھتے تھے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبہ قدس سرہ نے سولہ کی شرح میں تحریر فرمایا ہے اور شاہ و اس نے امام لا مثنیٰ نے جو کہ اعیان شوافع میں سے ہیں کہا ہے کہ وہ اہل سنت و کون الخلیفۃ کلمۃ بالعربیۃ وجہات الصحیحۃ اشترطوا قائمین لغیر من یحسن العربیۃ غلبہ لغویا و یحب علم الامم والاسماء والاجمعۃ لغہ۔ مقول من شرح الاحیاء لغویہ من لغت ابن ہدی جلد ثامن ص ۲۱۲ اور کچھ وجہ ہے کہ صحابہ میں رضی اللہ عنہم باقاعدہ عربی کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ کسی دو سنی زبان میں غلبہ پڑھے تو یہ کہیں نہیں۔

امام صاحب اگرچہ صحیح کہتے ہیں لیکن پسندیدہ ان کے نزدیک بھی یہ ہے کہ عربی میں پڑھا ہوا ہے۔ اور نماز میں شروعات فی الصلوٰۃ کے متعلق یہی قول نقل کر کے لکھا ہے۔ و علیٰ ہذا الحدیث الخلیفۃ وجسیع الاما کا اراد مقولہ۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب کوئی مضمون کسی عبارت میں ادا کیا ہوا ہے تو مضمون کے ساتھ الفاظ اور ان کی ترکیب بھی ضرورت اور عقل و عرف کے اعتبار سے ایک بڑی حد تک قابل مبادرت ہوتے ہیں قرآن شریف تو حکم الہی ہے۔ اس لئے مضامین کی مماثلت کے ساتھ اس کے کسی ایک لفظ اور ایک شرط کو کوئی جڑے سے بڑا نہیں اور فرشتہ بھی

تبدیل نہیں کر سکتا اور اگر اس کی تحدیدی سی بھی اجازت ہوتی تو یقیناً اس
 ترمیم و تفسیر کا سلسلہ نالائقوں کے ہاتھوں سے اس حد پر جا کر نہیں ہوتا
 جہاں آج کتب محدثین پہنچے مترجمین اور ترجموں پر قناعت کرنا اسے
 پانچویں سلسلہ سماجی کی بدولت نظر آ رہی ہیں۔

اس لئے اگر اسلام نے تو قرآن شریف سے بھی گزرتا کہ رسول اکرم
 (خداہ آئی و انہی کے کلام میں بھی اس وجہ احتیاط کو کام لیا جائے کہ
 وہ تا امکان حدیث کی روایت باہلہ ہی کو مسترد رکھنے کی کوشش
 کرتے ہیں اور جہاں کہیں ایسا نہ کر سکیں تو بہا اوقات او حدیث قابل
 کہہ کر خارج الذمہ ہو جاتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک
 مرتبہ یہ نصیحت کی کہ یاہی الاسلام علی خمسة ان یوحدا لله و اقام
 القنولہ و ایفاء الخلوۃ و صیام رمضان و الحج - جس میں ایک شخص
 نے اس کو بول دیا کیا " و الحج و صیام رمضان - تو ان کو نے فرمایا کہ
 نہیں و صیام رمضان و الحج حکذا ا سمعت من رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم۔

خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک وعار
 تفسیر فرمائی اس میں " و تہذیب الذی ارسلت - یہ الفاظ بھی تھے۔
 اس نے اس کے پاس " و رسولک الذی ارسلت - پڑھا تو یہ سارے
 صحیح بخاری میں ہے آپ نے اس پر انکار فرمایا اور " و تہذیب الذی

ارسلت - کو پھر دہرایا۔ ایک خطیب نے آپ کے عہد مبارک میں ومن
 یصدوا خلف منی - بھاغی من بیس اللہ و رسالہ کے کہا تو آپ کی
 جناب سے اس کو "بیس الخطیب" کا خطاب ملا۔ ان چند نظریات سے جو
 نمود کے طور پر پیش کی گئی ہیں یہ خوب واضح ہو گا ہے کہ شریعت نے
 نے مضمون کے ساتھ ساتھ الفاظ و عبارات کی بھی انتہا و حد تک نگہداشت
 کی ہے اور ان کو محض لغو اور بیکار چیز تصور نہیں کیا۔

اس لئے بنیادیت ضرور ہے کہ ہماری لفاظی اور ہمارے طریقوں مطبقہ
 میں بھی الفاظ و عبارات منقولہ کی لئے حسب تقاویۃ اللہ بہت کمال نگرانی
 کی جائے خصوصاً غلیظت الجملہ میں جسکو متفقین نے جس حیثیات سے نوکرت
 ظہر کا قائم مقام قرار دیا ہے چنانچہ تو بارشائخ حنفیہ میں سے بھی بعض
 صحاح کا یہ قول ہے بسوط سرمدی میں منقول ہے " قال بعض مشائخنا
 المظاہرہ تقدم رکبنا اولہذا لا نقولہ الا بعد دخول الوقت -

اگرچہ خود امام سرمدی کے تو یہ ایک یہ قول اس امر سے زیادہ صحیح نہیں
 کہ خطیب میں استقبال نہیں ہوتا اور نہ آداب خطیب میں کلام کرنا اس کے لئے
 قائل ہے اور نہ اس کے لئے وضو شرط ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر نائب و غیب میں ایسی بیخبر اوجہ و مشائخ
 شرط ہو تو شاید ہم بھی وضو اور غسل کا غلیظہ ذہن کے اور نہ ہذاہ کی
 چار گنجیری چار رکعتوں کے قائم مقام ہو سکیں۔ خدا کہ خود امام حجاز نے بھی
 کا اعتراض فرمایا ہے۔

بہر حال عقیدتیں نے اسی کو اپنے موقع میں مزاج بھجایا ہے کہ غلطی اہل
دور کھستے ظہر کے ظلم مقام ہے۔ اسی اعتبار سے اس میں عربی زبان کی روایت
اور بھی اہم ہوئی جاتی ہے۔

خطبہ عربی زبان میں عقلی طور پر

اگر عقلی حیثیت سے بھی یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ جو کہ بہت
بڑا شعار اسلام ہے۔ عربی ہی میں پڑھا جاوے کہ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ اقوام
عالم میں سے کسی قوم کو جب خدا تعالیٰ دنیا میں ترقی دینے کے لئے فرماتا ہے،
تو اسی کے تمدن کے سامنے تمام دوسری اقوام کی گزریں اور غاوا کہ ہانک
جاتی ہیں اور اس کے آثار قاسمہ کا تسط خود بخود دینے فوت انسان کی حالتوں
پر قائم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قوم ہی جاتی ہے لیکن اس کے آثار
نہیں ہاتھ آتے اور وہ مٹ جاتی ہے مگر اس کی یادگار رہی نہیں بنتیں۔

زبان کا اثر اقوام پر

جس بزرگ مسلمان ہمیشہ یہاں سے ہونے کے عرب سے نکل کر چلا
و آگاہ عالم میں اپنے مذہب کی ستاری کہنے کہنے سے بڑھے تو ان کا علم
تعلیم انسان تو ہی بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا اور چہاں چہاں ان کے
دیار کے قدم پہنچتے گئے تو ان کی حکومت کے ساتھ ان کا مذہب اور ان
کا تمدن بھی اپنے قدم چلا گیا۔ اکثر بڑی بڑی اقیسوں کے تمدنوں کو مٹا

کہ اسلامی تمدن نے ان کی جگہ لے لی۔ زبان جو کہ سیاست تمدن کے
دو پہلو ہیں کے نزدیک انسانی تمدن کا ایک بڑی اہم جہ ہے اس کی درست اور کو
کسی قوم کی ترقی و تہذیب کے جانچنے میں بہت زیادہ دخل ہے اور مسلمانوں
کی تمدنی زبانیں عربی ہیں۔ دنیا کو ہم اس وجہ سے کہ ان کا مذہب بھی ان کی
قومیت ہے ان کی قومیت ہے اسی کی قومی زبان ہی کہہ سکتے ہیں، قدرتی
طور پر ان کی قومیت عام ممالک کہنے کی استعداد بہت زیادہ تھی، چنانچہ وہ بہت
عربوں کا گزرا، کسی ملک پر چڑھا تو یہاں بہت تہذیب سے دیکھا جا سکتا ہے، کہ ان
کی قومی اور تمدنی زبان عربی زبان اور انہیں اسی تہذیب ہوتی کہ ان کے مذہب سے
جہلے کہ بعد بھی اس نے عربی حکومت اور ان سے نہیں اٹھائی۔

اسی کو کہتے ہیں ان کہتا ہے کہ زبان عربی کی نسبت ہم کو وہی کہنا ہے
جو ہم نے تو مذہب عربی کی نسبت کہتا ہے۔ یعنی یہاں پہلے مذہب گیر دینی رہا
جو ملتوں کے ساتھ رہا، عربی مذہب کے تھے۔ عربوں نے اس میں کامیابی حاصل
کی اور ملتوں اور قوم نے ان کی زبان کو بھی اختیار کر لیا یہ زبان ممالک
اسلامی میں اس درجہ پھیل گئی کہ اس نے یہاں کے تمام زبانوں، یعنی
سریانی، رومی، فارسی، و غیرہ کی جگہ لے لی۔ اور ان میں بھی ایک
مدت تک عربی زبان کاظم رہی اور اگرچہ اس کے بعد زبان فارسی کی تہذیب
پھولی لیکن اس وقت تک علماء کی قومی زبان اسی زبان میں ہوتی تھی۔
ایران کے ان علوم مذہب کی کتابیں عربی ہی میں لکھی گئی ہیں، ایشیا کے
انہی خطبہ زبان عربی کی عربی حالت ہے جو از سر مستوسط میں زبان

وطن کی حالت برپا تھی۔ ترکوں نے بھی جنہوں نے عربوں کے ملک فتح کئے انہیں کی طرز تو یہ اختیار کر لی اور اس وقت تک ترکوں کے ملک میں کم استعداد لوگ بھی قرآن کو بنیادی سمجھ لیتے ہیں۔

یورپ کے لاطینی اقوام کی الہتہ ایک مثال ہے یہاں عربی زبان نے ان کی قدیم السنہ کی جگہ نہیں لی لیکن یہاں بھی انہوں نے اپنے نقطہ کے بڑے اثر پذیر ہونے میں۔ موسیٰ نوری اور موسیو الطمینی نے علی کر زبان انیسویں صدی تکالی کے ان اہل ناک کی جو عربی سے مشتق ہیں ایک نسبت تیار کر لی ہے۔ فرانس میں بھی عربی زبان نے بڑا اثر چھوڑا ہے۔ موسیو سٹاک نہایت درست لکھتے ہیں کہ اور ان اور موثرین کے بھی زبان عربی الفاظ سے زیادہ معلوم ہو گئے ہیں اور ان کے ناموں کی صورت بھی بالکل عربی ہے۔ فرانسیسی زبان کے ایک لغت نویس جنہوں نے اتفاقاً کاشفاتی لیا ہے لکھتے ہیں کہ مغربی فرانس میں عربی کے قیام کا کوئی اثر نہ محسوس ہوا ہے نہ زبان پر۔ جو نسبت اور کئی جا ہیں ہے اس سے معلوم ہو گا کہ اس بارے کی کسی قدر وقعت ہے۔ نہایت عجیب کی بات ہے کہ اب بھی ایسے تعلیم یافتہ لوگ موجود ہیں جو اس قسم کے میلی اقوال کا اعادہ کرتے ہیں۔ اتنی خیالیوں کو اگر رنگ زیادہ کے مسلمان میں ہلکا ہی طرح بھی مانے لکھتے ہوتے کہ طلبہ ہی زبان میں آیا جو بچہ سوا اور نماز میں اللہ میں مناسک کھو اور قرآن اور قرآن و حدیث وغیرہ کے مفہم اور متحرک الفاظ سے قطع نظر کے بعض اہل علم کے مسلمانوں کو اسلام سے متعلق رکھو تو کیا واقف ہو سکتا

کے عربی و فروع کی زہریت اختیار کہانی میں کے بیان میں ایک لغوی سرخ اتنا رطب احسان ہے۔ دنیا میں آج تک اتنی رنجی اور اسلام کی نہیں بگذر اس کی اصل حیثیت کی اس آں ہاں کو جو اس وقت ہی زبان کثروں میں اپنی پائی شان دکھا رہی ہے کہ سلم یا لہری انہیں بچہ سکتیں یہاں ہے کہ ہم نے قرآن شریف یا سورہ یا غلبہ وغیرہ عربی زبان میں پڑھ لیتے کو آج تک کون اسلام کے اٹھوں میں کچھ بھی موثر نہیں کہا جاوے گا۔ فرانس ہیست کی قدر و قیمت فرانس کے اس عیسائی سوشل سے پوچھو جو اپنے سہارے والے لہجہ میں کہتا ہے کہ ان مختلف اقوام عالم میں جو اسلام قانون کے پابند ہیں دو چیزوں سے باہم اتفاق پیدا کر رکھا ہے۔ اولاً زبان عربی اور ثانیاً بیت اللہ یہاں عالم کے مسلمانوں کو یکجا ہونا چاہتا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو گورو کسی فرقہ کا کیوں نہ ہو ضرور ہے کہ قرآن مجید کو عربی میں پڑھ سکے اور اس وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ زبان عربی نام عالم میں عربی ہے اگرچہ ہر زبان اسلام اس وقت بہت ہی مختلف اقوال اور ذہنوں کے مشافہ ہیں لیکن ان سب میں ایک قسم کا انداز فی تعلق ہے میں نے ان کو درجی اخوت کا رشتہ میں بالکل جواز بند کر رکھا ہے اس وقت قرآن اور دینی اسلام کی حیثیت و نظیر سرشت نے موثر نہیں ہو سکتی کو نہایت ترتب میں ڈالنا ہے۔ ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ عربوں کی ملک گیری میں ایک خاص بات ہے جو ان کے بعد کے ملک گیریوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور اقوام نے بھی مثل پر عربوں اور ترکوں کے

بکے گری کی ہے لیکن انہوں نے کوئی تعلق قائم نہیں کیا اور ان کی
 ساری ہمت اس میں مصروف رہی کہ یہاں تک کہ یہاں تک جو اقوام مفتوحہ
 کے ہاں سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ صرف ان کے عربوں سے ایک تعلیمی زبان
 یعنی عربی تہذیب کی خدمات کو فری کر دی اور انہوں نے ایک گروہ اقوام کو
 اس پر توجہ ترقی کے ساتھ اپنے غریبہ اور اپنی زبان تکلیف سے زیادہ
 زیادہ عربوں کی سمیت کے ساتھ ہی مغرب و مشرق کی کسی قوم پر توجہ
 نہیں کی ان کا ایسا اس کی معیشت بلکہ ان کا طریقہ تہذیب و عقائد
 کو اپنا کر عربوں کے بعد بہت ہی اقوام نے انہیں تعلیم و حکومت کی تہذیب
 اسلام کی تعلیم کا اثر اس وقت تک اب انہوں میں باقی ہے۔ ان کا
 طریقہ اور ایشیا میں حرکت سے لیکر یہ وہاں تک پہنچا یہاں عرب
 پہنچے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اثر ان کیوں کہ ہمیشہ کیلئے قائم
 ہو گیا ہے۔ بہت سے ملک گروہوں نے ان کا نام کو عربوں کے بعد فتح کیا
 ہے لیکن وہ ان سے عربوں کے نام ہیں اور عربوں کی زبان کو عربوں
 عربوں بنا لیا۔
 اگرچہ ایک تعلق اور تعلق آدمی کے نام سے قائم رہا ہے اس لیے اس
 کو عرب کہہ سکتا ہے کہ عربی اور عربی اور عربی قوموں سے یہی واسطے
 ہیں اور عربی زبان لفظ ہے اور یہ مرکز مناسب نہیں کہ یہ ایک زبان کی
 تعلیم اور قرآن پڑھنے کی واسطے وہی مسلمانوں میں تفریق و تعلق ایک
 کو یہ منظور کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب و اللہ اعلم بالصواب۔

عربی زبان سے تا وقت لوگوں کی مثال

۱۲: ایسے مسلمان جو عربی زبان سے تا وقت ہوں اور قرآن پاک کے معانی
 کو نہ سمجھتے ہوں وہ ایسا ہی اسلام شریف کے اسی طرح مکتفہ ہیں جس طرح انہوں
 کاغذ کو نہ پڑھ سکتے اور نہ سمجھ سکتے اور ان کی زبان اس کاغذ کی طرح
 سے غریب ہے۔ کیونکہ جب کاغذ کو نام ہی کیا تو ہر ایک کو پڑھنا یا لکھنا
 کہ وہ اس کو جس طریق سے لکھو جو معلوم ہے۔ تبارک الذی یقول العزیز
 معبودہ لیکن اللغویوں نے یہ ایسے لوگوں کی تازہ و تیز و مستحضر
 کی کوئی وجہ نہیں دلائی۔

بمصر کی نماز میں کسی خاص سورت کی تعیین

۳ و ۴: عام کاغذ تو ہر قسم کے متعلق و زبان ہے لیکن کو آپ نے ان
 الفاظ میں اور ان کے کہ انہم منکر لفظ انہم انہم انہم انہم
 واللہ اعلم بالصواب۔ اور انہوں نے یہاں بھی کہا ہے۔ اللہ اعلم بالصواب
 اور وہی اصل حدیث الغاشیہ ہے۔ اللہ اعلم بالصواب اور یہی
 سورۃ منافقون بھی ہے۔ اللہ اعلم بالصواب اور یہی سورۃ
 مشورہ ہے کہ کسی سورت کی قوت مناسب نہیں۔ اس کی مفید تشریح
 حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ تعالیٰ نے صحیفہ شرح سورۃ مبارکہ اس
 طرح کی ہے کہ اگرچہ انہوں نے ایک اور تالیف میں سورۃ مبارکہ

وہیں قرآن مجید اور وحی و نصیحت قرینت بعض قرآن و بعض صلوٰۃ کو کہو
 داشتند و تفسیر کلام ایشان چنانچه متفقان فرمشتہ از آن است کہ انی کراہت
 در صورتیست کہ بغیر آن نماز را جائز خوانند یا قرآۃ بغیر آن مکروہ شہد ہو اگر
 بجهت آسانی و تہنئة بقراءۃ آن مشورت علی ان علیہ و علیہم احترام کند یعنی پاک
 نیست لیکن ہی باید کہ گواہ و غیر آن نیز خوانند باشد تا جائزین از ان
 صلوٰۃ خوانند و اللہ اعلم۔

نماز میں قرأت کی کمی و زیادتی

۵ : اسباب عارضی کومی کی وجہ سے جس سے کم کوئی جہالت غالی
 ہو سکتی ہے تکلیف قرأت اصل ہے اور طول لغزہ لیکن اصل حقیقت
 صلوٰۃ کے اعتبار سے جو کہ مستحقین نے بیان کی ہے طول اصل ہے اور
 تکلیف لغزہ۔ و تفصیلاً بطلب من کتبہ المتفقین کا ملاحظہ اللہ رب العزت
 بعد تاسع ان ذوقی قدس سرہ۔

قرآن شریف بغیر معنی کھے پڑھنا

۱۴ : جس شخص قرآن پاک کے معانی نہ کھے اس کو بھی قرآن شریف ضرور
 پڑھنا چاہیے اور بیشک اس کو ثواب عظیم حاصل ہو گا جس سے وہ
 قرآن عرفی من کتاب اللہ نزلہ بہ حسنة والحسنة عشر امثالہا لا قول
 الاثر حرف بل الف حرف و لام حرف و حروف مہم حروف اس کے سوا

اور بھی زیادتی میں جن کے سابق سے صاف معلوم ہو جائے کہ نفس انفا
 و حروف کا تلفظ کرنے پر بھی ثواب عظیم ہے نظر اول کے خیال سے ان کے
 ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتب

شعبہ احمد ثمالی صاف خواندہ و اسلام آباد پڑھتے ہیں

المصاب صحیح۔ بیروت دار الفکر بیروت	تشریح تفسیر المصیبات حسن۔ اہلب۔
مفتی محمد سعید دہلوی	احسن تفسیر صحیحہ، مولانا محمد سعید

دار الفکر بیروت صاف کتب دار اسلام آباد
 تشریح المصیبات المصیبات صحیح من مفتی محمد سعید المصیبات المصیبات
 (حضرت مولانا) مولانا محمد سعید صاحب تفسیر تفسیر تفسیر دار الفکر بیروت۔



وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ عَظِيمٍ
وَالْقُرُونُ فَتَحْلُفُ عَلَيْهَا

سجود الشمس و سجود انوار

حدیث سجود الشمس پر ایک بصیرت افروز مقالہ

— ۱۶ —

شیخہ الشیخہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی

مع مقدمہ

مولانا سید حسن صاحب اساتذہ دارالعلوم دیوبند

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹، انارکلی لاہور

ہیں اور عقل نادرسان کو چننا اور نام و شہادت میں جھکا کر دینے ہے۔ میں کی
تفصیل ہے۔

۱۱) سورج تو وہی ہے جس کا غروب حقیقتاً کبھی نہیں ہوتا تو یہ
غروب ہونا محقق نہ ہو تو یہ کہہ کر آفتاب غروب ہونے کے بعد پھر کہہ کر آتا ہے۔
کیسے درست ہو گا۔

۱۲) سورج میں عقل و ادراک کہاں ہے کہ وہ سورج کرنے کی حقیقت سے
آگاہ ہو اور اجازت طلب کرنے کی حقیقت اور اس کے فوائد کا ادراک
کر سکے۔

۱۳) یہ سادہ سادہ آسان عرض الہی کے تحت واقع ہیں جیسے کہ عقیدہ اہل
اسلام ہے تو پھر عرض کے نیچے جا کر سورج کرنے کے کیا معنی ہیں؟

۱۴) جب سورج سورج میں مصروف ہے تو نظام عالم کا عقل پر مشتمل
ہے کیونکہ سورج کی حقیقت و قوت و سکون کو پاتا ہے تو اس سرایت شریف سے
اور آتا ہے کہ کچھ سامنے تک روزانہ حرکت نہیں سنبھال رہا ہوتا ہے۔

تاکر ہے کہ یہ حقیقت عطا حقیقت کے اصول کے مطابق درست نہیں ہے۔ یہ
وہ شہادت ہیں جس کے وہ سے عقول عقل و دانش فرما دے کہ سچے کلام میں
کاذب اور سچے معنی و سادہ اور شہادت پیش کرتے ہیں۔

۱۵) سورج و عقل وہ تو ہیں جن شہادت کے خلاف کے سلسلے سے جواب تو یہ کہتے
ہیں کہ جو بشرط انہم سلیم جو یہ سکون قلبی اور تصدیق ہوں۔ سر شہاد کا جواب تو یہ
دار پیش کیا جاتا ہے اور جواب کے ساتھ چلے شہاد کیا گیا ہے تاکہ ناظرین کو

مطلوبہ کرنے میں سہولت ہو۔

مشہد اول

سورج بے بیحد متحرک ہے اور اس کا غروب حقیقتاً
کبھی نہیں ہوتا۔ اگر ایک حکم اور ایک جگہ پر سورج
غروب ہوتا ہے تو وہ سر سے تک اور دوسری جگہ میں طلوع ہوتا ہے تو یہ
آفتاب کے لئے غروب ہی ثابت نہیں تو پھر یہ سچ نہیں کہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں یہ فرماتا کہ۔ **حقاً اذا غربت۔** کیسے سچ ہو گا۔

جواب

مگر ہے عقول نبوی میں معظم امور کا غروب مراد ہو۔ یعنی
ایسا زمانہ جب اکثر صحابہ اہل بیت سے آفتاب چھپ جاتا ہے
اسی کو غروب سے تعبیر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے سامنے آپ
سید المرسلین ہے جس کو ان کے لحاظ سے غروب کے وہی معنی ملتے ہیں
تاکہ نبی جو انہم سامنے کے قریب تر ہوں۔ اور وہی ممکن ہے کہ خاص طور پر
مستور کا یہی غروب مراد ہو جس کا قرینہ پیچھے سرایت اور شہادت میں یہ کلمات مذکور
ہیں۔ **كنت مع النبي صل الله عليه وسلم في المسجد فبينما هم في صلاة**
فقال من غابت عينك من سجد نبوي من رسول كريم صلى الله عليه وسلم کے
بمراہم موجود تھا۔ ہر حال ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غروب غروب احتمال
فرمایا ہے وہ ان ہی حقیقت کی اصطلاح کے مطابق نہیں ہے کہ غروب حقیقی مراد
ایا جاتے ہیں۔ شہادیت وینا و تمام کی گنا ہے۔

مشہد دوم

سورج میں عقل و ادراک نہیں پھر سورج کو تاکہ اپنی عقلی
اور اسی طرح اجازت طلب کرنا تو عقل و شعور کو

چاہتا ہے سورج اور ای طرح تمام سیارے عقل و دانش سے محروم ہیں تو پھر
شمارح علیہ السلام نے سورج کے نیچے سجدہ کرنے اور اجازت طلب کرنے
کا حکم کس طرح بیان فرمایا ہے۔

جواب

یہ تصور غلط ہے کہ سورج اور سیارے میں بالکل شعور اور ایک
نہیں بلکہ متعدد آیات قرآنیہ و حدیثات نبویہ سے یہ ثابت ہے
ہے کہ سورج و سیارے میں شعور و ادراک ہے گو انسان ہیہ شعور و ادراک
نہیں ہیں سے وہ انکے جو۔ لہذا وہ قرآن و ادراک کے اعتبار سے حق تعالیٰ
کو سجدہ کرتا ہے اور انکی ہے کہ اس سجدہ کے معنی سجدہ اسمی وضع الجہتہ
حق تعالیٰ نہ ہو بلکہ سجدہ دعائی ہیں کی حقیقتے مشنوع و معروض ہے ملاحظہ ہو۔

سجدہ سے مراد سجدہ دعائی ہونے پر بعض الفاظ روایت و تلاوت کرتے
ہیں جس کو حدیث ابن رزاق کے حوالے سے ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر
یمنہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں **عَنْ اِذَا خَرَبْتَ سَقَاتَ
وَسَجَدْتَ وَاِسْتَاوَتْهَا فَيَذَرُهَا**۔ ایزن یہاں تک کہ جب آفتاب غروب
ہو جاتا ہے تو سلام کرتا ہے سجدہ کرتا ہے اور اجازت چاہتا ہے۔ تب اس
کو دوبارہ طلوع ہونے کی اجازت ملتی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام اور سجدہ اور اجازت طلبا
کرنے سے اس کا مقصد اپنے ظاہری اہدای علیٰ مانی سے نفی و تالی اور تالی
فرمان ہونے کو ظاہر کرنا ہے تو یہی کہ سورج کے گرد ہونے کے وقت سارے
عالم کے سامنے سورج کی عاجزی اور گالی قرآنیت میں رہ کر کامتاج ہونا

کلی آنکھوں سامنے آجاتا ہے اس طرح سلطان سورج غروب ہونے کے بعد
سورج پر تامل و تفتیش کی ایک خاص کیفیت ظاہری ہوتی ہے جس کو عرب
میں سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ طبیعت تو یہی ہے جو ہم نے پیش کی ہے حضرت عرشى و زمانى حکیم اوست
نہر بیان القرآن میں ان الفاظ سے ذکر فرمائی ہے۔ **وہو کجک ظاہری آیات و
روایات سے ہے حضرت عرشى میں بھی یہی وجہ تصور ہونا ہے تو اس وقت شہابی
کے اعتبار سے حق تعالیٰ کے حضور میں مشنوع و مشنوع معروض کرتا ہے جو پچھلے
سے مراد ہوا اور پہل ہی ہے کہ اس کی مدح کو ساجو کہا جاسکتا ہے تو یہ ہے
قیہات کا استیصال ہوجانے کا اور سورج سے تفسیر بیان القرآن۔**

مشبہ سوم

سجدہ سے آسمان عرش الہی کے قصد واقع ہیں جیسا
کہ فقہ اہل اسلام ہی نے پھر خوب ہونے کے بعد عرش
کے نیچے پہنچا اور سجدہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

جواب

یہ صحیح ہے کہ سجدہ سے آسمان عرش الہی کے قصد واقع ہیں۔
سورج ہی عرش الہی کے قصد ہوتا ہے مگر جو کتا ہے کہ
یہاں عرش الہی کو کوئی خاص مقام قرب خداوند تعالیٰ مراد ہوں گے بلکہ قرآن
یہ ہے کہ **مَظَلُّوا بِن كَثِيرٍ لَّعَلَّ يَسْمَعُوا سَمْعًا**۔ اور تالی ہے **عَلَىٰ عَرْشِ عَالِي** ہے جس کے
گواہ ہے **قَالَ رِبَّوَاللَّهِ سَلِّ عَلَىٰ سَلِّ وَسَلِّمْ**۔ **وَاللَّهِ تَعَالَىٰ عَالِي عَرْشِ عَالِي**
یعنی یہاں سے اصل مقصد تالی سے ہے **عَلَىٰ عَرْشِ عَالِي عَرْشِ عَالِي**
اللہ پر مطلق ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد چلا جاتا ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ

کے ساتھ سہوہ کن ہے۔ چھ اہانت، شب کرنا چھوہائی کہ دھرا اس کے وہلا
طرح ہونے کا اہانت دیری جانی ہے۔

اس روایت کوئی سے صاف ظاہر ہے کہ تحت عرض کا کوئی مفہوم تمام
مراد ہے جس کو عرض میں تحت العرض کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اصل
اصطلاح کے اعتبار سے اگر یہی کہا جائے کہ تحت عرض جو روایت میں آیا ہے اس
سے مراد، اذلتا تحت ہے جس کو غلامہ تحت حقیقی کے لفظ سے تعبیر کرتے
ہیں، تو پھر اس آئی شب کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جتنے سہوات عرض کے
تحت واقع ہیں ان کو تحت العرض کہتے ہیں مگر تحت اضافی کو نہ کہ غلامہ
کی اصطلاح کے اعتبار سے تحت حقیقی لفظ ایک لفظ ہی ہوتا ہے۔ واضح

الطبرانی ۱۱۱-

اور حضرت عرضی ہوا ان کا تالی رتہ قدر علی نے رات اور فرمایا ہے کہ
تحت العرض کا تعبیر جو روایت میں آئی ہے غلامہ نہیں ہے بلکہ اصل
مقصود صریح کے سہوہ کرنے کو بیان کرتا ہے۔ حضرت والا امامت پر کاتم
کی عبادت بیحد ہے۔

عبادت۔ تفسیریں تصور ہوا ضروری نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لسانی
ہی ہوا اور اصلی تصور واصل کا سہوہ ہوا اور اس تعبیر سے یہ ظاہر ہو کہ اس سے
تحت امرای ہونے کی تصریح ہو گئی کیونکہ استثنائی علی عرض کا کہنا ہوتا
فناذ اسکا ہوا تصرفات صحابہ سے مراد ہی مذکور ہے۔ (ایوان القرآن
تفسیر سورہ النبی ص ۱۰)

شعبہ چہارم

سب سہوہ سہوہ کرنے کا۔ تبخیر رنگ سہوہ میں
معدون سے اکثر حرکت شمس رانی نہ ہے کہ کبھی رنگ
سکون طاری ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اس حرکت شمس کا متعلق نہ ہونا ثابت ہے۔

یہ ہے کہ جب سہوہ کی حقیقت سہوہ و مال ہے جیسے شہر بزم
کے جواب میں مفضل گزرا تو ظاہر ہے کہ اس سہوہ کے لیے

جواب

دکون و سکون ضروری نہیں ہے اور لفظ اس آئی کے لیے یہ ہے کہ روایت میں
یہ لکھے ہو جو یہ۔ حتیٰ سہوہ فتنانہ فی المدوح فتنانہ لھا میں کا حاصل
ہو جس میں آجے کہ جب وہ سہوہ کرے تو اہانت جہد جہد میں اور سہوہ میں کوئی
خاص زمانہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی سہوہ کے بعد جہاد کے فتنانہ سے فتنانہ
ہوتا جیسے کہ اس روایت پر یہ امر مفروضہ کی طرح میرا ہے کہ تم تراکی کیلئے
ہوئے تفسیر کے لیے آئی ہے اور یہی وہ معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کے واسطے تفسیر
فرمانہ ہوئے اس لیے اس شب کے جواب میں فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سکون کئی ہو
اور حرکت نہائی ہو اس لیے سب سہوہ ہی ممکن نہ ہوتا ہوا اور نہ تفسیر کے
جواب پر۔ اتنی تفسیر بیان القرآن سورہ النبی ص ۱۰

اس آئی کے لیے لکھی ہے ہے کہ جس شب کے بعد سورج غروب ہے طوط
کہے کہ اس سلسلہ میں جو روایت آئی ہے اس روایت کے کما حقہ ہے۔

تفسیر مائتہ اللہ ان تفسیر شر فیقال لھا اظہر من حیث مذہب۔
والقرآن کیر سورہ النبی ص ۱۰

توجہ ہوا ان تفسیر ہر زمانے کے سہوہ کو نہ کہ اس میں گندوگ میں گے

پھر سوچئے کہ ہائے ناگہیاں سے تو نے خوب کہا ہے جس سے طوطی کو
اس حدیث کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوا ہے کہ اس وقت میں سوچا
سہا میں جو مشغول ہوگا اور اہل بیت طیب کرے گا اس کے لیے ایک زمانہ
وقوف کا ہوگا اس کے بعد اسکو طوطی کی اجازت دی جائے گی چنانچہ جنس
ماشاہدہ شریفال لسان علی اس پر فرمایا :-

ان شبہات کے جواب کے بعد یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ حدیث نہایت
درجہ صحیح ہے چنانچہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں بالشمس جبری مسترتاب
کے تحت اس کو نقل فرمایا ہے۔ تو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر
مصدقہ سے پہنچ جائے تو وہ وہاں سب تسلیم ہے مگر یہ اس میں انسانی فہم
و دانش سمجھنے میں کوتاہی کرے۔ کیونکہ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ *ما ننقض من الہدی انہم الا وہی یؤمن*۔

بعد اللہ اس تفصیل کے بعد طوطی کو اس حدیث شریف کے سامنے میں
ڈرہ جاہر مہال نہ کرنا ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی اقوال مذکور ہیں
میں کو ماننا ہے کیونکہ ذکر فرمایا ہے کہ تفسیر مذکورہ جو تفسیر جہادری میں مشغول
ہے لہذا نہایت عزیز اور قابلِ اہتمام ہے چنانچہ صاحب لسان لکھتا ہے :-

*قد ذکرنا فی التفسیر وجہ وجہ غیر ما فاخذنا الحدیث ولا شک انہما
و قد فی الطریق المتفق علیہ۔* ہم اکتوبر و طوی۔

ترجمہ :- اس آیت کی بہت سی تفسیریں ملے گی اور اس تفسیر کے جو اس حدیث میں
ذکور ہے نقل کی گئی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حدیث متفق طوی میں

ذکور ہے وہ معتبر نہایت معتبر ہے۔

لہذا اقربان سے گزارش ہے کہ اس حدیث کو جس کو تفصیل کے ساتھ بیان
کیا ہے آیت کریمہ کی تفسیر و تالیف میں جس حدیث کو جس حدیث میں
جہاں تفسیر مذکور ہے اسی میں نقل فرمائی جائے۔ یہاں ان کے اسرار و اسرار
کے متعلق کوئی اور اس کے اقوال سے اس حدیث کے بعد کرنے کی کیفیت و وجہ
اگر حدیث سے اس مسئلہ کو فہم میں نہیں آئے تو شارع علیہ السلام کے خبر دینے
کے بعد اس کا تفسیر کرنا ہی سب سے صحیح ہے۔

بجیسے حدیث علی المرتضیٰ نے فرمایا ہے :-

زمانہ نازہ کریم ہا تفسیر تو فیستغنی عنہ منہ ان کا اور تو
اب ہم اس مضمون کو عادت تفسیری کی اس عادت نصیحت
بدلتے کرتے ہیں۔

حدیث مطرب وہی گو وازوہ مرکم ترج

کر کسی نہ کشور و کشا یہ بکلت ہی عمارا

سجود لا علم لنا الا ما علمتنا انہ امت العلیہ العلیہ العلیہ
صلی اللہ تعالیٰ عنہ خیر خلق سیدنا و مرادنا محمد و آلہ و
اصحابہ و وارثہ و سلمو علیہا کثیراً کثیراً۔

جو تفسیر کیا ہے تفسیر میں المورثہ الملقن... شیخ عزو الملقن
ابن سورانہ تفسیر حسن۔ المورثہ الملقن علیہ السلام۔

مضمون

حضرت مولانا شبلیہ امجدیہ صاحبہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہا

مولانا شبلیہ امجدیہ اور سرکارِ اقدارِ مائت کے جی میں فلسفہ طبی نے ہمیشہ محبتِ اہلیت سے مزارعت کی ایک مستند آداب کے زیرِ پرورش پیدا کرنے کا ہے۔ جس کا تعلق صحیح دوا یا جراثیمی کے موافق اس آیت سے ہے جو طویل زمانہ کے ممالک میں لکھی گئی ہے۔ اس کا مفصل ملاحظہ ہے جو حضرت امجدیہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتے ہیں کہ:-

کتب مع الفہم صلی اللہ علیہ وسلم
 علم فی المسجد منہ منہ فی اللہ
 نقلہ باہار دینک ریہیہ
 عن الفہم صلی اللہ علیہ وسلم
 اسرار قال ترحب لہم فی اللہ
 فیہ من اللہ فی اللہ
 کما فی الامور اللہ فی اللہ
 و فی اللہ ان ترحب فی اللہ
 و فی اللہ ان ترحب فی اللہ

لہا ارجحی من حیث حیثتہ
 فکلفہ من مفر بہا لذلک قال
 عزوجل و الشمس تجری لستقر
 لہا.....
 قرین الشمس تجری لستقر

و روایت جس کو ہم نے فقط صحاح کی کتابوں سے نقل کیا ہے ثبوت میں نہایت فکر اور مضمونِ طاسد کو مکتی ہے۔ اور ہر ایسے شخص کے حق میں یہ بان قاطع ہے جو روایات کے رد و قبول میں کسی عقلی ضابطہ کا پابند ہو۔ خصوصاً ہنگامِ جب کہ ملک میں حجازِ قریبوں کے باوجود یہ اثر کی تار پریوں سے متاثر ہونے والوں کی تعداد خوش قسمتی سے بہت زیادہ پھیل چکی ہے۔

حضرت امجدیہ صاحبہ نے اس بارہ میں اگرچہ اچھی روایات بکثرت فراہم کی ہیں مگر اس کا استقبال غالباً شیخ جمال الدین سیوطی کی کتاب الفہم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی دوسری جگہ نہ ہوگا۔ لیکن انہوں نے کہ ہر قوم میں بلکہ مضر ہی جگہ کو بھی اس کی سمت پر چنگاں اطمینان نہیں۔ اور بالضرع اگر ایسی عقل کا اعتبار ہو تو انہوں نے اپنی کی بے سرو پا مگر حریص و تیز ب روایات پر تعلق کیا جائے انہوں نے اپنی کام نہادانہ روایت میں سورج کے سہارے کے اور ذراتِ طلوع کی اجازت پانچے کا جو فلسفہ بیان کیا ہے اس کا سائنس فینٹک کے ایک طاہر عالم

کے واسطے نہایت دلچسپ ہوگا۔

انہی حالات میں چنگا گیا ہے کہ سورج کے اندر ستر ہزار کواہب آگنی
 لگے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ستر ہزار فرشتے قتل کرتے ہیں
 اور اس طرح سے یہ لاکھوں فرشتوں کا لشکر جزا آفتاب کو کھینچ کر مشرقی
 مغرب کو لے جاتا ہے، پھر وہاں پہنچ کر اسی میں سے یہ فرشتے نور کھینچ لیتے
 ہیں۔ یہاں تک کہ سورج کا انوار سما ہو کر سمندر میں گر پڑتا ہے۔ یہ فرشتے
 اپنے ہر درد گرسٹاں کو دوبارہ خدمت نوری پہناتے کی بابت دریافت
 کرتے ہیں اور یہ بھی پوچھتے ہیں کہ آیا اس کو پاسب کی طرف سے نکالا جاسکے
 یا پچھلے سے اور آگ کے دن کے واسطے روشنی کی کھنچتار اس میں وہی صفت
 کی ہائے۔ ان سب سوالات کا خدا تعالیٰ اپنی مرضی کے موافق جیسا چاہتا ہے
 جواب مرحمت فرماتا ہے اور وہ انکھاس حکم کو نہایت مستعدی کے ساتھ
 بھلائے ہیں اور علوم و فنون کے یہ عجیب داستان بارہ سمجھتے اسی
 طرز و جہانی ہوتی ہے۔

گودیزہ خیال میں اس قسم کی خبریں حکایات جو سراسر پاکہت و راجھی
 کو طرفینہ کر بولتی ہیں شاید اتنی زیادہ عجیب نہ سمجھی جائیں جتنا کہ وہ نہیں لگتا
 اسی لیے کہ یہ حیرت انگیز دعویٰ کہ یہ تحقیق جو سورج کا نسبت اور بیان ہوتی
 اہل بیست کے اقوال سے نہ صرف بھی مخالفت نہیں دیکھتی۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ بیست کے مسائل دیکھنے والے کو اس
 قسم کے ادعا ہی زیادہ سمجھنے کا استحقاق ہے یا خود بیست والوں کے تجربہ

لکھنے پر۔

ہاں یہ بہت ممکن ہے کہ اہل بیست سے اس میں لفظ نذر کی مراد
 نہایت ہی قریب زمانہ کے وہ لوگ ہوں جن کا خیال سواہریت ہاں کے ان
 میں یہ تھا کہ یہ ہماری زمین کو ایک جزا ہوا اور سطح میدان سے جو ہر طرف
 سے صدمہ پہنچ رہا ہے، اس لیے وہ بڑے حیران و پریشان ہوتے تھے کہ سورج
 دن کو نکل آوے اور سماں پر گردش کرے ہے مگر راستہ کو کہاں چلا جاتا ہے۔ ان کو
 یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آرتے آرتے کہیں دور سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ مگر
 یہ کب تک چلتا ہوگا کہ کئی گری پانی میں سدھی ہو جاتی اور اس کی پیش ہی جاتی
 رہتی۔ تو یہ زمانہ کے بعض لوگ یہاں تک کہا کرتے تھے کہ جب آفتاب
 شام کے وقت سمندر میں جا کر ڈوب جاتا ہے تو جگہ کو اس کی بڑی ٹونڈک
 سننا ہنس کی آواز تک سنائی دیتی ہے۔ جیسے کہ جب تپا ہوا ہوا پانی میں
 بہا جاتا ہے۔ گلاس خیال میں ایک بڑی غرابی یہ چٹائی تھی کہ اگر سورج
 ہووے شام کے وقت مغرب میں سیکڑوں کو اس کے واسطے یہ سمندر میں جا
 کر ڈوب جاتا اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو کسی طرح دوسرے روز صبح کو
 سیکڑوں کو اس سے مشرق میں بانگن دیکھے ہیں وہ خود کی پیش کے ساتھ نکل
 کر چلنے لگتا ہے۔ اس سے کوئی عمل نہ کر سکتا تھا۔ بعض یہ کہتے تھے کہ نہیں
 صاحب سورج جہاں صبح کو نکلے وہاں صبح میں چلنا ہوا لگا ہے وہی سورج نہیں
 ہے جو کل شام کے وقت مغرب میں ڈوب گیا تھا بلکہ ایک اور نیا سورج
 ہے۔ وہ تو لوگ ہر روز صبح کو بڑی دور مشرق میں ایک نیا آفتاب پنا

دیتے ہیں۔ چہرہ دن بھر چائے و دودھ پر راکر کے شام کے وقت مغرب میں جا کر بیٹا جاتا ہے چہرہ صبح چھ بجے تک کام میں مشغول رہتا ہے۔ تاکہ دوسری صبح کے لیے ایک پناہ سوراخ بنا کر تیار کریں گواس قیاس کی نسبت اور لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس طرح تو ایک بڑا سوراخ ہو گا نہایت ہوتا ہے اس لئے اوردن کے ایک سو قیاس یا اندھا جس میں کئی مہر ہے اور بے فائدہ کہ نقصان دہ تھا لہذا اسے اور دور ہے کہ قدرتی زمانہ کے لوگوں کو اپنے علم کے موافق یہ نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے سنگلی کے قطعات جو برا نظر ہوتے ہیں ان کے پاروں طرف ایسے بڑے ستند چھیلے ہوتے ہیں جن کی طرف کہیں ختم نہیں ہوتی ان کا خیال تھا کہ زمین کے شمال میں بڑے بڑے پہاڑ اور ریاح اور برف ہے اس وجہ سے شائستہ ملکوں کے لوگوں کی اس سند تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

ایک دیوتا جس کا نام ڈگن ہے وہ اس سناں سند پر جہاز رانی کا ایک ہے۔ یہ بڑا ذمہ داری کا کام اس کے سپرد ہے کہ آفتاب کو کتنا غلت کے ساتھ اس سند سے پار لے جائے اور صبح کو سلامت منزل مقصود پر پہنچائے اور جاگت سے چلے۔ اس کام کو انعام دینے کے لیے ڈگن کے پاس ایک بڑا جہاز تیار رہتا تھا جب وہ نکلتا تھا کہ اب غروب آفتاب کے وقت سوراخ سند میں ڈوبنے کو کہہ تو وہ آٹھرا اس کو بھٹ نہیال میں تھا اور اپنے جہاز میں سوار کر کے راتوں رات سند میں جہاز رانی کرتا ہوا شمال کی راہ سے اپنی منظم الشان سواری کو لے جایا کرتا تھا۔ جب سوراخ کی سواری

اسی طرح شمال کی راہ سے گزرا کرتی تھی تو اس کی چمک بعض وقت گرمیوں میں شمالی پہاڑوں پر سے دکھائی دیکھائی کرتی تھی۔ غرض مشرق میں کا خیال تھا کہ زمین گرمیوں میں چورسات کو مشرق کی روشنی بہت عرصہ تک رہا کرتی ہے اس کی وجہ سے بعض طرح دل کن رات صبح ہوا چھتا ہوا آفرکار صبح ہوتے ہوتے خشک وقت پر سورج کو مشرق میں پہنچا دیکر تھا اور وہاں اس کو اچھے ذرا کے ساتھ زمین کی طرف دھکیل دیتا تھا کہ وہ اس روز میں صبح ہوا دن بھر چائے دودھ کے ساتھ صبح و روز صبح و روز صبح و روز صبح کو مشرق میں روانہ کر کے اگلے پہاڑوں کی طرف صبح کر کے اسی سند کی راہ واپس آیا جاتا تھا کہ شام کو آفتاب کی سواری کے لیے چہرہ مغرب میں تیار رہے۔ یہ وہ تھا جہاں سے دل کن کو رات دن برابر رہتا تھا۔

آفتاب کی ظاہری گردش کو سمجھانے کے لیے دل کن اور اس کی مشقی کا جو حال ہم نے بیان کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک تو نقش یہ ہے کہ جہاں سے دل کن کو رات دن نکلتے تھے ایک ٹوکی بھی نکلتے تھے جن میں حق اس کے سوا بعض اور خشکیں بھی تھیں۔ مثلاً جہازوں کے کپتان کہا کرتے تھے کہ ہم تو سارے بڑے بڑے ستندوں پر چاروں طرف چہرے مگر ہم کو تو یہ نہیں معلوم ہوا کہ سند آگے ہی کی طرف جا رہے ہیں جانتے ہیں اور کبھی ختم ہوتے ہیں نہیں آتے بلکہ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ سند کی سطح جھک کر تھلا ہو جاتی ہے کیونکہ جہازوں کے جہازوں کی طرف کو بہت دور تک چلتے چلتے آفرکار جہازیں جگڑا پیٹنے جہازوں سے ہم پہلے روانہ ہوتے

۱. اظہار و جہان و عیال ۔ کہہ یاں پر کوٹا ہئے۔

اس کے بعد جو کئی انہوں نے اپنی ذاتی تحقیق اس بار میں بیان کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آفتاب اور اسی طرح تمام ستارے ہمارے نزدیک معلق اور لگ رکھتے ہیں جیسا کہ کتاب وسنت کے ثبوت اور کثیرہ سے ہوا ہوتا ہے۔ اور جب یہ بات ہے تو کچھ مزید نہیں کہ آفتاب کے لیے انسان کی طرح کوئی نفس یا طرز بھی ہو بلکہ یعنی مورتی کے تو اس کی تصریح کر دی کہ اس کے واسطے نہایت اعلیٰ درجہ کا کامل نفس یا فطرہ ہے اور مگر اسے بھی انوکھ کے حق میں تو مورتی کہا ہے کہ ان کے اندر نفوس مخلوق موجود ہیں لیکن بعض حکماء نے کہا کہ آفتاب کیلئے میں ایسا ہونا بیان کیا ہے وہ کہہ کر یہ ہر وہ چیز جو عالم علوی میں ہے خواہ وہ کواکب ہوں یا افلاک کہیں یا افلاک جزئیہ یا اجرام بریہ اور کچھ غنی و ناطق ہے۔

اور انسان کا نفس یا فطرہ کا بگاڑا مغز میں ہو کر بدن سے نکل جاتا ہے اور پھر اپنے بدن کی راکس اور کئی صورت میں متشکل ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام صحیح روایات کے موافق حضرت دوسرے بھی یا بعض اصحاب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے اور ایسے حالات میں جب کہ انسان کے نفس یا فطرہ پر یہ کیفیت پیش آئے اپنے اصلی جسم کے ساتھ میں اس کو ایک درجہ کا متعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے جسم اصلی سے بھی افعال و حرکات سرزد ہوتے ہیں جتنا نچ بعض اولیاء اللہ کی نسبت ایسی ہیئت نکالیات منقول ہیں کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد جگہ دیکھے گئے۔ اور اس کا سبب ان کے نفوس

قدرت کی قوت وجود کے سوا اور کچھ تھا جس کی بنا پر وہ ایک موقوعہ پر متشکل ہو کر ظاہر ہوتے تھے۔ اور دوسری طرف ان کا اصلی جسم باقی رہتا تھا اور ایک ایسی بات ہے کہ حضرات سلف کے درمیان مشہور اور مشہورانہ مسلم ہے اور اس وقت مراجع دینی ہیں جو میں انہیں علیہ السلام سے آپ کی دعا حاجت کے تذکرے کرتے ہیں میں سے میں اسی اصول کی تائید کرتی ہے۔

پس اب ہم اس اصول کی بناء پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آفتاب کے سنے بھی ممکن ہے کہ ایک ایسا ہی نفس ہو جو اس کے مشابہ جسم سے اس طرح پیدا ہو کر کہ ایک نوع کا متعلق اس سے بھی باقی ہے عرض تک جا پہنچے۔ اور چارہ اس کے نیچے سمجھ کر سے اور اجازت مانگے اور اسی حالت میں اس کا یہ جسم مشابہ برابر جاتا ہے اور ایک منٹ کے سنے میں ساکن نہ ہو۔ جیسا کہ اہل جنت دعوتی کرتے ہیں اور اس کے عروج الی العرش کا وقت اور اس وقت پیش آتا ہو۔ جیسا کہ تحقیق کے اعتبار سے غروب ہوتا ہوا اور بج مسکون کے لوگ مورتی اس کے دیکھتے سے غموم ہوجاتے ہیں۔ اگرچہ عرض آسمان میں وہ اس وقت طلوع ہوتا ہو جو کچھ ہمارے سنے کی طرف نہیں اور یہ بھی ایک احتمال ہے کہ غروب کا اقتدار خاص افاقہ دینے کے اعتبار سے کیا جاتے۔ کہ اولاً عالم باصواب۔

۵۔ ان تمام توضیحات کے بعد جواہر مذکورہ میں یہ عرض کرنا زیادہ ہو گا کہ میں صحیح حدیث کے مطابقت کرنے کے لئے مسائل نبیہ کے محتاج ہوں یا اس قدر ہوا جو ہم میں لائی گئی کہ اس سے پہلے خود انظار حدیث کا منطوق تحقیق

بڑی بلکہ دہشتیں نے، باوجود اوستیت سے ہی شواہد و احوال معلوم کی
 شان کے ہیں، نیاز جہاں کی اور نہ محمود کو مگر دیا، جب مشرق سے مغرب کو روانہ
 ہوتا ہے اور وقت و مقام ہوتا ہے، تو اپنی حرکت کی ہر ہر آن میں
 اور مسافت کے ہر ہر قدم پر عرض کے نیچے اور سب عرض کے سامنے ہونے میں
 گرتا ہے اور اعلیٰ مخلوق اذکار، حاکم و حاکم ہر لحاظ کے ہونے کی اجازت طلب
 کرتا رہتا ہے، یہ کہاں نہیں کہ اس میں وحی و حکیم کا اذن حاصل کرنے کے لئے وہ ایک قدم
 بہر اور دو گونہ کئے پناہ پر تیس سے شام اور شام سے صبح تک جو کچھ ہو نہیں
 گذرے میں دیکھ کر گرتا ہے اس میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں آتی کہ وہ نہ
 اعتراف کے حکم سے یہ نیاز ہو سکے، یا اس سے سرتابی کا خیال نہ سکے۔

اس کا یہ سلسلہ و رفتار اس طرح روز بروز ملتا رہتا ہے اور یہی ہمیشہ ہوتا
 رہے گا۔ یہاں تک کہ اہل اسلام کے عقائد کے مطابق امر اچھی کن پہنچے۔
 اور عالم کی تباہی کی گھڑی نہ تو یک آجائے اور اپنے ہیں مستقر ہائے قرار و
 سکون کی تلاش میں یہ آفتاب سرگردان ہوتا تھا اس کو پا سکے۔

اس وقت اس کو کھڑکے گا کہ قدم کے دست اضافہ اپنی حرکت کی روک ٹوک
 اور جس طرف چھٹا سکے اس طرف پھرا لٹھے پاؤں ٹوٹے جاؤ۔

ماقال جہانہ و تعالیٰ و الشمس خوری مستقر لھا و بان تقدیر العزیز
 و العلیم و ما عنقریب رہا و ما تزل حقو عادہ کا ترجمہ الفکریم ۱۶ الشمس شیشی
 لہا ان تبارک و العزیز و لا الخلیل سابق النہار و کان فی فکک بیچون۔

(زبور) اور آفتاب ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف کو رخ ہمارا ہے، یہ اتوارہ

کرنے کی سعی کی باقی تو میرے خیال میں بہت سی صورتوں سے نہایت مل جائے
 گا، لیکن تھا۔ اگر میں کہا جاتا تو کیا میں تھا کہ اس صورت میں اس صورت میں
 اللہ علیہ وسلم نے فی الحقیقت فرادہ و ذوالجہل کی عظمت و جبروت اور مخلوق
 میں سے بڑی مخلوق کی تجر و بیجا کی کو ملاحظہ فرمایا ہے اور بطور مثال
 بالقرآن کے اس مسئلہ کی تقریر کی ہے جسکو مقتضی ام المسائل کہتے ہیں
 اور جس کا حاصل یہ ہے کہ مخلوقات کو جو مخلوق استفادہ و جبروت کا، اپنے
 خالق میں ملا ہے، وہ مگر بالعرض ایک لمحہ کے لئے بھی متعلق ہو جائے
 تو عالم میں سے کسی چیز کا وجود ہی طرح باقی نہیں رہ سکتا جس طرح آفتاب
 کی شدتوں کا تعلق زمین سے رک جائے ہی زمین کا روشن رہنا ممکن نہیں
 اس لئے اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ ہر قسم کے وجود اور تمام حرکت و
 سکون کے کی باگ تھا خدا ہے و اس کے قبضہ اقتدار میں ہے یہاں تک کہ
 کوئی نفس جو مانتا ہے اور ہر چیز جو روشن ہے رہتا ہے اور ہر ایک
 تنگہ جو اپنی جگہ سے سرک ہاتا ہے اس میں بھی ایسی ہی اجازت اور اس کا
 اتوارہ و کار ہے۔

وہ آفتاب روشن رہتا ہے جس کو ان تمام اجرام طوریہ کا اودشاہ کہنا چاہیے
 جو کل اس تمام طریقہ پر اپنی حکومت رکھتے ہیں، اس میں وہ لاشریک کی اجازت
 طاقت کے لئے غیظ کے یہ وہ سے باہر آتا ہے اور نیا کایں سب سے زیادہ
 روشن ستارہ جس کے حکم نظام حرکت نے حضرت خلیل اللہ کے مقابلاً
 میں سرور و غرور کو ہنگامہ کر دیا اور جس کی آفتاب کے سامنے سبکی بہت

خدا کا نام دعا ہوا ہے مجز ہر دست اور ہر پیرتے، اگر ہے۔ اور جانے ہے
 کہ تم نے اس کے لئے نہیں شیخا دی یہاں تک کہ آخرا میں گھٹتے گھٹتے ہی
 دایا نیڑا صا اور چکا، وہ جی آتا ہے جیسے (مخبروں کی) پرانی نہیں۔ نہ تو آفتاب چہ
 بریا چہ آج ہے کہ ہاتھ کو جانے اور دات ہی وہی سے پہلے آسکتی ہے اور
 کیا سورت، سبنا چنے اپنے اعدا آسمان اور زمین پر رہے ہیں۔

ہمارے اس تقریر کے موافق جو ہم نے سورت مذکور کے متعلق عرض کی آفتاب
 کا ہر وقت تیز عرض دینا یا ہر آن ہی طوفان و خرواب کا ہونا یا ایل و تہلہ میں
 اشکات و یا ما کا جیو اور میں کو امام العربین نے شیبہ کے موافق پر پیش
 کیا تھا کہ حضرت نہیں بلکہ مفید میں، البتہ قوی حق ننہی ان مستند حضرت
 اعراض اللہ حال و دایست میں تحت العرش کو بر طواف آسمان قزم گویا کے
 متعلق کرنا چاہتا ہے جس میں قرآن اور عربیت کے لحاظ سے کوئی تہمت نہیں
 باقی مستقر کے باطنی سنے گئے ہیں وہ بعض اہل مفسرین کے قول کے بائیں
 موافق ہیں۔

اس کے بعد اگر اشکوں کی کچھ گناہیں باقی رہتی ہے تو فقط اس بار میں کہ
 سب ہر لہو آفتاب کی ہی حالت تھی کہ وہ عرض کے نیچے سہرہ کرنا چتا
 اور ہانت، انگار ہتا ہے تو سیر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر سے
 خطاب کرنے میں جواب آفتاب کی خصوصیت کو کیوں فرموا کر کہا، لیکن اس
 اس کا جواب نہایت سہل ہے۔ کہ وہ نہیں جانتا کہ سورج کے تشریف اور
 پہاڑ کی گناہوں سے لڑا ہی نظر اور اس کی ابو سے اور حرکت کا ظاہر ہے

ظاہر چلو دیکھنے والوں کو اپنا اعتبار سے صرف خطاب ہی کے وقت کافی
 دیتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کے
 لئے اس وقت کی روایت لوائی تو نہایت ہی مناسب ہوا۔ ان عرض اس
 روایت سے حدود و سرے فوائد کے اس کی بھی کوئی دشمنی نہ ہوتی کہ چاہے
 کہ نام مشاہدات میں طروبت سفلیات سے اشرف ہیں اور پھر آفتاب تمام
 طروبت میں بھی اشرف و اعلیٰ ہے کوئی شخص یہ دھوکا دیکھنے کے آفتاب
 بھی کسی درجہ میں قابل مہارت ظہر سکتا ہے۔ ایسے شخص کو پتہ لگنا چاہیے
 کہ آفتاب ہر حال عرض کے نیچے ایک اور حد کی طرح جس کی کام پر لگا یا کیا ہو
 پڑا پکڑ کر رہا ہے اور مشرق مہابت تہا ہی نور انسانوں و ارض ہو سکتا
 ہے جو عرض سے بھی اوھر ہے اور جس کی بد خلق سے تمام آسمانی وزینج و
 عرض و کرسی جگہ گاہ ہے ہیں۔ ومن آیات التلیل و الظہار و الشمس و القمر و لا
 تسجدوا للشمس و لا للکمر و سجدوا للذی خلقھن ان کلتم اواء قیدون۔
 (زہر) اور فلا کی وقت، انشاء میں سے ملت اور دن اور سورج اور
 چاند ہی ہیں، اس وقت سورج کو سہرہ کر اور دھات کو اور گرم کو فلا کی ہی
 مہابت کرنی ہے تو اللہ ہی کو سہرہ کر دے جس نے ان سب چیزوں کو پیدا
 کیا ہے۔ و تھہرہ اقبل سے

فانطق و ملاقات شمس	و شمس غدیر من شمس النساء
فانطق اناس تعلم بدہنیر	و شمس تطلع بعد النساء

(تفسیر) اس جملے کے متعلق بعض دوسرے محققین کی تقریر یہ تھ

ضیق و غم کی دوہرے ترک کی گئیں۔ اور واضح رہے کہ ان تمام مقاموں کی بناوٹوں کو گروہی شکل ماننے پر ہے جیسا کہ امام الحرمین کی رائے ہے اور نہ اس کے خلاف بھی اقوال مؤیدہ بالخصوص موجود ہیں۔ والدہ سہماذ و شمالی الخ

الذات

شعبان احمد عثمانی علامہ وسطہ العلوم دیوبند



مسئلہ تفریق

از

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی بریلوی

مع تصدیق

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فریاد آباد

ناشر

انوار اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

۳۵۷

کتابت : محمد یونس صاحب لاہور

برصغیر کے مسئلہ اسلامی کتب کارنگ

ادارہ اسلامیات ۱۹۰-انارکلی-لاہور

۳۵۶

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اقابعد استراکب فرقت اپنے آثار و نظائر کے اعتبار سے اس قدر اعلیٰ
وہی بات میں ہے کہ کوئی انسان اس سے انگریزوں کی اسکتا اور ہر وہ انسان جو خدا کا
کو تازہ ملن اور تمام قرآن سے باہر تسلیم کرنا ہے خواہ ذریعاً وہ کسی فرقہ میں داخل ہو، اور ان کے
مسئلہ تقدیر کے کسی حل پر گری نہیں کر سکتا۔

ذہنی قوت انسان اعلیٰ حقائق و شہادات تک پہنچنے کی کوشش کرنے کا عزم
ہے، جب اس راہ سے اس میں سکر میں فرو کیا جاتا ہے کہ اس کی کوشش اور حقیقت معلوم ہے
توڑے اور اسے اپنے گھٹنے گھٹنے میں اور مل جیسا اس کی تہہ پر ہے کہ مسئلہ تقدیر پر حقائق کی
کا مستحق ہے میں کی یہی حقیقت تک انسان عقل کی یہ دلائل نہیں اور انسانی عقل و فکر
مقررہ حدود اور اس کو مانیں سکتا۔

لاتقدیر کے الا بصار و هو یبصر ان الا بصار و لا یبصر

اسی کہ نظر یا نہیں پا سکتیں اور وہ سب نظروں کو پا سکتا ہے۔

ہر وہ جب وقت کے بڑے بڑے عقیدوں نے اسے سنبھال کر قائم رکھا یا نہیں انسانی حقیقت

سب کے بیان کی اس سے آگے نہیں بڑھی کہ

کو ہر وقت استہتم کو شتم

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس دورِ صلح و نہد میں اس کی شہرت و عظمت تھی کہ الیہ صبر کے ناطق اور ذہین
 فکر کے مظاہرین کہیں نہیں ملے سکر کہ گفتگو پہلوئی کر کرنا شروع کیا ہائے ۔
 میری داستان فی شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قس مرزا کو
 حق تعالیٰ نے باری و توحیح کا ایک خاص نگر مظاہر فرمایا تھا اس لئے مولانا ابراہیم علی صاحب
 نظری بھی اس قسم کے مسائل میں نہیں رہ پڑے تھے ، میرے ساتھ ساتھ مہتمم حضرت ابو سعید حضرت
 مولانا سید محمد ظفر شاہ کشمیری قس مرزا نے بار بار آپ سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ
 مسئلوں کی توحیح آپ سے متعلق رہا ان کی سمجھت میں لکھی جائے ایک مسئلہ میرا تھا جو انیس سو
 مسئلہ تقدیر ، چنانچہ مسئلہ پر تو حضرت مولانا نے مورچہ ایک رسالہ اخبار قیام دارت کے
 نام سے تصنیف فرمایا تھا براسی وقت شایع ہو گیا اور مسئلہ حل ہوا تھا ، اس کے
 بعد حضرت کا دست لگا ، تاکہ ان کو جان سنا سنا میرا اور میں بھی حضرت میں ایک سال میں
 صحیح بخاری میں آپ نے اس مسئلہ پر ایک مباحثہ فرمایا یہ تقریر بخاری حضرت
 مولانا کے بار سے پڑھی ضبط کی جاتی تھی یہ مسئلہ بھی اس میں پڑھ کر دینا مستحق تھیں کے
 ساتھ ضبط ہو گیا ، پھر حضرت مولانا نے اس تقریر پر تقریر فرمائی کہ ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا
 فرمائی اور مسئلہ تقدیر پر خصوصیت سے اٹھنے فرمایا اس کو ایک دستخط رسالہ میں شایع
 کرنے کے قول بنایا ، مگر حکم نفاذ فرمایا کہ اس کی حیات میں اس کی اشاعت نہ کی جائے
 نہ آئی ، اب مسئلہ تعالیٰ نے جرات سے فرمایا ہے مولانا مرحوم کے باوجود مولانا نے حضرت
 صاحب عثمانی کو کہ فرمایا ہے اس کی اشاعت کا دستخط فرمایا ۔

اس رسالہ کا فخری پوری قدر و قیمت تو حضرت شاہ صاحب ہی پہنچاتے
 مولانا فرماتے ہیں کہ وہ آئی نہیں ، لیکن اتنی بات ہر شخص کو سکھانے کے لئے رسالہ
 اس موضوع میں ہے نظیر ہے ، اور وہی شہادت کے لئے لکھی ہے ۔ اللہ تعالیٰ
 مسلمانوں کو اس سے استفادہ فرمائے ۔ آمین ۔

بندہ مستضعف عثمانی ابو بزی

تہذیب کریمہ ۱۰ محرم ۱۳۲۱ھ



انسان مختار ہے یا مجبور

غیرہ قریب سوال اور جواب کا تصور و تشریح تھی جو صحابہ اور مولانا علیؒ نے
 علیہ السلام کے ذہنی پیش چکا اس کے بعد یہاں ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ
 ہمارے یہ اعمال یا ہمارے ارادہ و اختیار میں ہی اپنی جگہ کے صدور میں ہمارے اختیار
 ارادہ کو کچھ دخل ہے یا ہم بالکل مجبور مطلق کر ماضی میں یہ سوال اس لئے پیدا ہے
 کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف ایک ذرہ بھی نہیں ملتا پھر جس میں اس کو سکنا
 ہے اور اگر علم الہی میں پہلے سے حضور اور علیؑ ہے تو پھر کیا ہوا اپنے علم
 میں کسی اور ماضی اور حال کے اپنے ارادہ و اختیار کو کوئی دخل اس کے صدور
 میں نہ ہو گا۔ اگرچہ بندوں کے بارے میں ماضی اور اس پر گئے اور اپنی کیفیت میں اپنے ماضی
 کے علم الہی کی دور سے حال کا ارادہ و اختیار حسب ہر وقت ہے۔ چونکہ ہر چیز ایک
 اس طرح و وقت پذیر ہوگی جو علم الہی میں داخل ہے۔ لہذا یہ ہے کہ ایک نئی بات اس سے
 تعلق نہیں ہو سکتی بلکہ یہ علم الہی ہمارے ارادہ و اختیار کو پوری سلب نہیں کرتا
 بلکہ اس کو اس کا اور زیادہ ثابت و مستحکم کرتا ہے۔ کیونکہ علم الہی میں ہمارے اعمال
 اختیار کے متعلق یہ ہے کہ ہمارے ہر فعل اپنے ارادہ و اختیار سے صادر ہوا ہے
 وقت میں کہے گا۔ بنا کر علیہ رضوی اور امام ہوگا کہ وہ شخص اپنے ارادہ و اختیار ہی سے
 وہ عمل انجام دیتا ہے۔ اور ایک چیز کا علم الہی کے خلاف واقع ہونا ناممکن ہے کہ جو حال ہے۔

اللہ وہ بری علم الہی میں کسی عمل کے صدور متعین ہونے کی دور سے حال کا مسلط ہے اور
 والا اختیار نہ ہوا ایک اور چیز سے غلبی ہوگی اس لئے ہے۔ حضور ہی دور کے لئے اعمال
 اعمال ہمارے کے متعلق ہمارے کو ماضی دیکھتے ہیں یا چاہتا ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ کے ہر کلمہ
 تصرفات ہر وقت اس کا حکم میں مشاوریں وہ سب اس کے علم تو ہم لیا میں پہلے
 سے ثابت ہیں یا نہیں، اگر نہیں ہیں تو جس نام تمام آتے۔ لہذا انہا پر سے لگا کر خود اللہ تعالیٰ
 جو کچھ اعمال اس وقت میں کرتے ہیں وہ سب علم تو ہم میں پہلے ہی سے طے ہو چکی ہیں۔ اگرچہ
 ہیں متعین ہے اب سوال یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل اس کے علم الہی
 میں کے خلاف ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ظاہر و مسلم ہے تو یہاں ہی
 وہی ثابت آگئی جو تمام اعمال ہمارے کے متعلق کہہ رہے تھے کہ حسب علم تو ہم سے خلاف
 نہیں ہو سکتا، تو حال اپنے علم میں ہو گا۔ ماضی اور اس پر گئے اور اپنی کیفیت میں اپنے ماضی
 تو رہے ایک طرف خود اللہ تعالیٰ ہی ماضی و ماضی ہر کلمہ تمام آتے ہر کلمہ
 یہاں خود اعمال اس کا ماضی ہر کلمہ تمام آتے۔

پس ثابت ہوا کہ اس میں علم الہی کے متعلق ہونے کے ماضی کا ماضی
 اور سلب ارادہ ہر کلمہ نہیں، تو وہ ماضی اور اس پر گئے اور اپنی کیفیت میں اپنے ماضی
 وہی ہر کلمہ میں کہہ چکا ہیں کہ علم الہی تو ہم حال کے ارادہ و اختیار کی غلبی نہیں کرتا، اسے
 ایک کلمہ ہی مثال سے کہتے، آپ جانتے ہیں کہ وہی اور اس پر گئے اور اپنی کیفیت میں اپنے ماضی
 ماضی اور اس پر گئے اور اپنی کیفیت میں اپنے ماضی اور اس پر گئے اور اپنی کیفیت میں اپنے ماضی
 ہی مثال سے کہتے ہیں کہ علم الہی میں ماضی اور اس پر گئے اور اپنی کیفیت میں اپنے ماضی

نہیں رہتا۔ اصل یہ ہے کہ بندے وہ نیک نام کے کام کر کے ہیں، اپنے بھی بندے ہی جانتا اور عدل و انصاف کا بھی حق سے محروم رہتا ہے، اور مہنگم و مہاسی کا بھی، اب اگر بندوں کے بعد انصاف کا بھی وہی تھا تو مستحکم ہوا ہاتھ تو شروع و تباہی کی نسبت اس کی طرف لگام لگانی بہ عمل ہے۔ اس سے چنگ کی تیر فرما، مستور نے توجیہ کیا اور بھی گور چکا ہے یہ سہی تھی کہ سر سے سے علم ہی ہی کا انکار کر دیا جاوے "نہ بے گاہا ہنس نہ بچی کی ہنسی" یعنی ہادی ثانی نے سب مخلوقات کو پیدا کر دیا، اور بندوں میں بہتر نام کے کام کرنے کی قسمت اور قسمت بھی دیکھ دی، ان کے ہیں کہ بندے ہی کو تو کوئی کاموں میں استعمال کریں گے، اپنے یا بندے ہی، اس کا کوئی علم آئے نہ تھا، اس نے تو گویا بندے کے ہاتھ میں تیار دے دی، ان کے چنگوں کو جو سے چھوڑا ہی نہیں ان کے کہہ دیا، ان کے منہ میں آویسٹا، آدھی کی گردن پر چھوٹے گا، اس کی ذہنی کی پینٹ سے غیر تھی، اس میں اس کا کچھ داخل (داخل ہوا) ہوا۔

مشاورین سے بھی کہ علم ہادی کا انکار کرنا تو بدترین عمل و حماقت ہے، ان بندوں کے افعال کو انہی کی ذوات تک محدود رکھا جائے، اور ان کا رشتہ انتساب ہادی تھا ہے، نہ قطعاً کر دیا جائے، تو پھر ان کے بڑے بھلی کی ذرا داری میں انہیں بہ ہادی چنگ شروع و تباہی کی نسبت تھا اور نہ کسی کی طرف دیکھئے گا، اس لئے یہ دعویٰ کر دیا کہ بندوں کے افعال خود بندوں کی مخلوق ہیں، ان کے صدور میں حق تھا ہے کے ارادوں اور مشیت کو کوئی دخل نہیں، اگر خود بندے اور بھی کی تمام قرآن میں اس کے ایک پودا کی ہوئی ہیں

یہیں ان قرآن سے چھٹا یا بڑا کوئی کام کرنا یہ ہادی بندوں کے ہستی میں ہے گویا جس کو اس سے واکس ہے گناہ کو تعلق ہے، وہ خدا کی دیکر ہوا، خود ہے، تاہم اس کو اور کا چھٹا، یہ بندے کا کام ہے جس سے خدا کے ارادے کا کوئی تعلق نہیں، اس طرح اس فعل کی بڑی گامی گامی کے جانب انتساب نہیں ہو سکتا، یہیں ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ انتساب جو کچھ کی طرح اعانت جو ہم بھی جرم ہے، خودی مطلق کے تالی اسباب و وسائل اور آگت و توفی اگر ایک شخص نے تالی کے لئے فراہم کئے اور تالی و یقین طور پر یہ ہانتے ہوئے کہ تالی ان مسلمانوں اور تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ تالی میں استعمال کرے گا، اور وہ کہہ دے گا، اور تھا کہ اگر ہوتا تو یہ سب ہی اور تالی اس کے ہاتھ میں دوڑتا یا ایسا سفر ہی کرتا، اس سے تالی پر قدرت ہی نہ تھی، تو صرفاً یا تالی اس کا تالی حلیم کے نزدیک ہیں انہیں جرم و گناہ سے، ہادی ہی نہیں کیا جا سکتا، ایسا اگر اس سے اسباب و آگت دیتے وقت یہ علم نہ ہوتا کہ چھوٹا وہ ان چیزوں کو کہاں استعمال کر لیا تو یہ کچھ سمجھ کر بھی جا سکتا تھا، اس مستحکم سے تھا، مستحکم اپنی گناہوں میں اور خدا نہیں تھے کہ انہوں نے مشوروں سے علم اپنی تسلیم کرنے سے پہلے انکار کیا، اس تاہم یہ سب علم بھی کی بر گیری اور اعادہ کو تسلیم کر کے، قواب عبادہ کو خالق افعال ہیں کہ اس کے لئے مشورہ کرنی چاہئے، انہیں، ہتا کہ اس کی طرف شوک نسبت سے انکار کر سکیں، کہہ سکیں اس علم خالق کو تو فریاد تو اس لئے کیا، اس کے ہاتھ میں قسمت اس لئے دیکھا ہے، وہ علم افسانہ ہے، اس کے اندر قدرت اور قوت الہادی اور تمام اسباب تالی اس لئے

مکمل و ادا ہے۔ یہ ثابت ہے کہ بڑے عظمت و اصحاب کی حرکت کے کوئی مضمر حرکت نہیں کر سکتا، تو نہ وہ تھا کہ وہی حرکت اور اوقات پر کو مشغول اوقات ان کی حرکت نہ ہو، حاصل یہ ہے کہ غلو کے وقت تفریب و طریق جو ہوتی ہے وہ باخود بخود ہوتی ہے، یا تاکہ اسے اندر سے اس کی تھالی کے نکلنے سے چکر چڑھنے سے کہ کسی حد تک چرخ کا دور چرخ پر ہر کے نہیں ہو سکتا، اس سے خود بخود تفریب و عظمت ہر اہل ہے اور تہمت پر اس کی سے ثابت ہے کہ حرکت تاکہ اسے اس کی تھالی میں ہوتی تھاب و تہمتی مشرف ہائی، مگر کوئی تھالی نہیں لاکھم ہے۔ الاصل غلو کے سلسلہ میں وہ جس سے لے کر وقتاً فوقتاً کھلی وہ ایسا نہیں کہ کوئی تھالی کا غلو نہ ہو، اس سے ثابت ہے کہ اس طرح ان کی اہمیت و عظمت کے سلسلے میں اس طرح اس کے جوہر حرکت و سکنت اور انہاں ہی غلو ہیں۔

سلسلہ کی پہلی و تقریباً بغیریت ہنگ مرزا انوار اللہ شاہ صاحب نے اپنے رسالہ "غلو انہاں" میں لکھی ہے۔

انہاں عباد کے متعلق حضرت مولانا نانوتوی کی تحقیق

حضرت مولانا صاحب جو مولانا صاحب نے اپنی تصنیفوں کو لکھا تھا وہ انہاں میں لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص ایک کھیت کی زمین دار پر لکھتا ہے جو نے حکم کے پاس آئے۔ انہی سے ہر ایک کا عمرانی ہے کہ کھیت کی تیار شدہ پیداوار میری ہے اور میری اس کا کھانا ہوں۔ ان میں ایک سے دعا کہ نے پوچھا کہ تو میری کس کی ہے اس نے جواب

دیا کہ تو میری نہیں، تو میرے کہ ہے میری اس کا تھا، آپ پوچھا میں اس کے کئی کئی آدمی اس کے پیدا تھا، فرمیں میں تمہارے چیزیں اور کام اس کھیت کے تیار ہونے لگے، میں اس نے سب دوسرے کے ہیں، انہاں سب سے جو پیداوار حاصل ہوئی وہ میری ہے میں صرف اس پیداوار کا ایک حصہ ہونے کا آدمی ہوں، اب جو بیٹے کہ ان میں کوئی ایک حدایت ہے جو اس مسخرے کے حق میں آگے دے گی، میں اس طرح کچھ کہ افغانی عباد میں انہاں میں تو توں اور میں اسباب و اوقات وغیرہ سے وقوع پذیر ہونے سے سب میں تو انہاں ہی انہاں اسباب خدا کی مخلوق میں تو نفس انہاں پر ان کا حاصل اور تہمت ہے خدا سے بڑھ کر بندہ ان کی مخلوق کیسے ہی نہیں ہے۔

مسئلہ کا انجام

مسئلہ کے حل کے حق میں غور نہیں کیا اور یہ مسئلہ غور و محوری پر جو کرتے، اس نام تقریب سے میرا مقصد ہے کہ جو جو خدا مسئلہ کے حل کی کا اظہار کر دیا جان کے متعلق انہاں عباد کا خدا کا عباد کو قرار دیا جس کے نتیجہ میں ان کو دکھوں کہ وہ انہاں ہی حقیقی لائق ہونے سے اور ایک ایک بندہ کے حق میں دکھوں کہ وہ انہاں ہی مسئلہ تسلیم کرنے چاہیے ان کا خدا خدائی مخلوقات سے بھی زیادہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ خدا پر مشرکوں کہ میرے لکھتا تھا کہ عباد اس بات کو کہ انہاں کی نسبت انہاں تھالی کی طرف کو تہمت دے آئے تو مجھے دکھ ہے کہ انہاں میں انہاں اس سے کچھ بھی گئے تو کو تہمت دیا، اگر علم و فہم کی

کو کہ اگر عرض میں ایک ہاتھ سے فرق کیا جائے مثلاً ایک گھنٹے کو آپ نے تھوڑا اور کئی گنا بڑھ کر
کی حرکت سمجھا کر کہیں یا نہ لے گا، بلکہ تھوڑے لمبے کی طرف متوجہ ہو گا، مادہ اس میں
بہرے میں نہیں اور تھوڑی کی حرکت بھی نہیں، لیکن ذرا کئی گنا بڑھ کر تھوڑی کی حرکت تھوڑی
اور اندرونی ہے، اس کا کوئی قصہ نہیں، ایسا ہی اگر آپ نے سانپ پر روشنی ڈالی ہے
گولی پھانسی توڑی توڑی سانپ اور شیر و غنیمت والی گولی پھانسی پر آئے گا، لامتناہی یا گولی کے
تھوڑے نہیں ہوتے، اگر جانوروں کے نزدیک کی حرکت، انہی اور حرکت انہی کی
تھوڑی تھوڑی اور علم ضروری سے ثابت ہے تو ان کے درمیان کئی، اولیٰ الفرق ہونا چاہئے
یہیں کے مسئلہ کسب سامنے آتا ہے۔

مسئلہ کسب

مسئلہ کسب جس میں پیشہ پیشہ کے ہونے کو ملحوظ رکھنا گئے، حتیٰ کہ زمین چھلینے کے لیے کب
دیا کہ ہر کسب تمام ہی درجوں کی کئی واضح فرق نہیں بلکہ وہ بالکل متحد ہے اور وہ کئی
میں فرق اور امتیاز بالکل ہے، مثلاً ہے، اس کی حیثیت کے لئے پہلے ایک مقدمہ کو دیکھئے
کہ کون تواری علم انسان کو پہنچا گیا اس میں کچھ تواری اس کی حیثیت میں وہ کسب اور عقل
اسی فرق کچھ تواری علمین مثلاً قدرت، ارادہ اور کیفیت ہی اس میں وہ حیثیت کی ہی اس کے
تھوڑے پہلے حواس راہ تھوڑے ہی تھوڑے کو حرکت دیتا ہے اور یہی اصل چاہتا ہے کہ اس کے
مثلاً ثابت کے لئے اتنے چاہئے نہیں کہنا ہے کہ حرکت اس کے ارادے اور اختیار سے ہے

نسبت حکم لے کر اس کا ہوا تو اس سے زیادہ شیخ و قریب چیزوں کی نسبت ہی معلوم
گئے ہیں، بلکہ اس سے جو کچھ ہے جہاں کی گائی کی بنا ہے اس کو کہتے ہیں، پھر اس میں
ظہور کہ جن اعتراض سے پہنچا ہوا تھا وہی قائم رہا، اس لئے علماء نے کہا ہے کہ کسب
مسئلہ تھوڑے کے ہاتھ میں شکوک اور دشواریاں ضروری ہیں، اس کا رد ماننا ماننے سے
بھی زیادہ مشکل ہے، تو مسترد ہوا حشر تھا۔

فرق جبریہ کے عقائد

ان کے عقائد ایک فرقہ جبریہ کہتا ہے، مسترد نے تھوڑے کو اپنے عقائد
کا ناقص قرار دیا، جبریہ کہتے ہیں کہ خالق ہوا تو کما ہذا اپنے عقائد میں بالکل یکساں
محقق ہے، اس کے ارادہ و اختیار کو کوئی دخل نہیں اس کے کاروں میں نہیں، ان لوگوں سے
ہوا سوال ہے کہ تم خدا کو اپنے عقائد میں ایسا ہی نہیں مانتے ہو جیسا کہ تھوڑے تھوڑے
تم کو فرق ہی انسانی حرکات میں فرق کی بنا ہے، مثلاً کاتب کے ارادہ کی حرکت اور قلم
کے ارادہ کی حرکت میں فرق جبری ہے، آخری ارادہ کی حرکت میں فرق تم کو یہاں کہنا چاہئے
انگلی میں اس قدر کا ارادہ کر کے ہر تھوڑے میں عقائد اور ہیئت کا ارادہ ہے، جو جبریہ کہتے ہیں
اس مسئلہ پہنچا گئی ہے وہ عقائد مذکور ہیں، اس لئے کہ جہاں سے کہ قدرت کے قریب ایمانی
میں فرق ہیں، بلکہ انہی نے ارادہ کے ساتھ ساتھ عقائد کو فرق کرنے لئے، اور جبریہ حرکات و
جہت میں گئے ہیں، گئے ہیں، کسب انہی اور حرکت غیر ارادہ اور عقائد سے

جی کوئی نتیجہ کچھ میں، انہما ہوا ہے، ولادت سے عظیم کی پیدا آئیں، مرنی انہی ولادت کی
 واقعی حرکت اور مرنے والی سے پہلے اجزاء سے زمین کی گلی اور بعض اجزاء سے پہلے سو سے
 وغیرہ بنے، اور غیر ذلت۔ اب اگر اس سے کوئی سوال کرے کہ میں اجزاء سے ہاڈ سراج بننے
 بننے ان سے زمین کیوں نہیں گئی، اب کھس، اس طرح اگر سوال کیا جائے کہ میں اجزاء سے کیا
 کھو رہی تھی ان سے ہڈوں کے ٹکڑے کیوں نہیں گئے، پھر وہ اجزاء سے سر ہوتا ہے ان
 میں گئے علوم و ادولیات اور سائنات و کائنات رکھیں، یہ علوم و کائنات ان اجزاء میں
 کیوں نہ رکھ دیتے گئے، میں سے ہڈی بنا ہے، ہا ساری دنیا کے علوم و دہر بننے میں اس
 کا جواب میں اس کے نہیں دے سکتے کہ ان اجزاء میں ہی استعمال تھی، اب اگر سوال کیا
 جائے کہ ان اجزاء میں ہی استعمال کیوں ہوئی، کھس کیوں نہ ہوا؟ تو اس ہا کیوں نہ
 جواب دینے سے دنیا باہر ہے اور رہے گی۔

پہلے کسان سائنات کا جواب ہم سوچیں ہی نہیں، دے سکتے ہیں، اور
 سوچیں ہی نہ فرق ہے کہ علم اور خود ہی اس مادہ کو نہیں جانتے، اور میں مادہ بنے شہرہ کہ
 انہوں نے اپنا قانون بنا رکھا ہے، وہ بھی کچھ نہیں جانتا، بلکہ تو ان سے بھی بدتر ہے، یہ علم
 کہ نام عقل و درایت، شعور اور دل اور قدرت و ارادہ تو رکھتا ہے، اور ان مادوں کو اختیار
 بالکل بنے شعور، ارادہ و عقل ہے، تو خود نادر جانتا ہے اور اس کا کھانا چھ جانتا ہے، قدرت
 انکا بہت نا غلط ہے، جنکو سوچیں کے، جینک، وہ بھی اس سلسلہ اسباب و سببیت
 کے مادوں سے واقف نہیں، مگر ان کا کھانا حق و نامک، وہ لاشکی کو لاسب

کہ جانتا ہے، اس کے علم ہی سے کلا چیز بنائے نہیں، انھی اس دنیاوی کائنات
 کی طرف توجہ تھی، ان کائنات سے پہلے ہی تمام نہیں، بلکہ پہلے ہی سبب میں ہے،
 انسان جو کچھ اس دنیا میں کرتا ہے، آخرت میں اسی عمل کے ثمرات و آثار ہیں، سب
 ہوں گے، مگر انہیں انہیں جانتا ہی نہیں، یہ ہے کہ اپنے حال و حال کو بہت ہی سے پہلے
 اور اس کے وجوہات جانتا ہے۔

پس ایمان و اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت میں جانا، یہاں ہی ہے جیسا کہ اللہ
 کا درجہ ہی صوری ہمارا وہ کائنات سے خارج کر دیتا، ورنہ کی چیز ہے، اور ساری دولت
 کفر اور مہاس کی تاثیر میں ہے، کہ اپنے شراب کو تہی کے گشتہ میں لگیں دے، جسے
 جہنم جتے ہی، یہی کفر اور مہاس کی وجہ سے دنیا میں جانا، یہاں ہی کھنے جیسے کوئی شخص
 زہر کھاتا جائے تو اس کے نئے جانتا، قاری ہے۔

اعمال کے نتائج

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایمان اور اعمال صالحہ میں وہ تاثیر اور کفر و مہاس
 میں کیا فرق ہے، کھس سارا با کھس کیوں نہ جاتا، تو میں جیسے ہی کہہ چکا ہوں کہ سببیت
 سببیت کے دائرہ میں جو کچھ تاثیر و آثار کا نہیں سببیت ہے، اس میں کیوں کے سوال کیا گیا
 نہیں، اور عالم کی حشر و جزا میں ہی کیوں، اس سوال پر کھتا ہے، میں کا کھنا جواب
 کسی کے پاس نہیں، انہما ہوا ہے، سوال کا یہی ہے، کیجئے انہما، انہما چلے گا، کے

نوشتہ تقدیر مطابق استعداد ہے

نیز ہادی اختر برہم سے ایک سو بات ہیں، واضح ہو گئی کہ میں شفا میں کراؤں سے شفق واسید لکھو دیا گیا ہے جس کے مطابق عمل دنیا میں اور پھر آخری انجام میں تقدیر پانچام کرتی رہتی ہے، اس پر یہ سوال کرنا ہے کہ توفیق کو سید یا سید کو توفیق کیوں نہ توفیق کہو دیا گیا، ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم انہی میں نہیں ہے جس کی استعداد پائی جاتی تھی نوشتہ تقدیر ہی کے مطابق ہے، اگلے یہ کہا کہ یہ میں یہ استعداد کیوں نہ کی جو میں کیوں نہ رکھی، ایسا ہی ہے جیسے کوئی کچھ کراں میں حواست و حواقی اور پائی میں ہدوت و تجربہ کی خدمت کیوں نہ ہو جو ہے۔ اگر کہا جائے کہ جس مادہ سے اہل یا پائی ہے اس میں ایسی ہی استعداد تھی۔ پھر وہی سوال ختم ہو گا کہ دونوں کی استعدادوں میں فرق کیوں نہیں اور کہاں سے آیا کہ جو اب نہیں دے سکتا ہم پر بھی اس کیوں نہ کی گئی۔ یا یہ کیوں پائی گئی، کی جو اب وہی ضروری نہیں۔ لیکن سب کے لئے جو اب سے حوائج مشیاء و مال نہیں کہیں۔ وہ جس کی توفیق رہی گی، لا یسئل عنا یفعل و ہم یستلونی و ان ان و یکا المقدمہ۔

یہاں پہلے کہ مناسب ہے کہ خدمت شاہ ولی اللہ قدس سرہ و اللہ و کا ایک تختہ نقل کر دیا جائے ہر انہوں نے سب توفیق کے وارث اب و عذاب جو نے کے سبیل

میں بیان فرمایا ہے، میں اسے ایک مولیٰ ہی مثال لکھتا ہوں، اختلاقیہ ہمارا سال کا ایک بچہ ہے، جسے لڑائی کر چنگ آواتے ہوئے دیکھ کر اس کو ہمیں غراہش ہوتی ہے کہ چنگ آواتے ہوئے اس کو اتنی قوت و قوت نہیں کہ تو چنگ آواتے ہوئے اس کو اس کی پڑا کر سفال لکھے، تو یہ حضرت نستیہ کی بات ہے کہ اس کا آپ یا بھائی یا اور کوئی بڑا آدمی چنگ آواتا ہے اور وہ بچہ اپنا ہاتھ چنگ کی ڈور کر لگائے، کہتا ہے، ظہر ہے کہ اس صدمت میں حقیقتہً وصال تو چنگ آواتے و لادوہ لیا شخص ہے، بچہ خود اس چنگ کو اپنی نہیں رانہ آواتا سکتا ہے، اصل ایک عمر کی اقربان اتصال اس کے ہاتھ کا ڈور ہے، مگر اس معمولی تقریب و اتصال کی ذمہ سے وہ اپنا اثرات توفیق کرتے ہے، اگر اس کے ہاتھ سے ڈور چھڑائی جائے تو روتا ہے اور ہاتھ لگا رہنے سے خوش ہوتا ہے، تو یہ جو کب کا ذمہ اور دریا ہی میں قدرت غیر مستفاد کا اقربان و توشہ رکھا گیا ہے اس لئے کہ انسانی کی غفلت ہی یہ ہے کہ جس میں کوئی اپنا کچھ کر حقیقت مشرف و موثر کوئی اور ہو سکتا ہے یا نہیں کہے کہ وہ ہے اس کے اثرات کو تو یہ قبول نہیں کرتا ہے اور دل اس سے متعین اور متعین ہوتا ہے، ویسا کہ آپ کی مثال میں بچہ اصل اپنا ہاتھ لگائے رکھنے کی ذمہ سے چنگ آواتے کو اپنا اصل کہتا ہے اور اس سے اس کا قلب متاثر و خوش ہوتا ہے، حالانکہ اصل میں چنگ آواتا اس لئے کہ اصل ہے، اور ہمیں کو انسانی اپنا اصل نہ کہے ڈور سے کا تصور کہ اس سے کوئی آثار و اتصال میں نہیں ہوتا، لہذا ایک شخص کو بھی خود اپنے مادہ سے نماز نہیں لکھتا، اول

آوی اس کی گوی کی اگر جزا اس کو اٹھا کر دیتا اور زمین پر گرا دیتا ہے، کیا اس جرمی کو گنہگار سے اس کا قلب کی مٹاؤ و صلیح برنگا کر نہیں اور اگر خود اپنے اور وہ دستیار سے فدا کرنا چاہتا ہے ہی پڑتا، اچھے دیکھ کر انہوں پر ضرور ہوتا، اور کسی دہم میں اس کا دل نہانے تک کلاستہ لکانا۔

انہیں انسان کی لغوت ہے کہ جس فعل کو وہ اپنا عمل سمجھتا ہے اس سے اس کا قلب متاثر و صلیح ہوتا ہے اور یہی انسان کی لغوت ہے کہ جو فعل و عمل اس کی خدمت پر مستعد کے اقرب و وسعت سے برہی کر دہا کرنا عمل سمجھتا ہے اور اتنے پختہ صلیح اور جرم و تقویٰ کے ساتھ کہ وہ خود بھی اس حقیقت اور تقویٰ کے وقع کرنے پر قادر نہیں ہوتا، اور جو فعل اس قسمت پر مستعد کے اقرب و وسعت سے ذہب و اس کو وہ اپنا عمل نہیں سمجھتا، بشرطی اپنے ذہب و تقویٰ کے ساتھ کر کے انہماک کے ساتھ فرماتے کہ جب کوئی فعل مستعدی ہو کرنا ہے تو اس کا دل اور اس کا ضمیر کا سمجھتا ہے اس عمل کو اپنا عمل سمجھتا ہے اور وہ ہے کہ اذکار کا شہاد آؤ و حفا اذکار، تو یہ ہر قدر صلیح مستعد کا ایک اقرب و وسعت ہے جس کی وہ سے انسان غلطو ایک عمل کرنا فعل سمجھتا ہے اور اپنی طرف متوجہ کرنا ہے، اس کا نام کسب ہے، چنانچہ شیخ اشعری کا لفظ بھی یہی ہے کہ کسب نفس ایک اقرب ہے۔

خلاصہ بحث
غلام کلام یہ کہ حقیقت انہما میں سب کچھ اشتغال کی

قربت و جوارہ ہی کے تصور و اقدار سے جتنا ہے غم و غم ہی میں قسمت پر مستعد کے اقرب و وسعت کی جب سے انسان اس کو اپنا فعل سمجھتا ہے اور اس میں پناہ لگنے کے اوقات سے اس کا قلب ایک طرح لگ جاتا ہے، لہذا اس پر جزا و سزا بھی مرتب ہوتی ہے، اگر کوئی مشابہت کے کوئی شکل فکر میں چمکے گا وہی پڑتا تھا اس لئے غلام نفس سے اس لئے اس کا وہ لایم کرنا چاہتے ہیں، بلکہ ماقبل دانی، کچھ داریں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس پڑائی جو نسبت سے انہوں کے ساتھ ہے، اس سے کہیں کم نسبت ہو کر انہوں کے ساتھ مابقی ہے، بلکہ کسی کو ہے کہ کوئی نسبت ہی حاصل نہیں، لہذا شراب کی سب اور سوپ کے ساتھ کیا حقیقت ہے۔

اب مابقی میں کچھ اور تصور لاتی ہیں، ایک تو یہ کہ یہ یا نسبت یا یہ فرق و اشتداد تو ساتھ قسمت پر مستعد کے ہے، اور یہی کہ انہوں کے جوارہ و اشتغال انہماک کی طرح نہیں، بلکہ بطریق تیسب طبعی ہے، تیسری یہ کہ نفس انسان اپنی اعمال کے لئے مستعد و صلیح ہوتا ہے، کو وہ اپنا عمل ہے، اور یہ کہ کلام سے وہ اثر قبول نہیں کرتا، اور وہ اپنا عمل اس وقت کے جب اس عمل کے مصدر میں اپنی قدرت پر مستعد کا اقرب و وسعت دیکھے، ان میں اقول کہ شیخ اشعری لکھنے سے سب اشتکات و اشتداد انہماک ہر ہاں ہے۔

اب ایک اور چیز باقی رہ گئی وہ یہ کہ ابی استعد و الجماعت شروع و تباہی کا نتائج میں سب اشتغال ہی کو کہتے ہیں، میں یہ بھی ہر اشد اشتغال کی لغوت تباہی کی نسبت لایم

آتی ہے جس سے بچنے کے لئے مشورے لئے بندوں کا حاجی اٹھان ہونا شروع کیا تھا۔ اس کے
 عشق اٹھنا آتی بات یہ لکھ کر کہا کہ اتنا دیا ہوتا ہے کہ ایک چوٹی اٹھ گیا تو سنی
 اشیاء سے لگ کر کہہ دئی جانتے تو پڑی اور عجب ہے کہ گدی چڑھ کر گدی چڑھوں کے
 ساتھی کہ لڑکے کہ اس میں وہی بناوتی ہے یعنی نہ پڑوس میں کل اونٹوں شریوں ہوتی۔ بلکہ
 اپنے کل کے متبار سے فی حد فائدہ شریوں کے کاہرہ اپنے اندر کوئی پیر و دشمنی
 جہت سے غیر لایمی کہتی ہے مثال کے طور پر ایک حسین اکلوت کو کہتے ہیں، جسے دیکھ
 کہ جہز و ادنی عاشق ہر جاتے ہیں، اگر اس کے سر سے سب بال کاٹ کر لٹا دیا کریں اور
 اس کے بدن سے شری اور بیٹے سے تمام اقلین نکال کر ایک عشت میں رکھ دیں، تو ان
 گندی چیزوں میں کوئی شری نظر نہیں آتا گا، بلکہ ان چیزوں کو چھو دیکھ کر اس کے عاشق
 لائی میں اتارنے لگے گا۔ اس کے بارہو ہونگی شریوں سے وہی جہات میں جب اس کے
 بیٹے کے اندر آتوں میں ہوں، اور وہی گھنٹوں میں اس کے گوں میں فورا دیا ہوا اور
 ہیں ال جب اس کے سر پر قرین سے ہرگز ہوں، اس کو غریب سے آں کی خدمت اور سنا
 رونق کو دورا کہنے والے ہیں۔

دوسری مثال کہہ لیجئے ایک عکاس ہے نہایت خوبصورت عکاسی شان اس میں قسم
 قسم کے سادہ عکاس ہیں بہترین کہہ دیں، انھوں کو پے کا فریج ہے اور تجربہ کیا آشیان
 آسائش کے سادہ میں ہیں بیباں ہیں، اگر اس عکاس میں غلام و رعنا نہایت کی جگہ رہو
 تو ہر شخص اس عکاس کو خواب اور باقی کہے گا، دیکھتے وہ غلام، فی اندر گندی جگہ ہے،

عکاس سنی شریوں سے عکاس میں اس کا جو وہی شریوں ہی سے جس کے بدن عکاس کی
 عکاسی نہیں ہو سکتی۔

بیسری مثال اور لیجئے کسی اور بیٹے اذیل و فیکو کہ وہ سے فاکر کے ایک عکاس
 کو کات ہم سے غلام کو دیا اب اگر اس اس عکاس کی عکاس سے دیکھا جائے تو وہ نہ کرے گا کہ
 عکاس کو بدن سے غلام کو نہ شر ہے، عکاس کو تو بدن کی عکاس سے دیکھ کر غریب کہے گا
 اس کی کہ سے سادہ عکاس ہے ہیج ہر وہ ہے غلام اور انوش تھا کہ اس کی سمت آتا
 جان میں سادہ ذکر جائے۔

اس قسم کا دوسرا عکاس در خواہ میں لگے میں وہ دیکھا ہے کہ کرب کے اندر
 جن میں کوئی عکاس وہی عکاس و شک قیوم و شر کہا جا سکتا ہے کہ وہی شریج جو دوسرے
 اجزا کے علاوہ باجمود کے کہیں میں خیر میں ہی ہو سکتا ہے اس عکاس سے کوئی
 ہی اس کو قیوم و شر نہیں کرنا، بلکہ اس میں کے نہ ہونے سے اس کی عکاس و کرب کو
 ناقص و ناقص تسلط دیا جاتا ہے، لہذا اس میں و شر و شریج کے بنانے والے کو کوئی
 جانا نہیں کہتا بلکہ اس پر دیکھ کر جانا ٹھار کیا جاتا ہے، جیسے کہ ایک بہترین مال شان
 عکاس بنایا اور اس میں بیت اللہ و دنیا تو ہر شخص بنانے والے کو ہر توت کہے گا۔

پس ایسی منت ماہلانہ کہتے ہیں کہ شری غریب ہے عکاس کو نہ عالم کے حق میں
 وہ شریوں کی گناہ کے بدن عالم کی عکاس نہیں ہو سکتی تھی، آخر مثال عالم کی طرف فرمائیے
 کہ شری نظر ہی کہ پیدا کر بھی نہ دے گی تھا، لہذا شری و تہا کی عکاس میں کوئی برائی نہیں

رہنمائی گندی پلید مگر ہر پلے سے پیر نہیں ہر حال

ایک اور سوال کا جواب

اس کے بعد ایک آخری سوال یہ رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک پیدا ہی کیوں کیا؟ پیدا ہی کر کے تو کیا صبح و وقتان تھا اس سوال کا بہتر جواب اللہ تعالیٰ اہم کرنے "علاج اللہ علیہ" میں دیکھتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ کلمہ اللہ کے خلق و ربوبیت کہتے ہوئے پہلے پہچانتا ہوں کہ خیر کو کیوں پیدا کیا؟ تم سوال کہتے ہو کہ زمین و فروع و فرج کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟ وہی حکمت کہ انہوں کو میری مخلوق بنا کر مجھ کو سزا اور حمد و ثناءات اللہ و سلام و تحیہ کیوں کرنے کا نانا دکھلا ہے؟ کیونکہ یہ تو سب اللہ ہی کا اگر سزا دینا خیر ہے جو جانتے سمجھتے ہیں ان کے آئی فرشتوں کی طرح یہ پہچانے اور سب کی کوشش رہا اس کی حکمت و اعلیٰات میں لگے رہیں، تب ہی اس کی صفات عالیہ میں ذرا بار اضافہ نہ ہوگا۔ وہی صفات و کلمات میں قرآن کا کلام خود انہی پر ہر وقت کامل و اگلی ہے پھر طریقت و سننات کے پیدا کرنے کی فرض و عاقبت کیا ہے؟ پہلے اسی کو سوچیں، پھر شرک کے متعلق بھی فکر کریں گے، پھر حضراتی سوال میں تمہیں کہے گا کہ ہم نے خلق ہی پر ہر حال نہ کبھی اللہ کو اس عالم کو اللہ تعالیٰ کے کیوں پیدا کیا؟ اس کے ضمن میں خلق شرک کی حکمت میں غور و جہد واضح رہا ہوگی۔

تحقیق عالم کی حکمت

یاد رکھیں کہ دنیا کے سب مذاہب و اولیٰ نے اس سوال کے حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے اپنے انداز میں مختلف جوابات دیئے ہیں ہمارے نزدیک اس بارے میں محققان نے جو کہ لکھا ہے اس سے آگے بڑھنا ممکن نہیں۔ ان کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سچی کلمات و لغزین حسنات اور نیک خیرات ہے اس کا ارادہ ہر کاران کلمات و صفات کا اظہار ہر اور مظاہر کے آئینوں میں وہ اپنے کلمات و صفات کا کھس و کچھ اور مخلوق اس کے کلمات و ذات و صفات کی سبب مزاحمت و صیح صرفت مانتا کرتے۔

قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلہن یتنزل الامویٰ ینزلن لتعلموا ان اللہ علیٰ کل شئی قدید و ان اللہ قد احاط بكل شئی علماً۔ یعنی آسمان و زمین پیدا کئے اور ان میں انتظامی انکھم جاری کرنے سے تصور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات علم و قدرت کا اظہار ہر ذرہ طیباً ہی العظیم فی دلیع اللہ العلیٰ صفات ایسی انہی دو صفاتوں سے کسی کو کسی طرح کا تحقیق رکھتی ہے۔

صرفی ہر ایک حدیث نقل کرتے ہیں کثرت کثرتاً مخفیاً صاحبیت اولیٰان کو موشی کے نزدیک صیح نہیں لگتا اس کا ضمن شاید اس آیت کے ضمنوں سے اخذ

دستہ ہر دو ہندسہ ہر ایک ہندسہ کی ایک روایت میں وہاں حلقہ، الجھن والا اور
 الا لہجہ ان کی تفسیر ایسے فریضوں سے آتی ہے کہ وہ وہی صورت ہوگی جسے انہوں نے ذکر
 کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ تعالیٰ کا بارگاہ ہی نہیں ہوا۔ تو سوال یہ
 کہ ہے۔ لا یستثنیٰ عما یلعن وھو یستثنیٰ۔

ایسے کہیں تو فریضوں کی میں ہوں کہ وہی ہوں کہ کافی جواب نہیں دے سکتا جیسا
 کہ چاہئے کہ چاہئے۔ اگر آپ سے کہے کہ سوال کہے کہ آپ حقیقت و راستہ کی زندگی کی
 پابندی ہے یا اور کہیں اس کے لئے بہ وجہ کہتے ہیں تو اس کا جواب آپ کہ اس کا چاہنا
 پھر وہ نشانہ ہے کہ مسافت میں ہر ایک کہیں کہے کہ جواب کا تو یہ کہنا مانتے ہیں
 تو کہہ کہ ہے:

ہر ایک کہیں عالم کی حقیقت، ظہور کی حقیقت تھی کہ وہ حقیقت کا نام ہی
 مظاہر میں صاف کر کے اور کرتے تو ان کے ساتھ داخل صاف ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت
 حقیقت تعالیٰ اور ستارہ میں، وہ غفور و رحیم ہی ہے اور یہاں وہ تو ہر ایک، وہ غفور ہی ہے
 اور ستارہ تو ایسٹن و مشرق ہی، اور فریضہ۔ تو یہ حقیقت حقیقت و تعالیٰ ہی ہے اس کے
 مظاہر کی حقیقت و حقیقت ہونے کا نہیں۔ اب بتاؤ اگر ایسے اور فریضہ و فریضہ
 بڑے بڑے ہوتے تو بتاؤ، اور بتاؤ اور ایسٹن حقیقت کا مظاہر ہوتا ہے ہاں
 حقیقت کا ظہور کہیں ہوتا ہے اور اگر نہیں، وہاں میں وہ ظہور ہی ہوتا ہے کہ تو فریضہ
 حقیقت ہاں کہیں ظاہر ہو نہیں، اس میں طرح ہم جیسے کہ بتاؤ وہاں سے نہ ہوتے تو فریضہ

جیسی حقیقت کا اظہار کہیں ہوتا ہے:

الفرق ان فریضہ عالم کی اصل فریضہ و حقیقت اور حقیقت کو اس کے میں حقیقت کی
 اس وقت ہوتی ہے جب اللہ کے میں اس کی حقیقت کا مظاہر ہو، اور اگر اس میں ہے
 یعنی حقیقت کو اس میں فریضہ کہہ جائے تو تعالیٰ انہیں اور فریضہ ہی ہو کہ اس
 عالم میں ظہور فریضہ ہوں کہ حقیقت اس میں حقیقت نے پیدا کئے اور شرک ہونے کو فریضہ
 لیکن یہاں کہ اس کا ہی حقیقت کے کمال اور ستارہ عالم کے سے وہی کہ اس میں ہے۔

اس لئے اس فریضہ ہی اپنے کل ایک حقیقت ہی ہے حقیقت حقیقت ایک ہی
 حقیقت نہیں بلکہ فریضہ اس کے اعتبار سے فریضہ ہے، والحقہ کلام فی ہدایت
 والحقہ لیس ایٹ۔ دیکھئے تو فریضہ ہی ہاں اور ہاں سے گذرے تو حقیقت
 اشکال و حقیقتات اختیار کرتے ہے۔ یہ سب اشکال حقیقت اس نور سے ظہور ہوتی ہیں۔
 لیکن حقیقت ان ہی میں اشکال ہوتے ہیں کہ نور ہوتا ہے کہ ان اشکال بھرا اور اگر
 نور ہی حقیقت ہے کہ لئے حقیقت ہے اور ان اشکال کے میں اسے حقیقت ہاں ہی کہ
 حقیقت میں حقیقت کا حقیقت میں حقیقت ہوتا ہے اور حقیقت کا حقیقت ہے اور حقیقت
 نہیں۔ یہ حقیقت حقیقت حقیقت و حقیقت کا حقیقت ہے اور حقیقت ہی اور حقیقت و حقیقت کا
 حقیقت ہے حقیقت حقیقت کی حقیقت ہاں ہی اور حقیقت ہے حقیقت حقیقت حقیقت اس کے
 حقیقت کی نسبت حقیقت ہے اور حقیقت ہے۔

یہاں ایک اشکال ہے حقیقت ہی حقیقت ہے اور حقیقت حقیقت ہے اسے کہی حقیقت حقیقت

مضغ تقریب الی اجہم کے لئے پیش کرتا ہوں۔

آنجل سفینا میں جو سفارہ لکھوانے جاتے ہیں وہ دونوں طرح کے ہوتے ہیں یا پتے
کی بڑے ہیں، نہایت فروت بخش سرت است آیز بھی اور سخت ہر ناک و پشت آگیز بھی ثابت
سے سفارہ لیکر کاغذ پر شامان و دربان اور بشارت شمش برتے ہیں اور میں کو کچھ
کو مٹھریں، پتے اور ضعیف القلب و پشت زہد پہنچاتے ہیں اور میں اوقات میں پانی پاتے
گتھے ہیں، اب دیکھئے ان میں ایک سفارہ کسی مہمیں اور کوش اور عہدہ سرت اور درباری
بلکہ کسی سرتہ کو جو بھیجا گیا ہے اور جو سرتہ ملا سرتہ کے دیکر کمال کو دونوں سرتوں
میں ہر ہر ظاہر ہونا ہے اور سفارہ لکھنے کی فرض دونوں سے حاصل ہو رہی ہے بلکہ ہا ہا کتا
ہے کہ اگر اس کا مہم سرتہ ایک ہی نوع کے سفارہ لکھو، اور دوسری قسم کے سفارہ لکھو
پر قدرت نہ لکھتا تو اس کے کمال و بہتائی میں سے ایک کو اور نفس حضور ہوتا۔

ہم نے اپنے پیچھے ہی شہید ہوا، باز گردوں کو دیکھا کہ کبھی وہ اپنی خالی پٹائی
میں سے کبھی سائب نکال کر دکھاتے تھے اور ہر دو دیکر تیر تیر ایک اچھا پڑا اور سائب
سخت موزی جانو سے مٹا دیکر کمال دونوں میں کہاں کہا جاتا تھا اور تھا جس
کا حضور و تھا وہ دونوں میں کہاں کہاں جاتا تھا، تاڑش میں کہاں تھا اس میں ہر حق کہ جو
پیر ظاہر پٹائی میں چھوڑا تھا وہاں کیسے وہ وہیں بھڑکے گی، مہا کوئی صرف نظر بند ہی
میں کے چٹکے کوئی کیفیت نہیں ہوتی۔

تو اس سے اتفاق نہ کیجئے کہ خرابی مصلحتی کا کمال میں ہر قسم اور ہر لڑائی کی چیزوں

کو کھانا وغیرہ اور دیشیہ ہونہ صحت سے خشن ہوں پر کھانا کیا دونوں سرتوں میں کھانا ہوا
نہیں اور اس عالم کی گنجی کی کہ فرض میں ہے کیا توہ دونوں سرتوں میں کھانا نہیں
بھی کتا ہے کہ سرتہ شمس میں جو اس وقت تھا تو اس وقت کہ تم کمالی وہاں تھا
و تھا و اشیا کا بھی لکھا لکھتے ہیں و الشمس و ضلعها و القمر اذا اظہرا و
النهار اذا اظہرها و الليل اذا اظہرها و السماء و ما بناها و الارض و ما اظہرها
و نفس و ما سواها فا لہما قیورہا و تقواہا۔

ان سفارہ اشیا کی قسم کما کر بشارت فرمادیں کہ میں طرح اشیا تمہاری نے ان سفارہ اشیا
کو اس کا کتا ہے میں پڑا کیا، اس طرح نفس انسان میں آفرین و نور و دستا و کیفیت کا اہم
و اتنا بھی کر دیا، پھر ان دونوں حالتوں پر فقیرانہ نصیب کے نسبت ثمرات بھی شرب کئے۔
ایسا بھلا ہے و اللیل اذا اظہرہا و النهار اذا اظہرہا و ما خلق اللذ کسر و
الاشقی ان صعبک لظہر شیء ان

فرض تھاں اعتبارا کا پیدائی نافع کا انتہائی کمال ہے، نیو و شکی تحقیق سے
غیر تحقیق کی طوت کتا صیب یا نقص مانے نہیں جاتا۔

آخر میں ایک اور سرب رکھتا ہے کہ کبھی کسی سرتہ کے لئے ایک صفت ثابت
کرتے ہیں اور اس کا ظہور کتا، واقع کے اعتبار سے غلط نہیں جاتا، کبھی صفت ہی قدر
صفت کا ثابت کن، چونکہ دوسرے حالات سے ایک گونہ نقص کا ایسا ہم پیدائے ہے، اس لئے
غرض اس صفت کے ذکر پر اکتفا محمور نہیں کہا جاتا، بلکہ نامہ و احترام کے لحاظ

وانت امرہ تھا وانت کسبتھا امداع وکسبتھ ۳۰۰

اس کا خلاصہ مطلب ہے کہ نہا سب گناہوں کو کھاتا ہے کہ عہدہ کا جوگی
 میں نے کیا تو لے لیری آفت میں ہی پلے کھورا خدا اور تو میرے حق میں کھو گیا اس کا
 کہ چکا تھا جو تو نے تعالیٰ اس کا جواب دیا ہے کہ سب کے ہی کو مل کر تو نے کیا سب
 تیرا ہے تیرے اندر سے اور کوشش سے کام نہا سب میں اس پر کچھ سزاؤں کا :-
 اس کے پکس سب گناہوں کا نکلنے کے کوئی کتاب ہے کہ اسے پورا کھو جائے
 کھو گیا جو سے خدا اور زیادتی ہوئی اور یہ سب لیری کر آت ہے :- تو اور سے جواب
 خدا ہے کہ شک ہے کھو سب تقدیری بات حق ہوئی تیرے حق میں پلے ہی کھو جاتا
 اب تیری اس تصویر پر ہی کچھ سات کرنا ہوں :-
 یہ لوگناہ کی صورت حق اب الامت کی صورت بننے :-

اور سے کوئی بندہ اپنا کام کے کوئی کتاب ہے کہ پورا کاری لے لیم
 کیا میں نے خدا کو کیا میں نے ناز پر ہی میں نے کھانا کھو اور تو حق تعالیٰ کی دولت سے
 ایشاد ہوتا ہے کہ چلے شک میں اپنا اگر میں نے لیری خدا کی اور میری تیری سے تو یہ کام کہ
 سکھا کیا میری اساد و تو میں نے کے بدن تو کچھ کر سکتا تھا اس کے برضاوت سب بندہ اپنی
 طرت سے عرض کرتا ہے کہ آپ نے میری درد نوازی اور آپ نے امنای فرمایا کہ مجھ سے
 یہ کام میں پڑا تو جواب خدا ہے کہ مل تیرا ہے تیرے الامم سے ہر سب اور تو نے یہ
 رنگ کلا ہے :-

نیوت کو انہ سب اور تعالیٰ کی طرف غیب کرتے ہیں :-

جبر و اختیار کے درمیان پر حکمت راست

اور میرے نزدیک اختیار مطلق اور جبر غیب کے درمیان سب کا وہ نام کر کے
 کی بڑی حکمت ہے کہ بندہ اختیار پر قائم رہ کر اپنی ہر ایک فعل و حرکت پر پورے
 جبروت کے صحیح ادب بجا لائے اور سب کی کے کرنے اختیار و آزادانہ میں اپنے کے
 ثابت قدم رکھے۔

حافظ ابن قیم نے خلاصہ اس کلمیں میں ایک عجیب اثر نقل کیا ہے جس سے
 اس سے کئی بڑی نصیحت کئی ہوئی ہے وہ اس ہے :-

ان العبد اذا اذنب فقال ياربني هذا قضاءك وانت قدرت علي
 وانت حكمت علي وانت كتبت علي يقول الله عز وجل وانت جعلت و
 انت كسبت وانت امرت واجتهدت وانا اعاقبت عليه وانا اقال يا
 رب انا ظلمت وانا اخطأت وانا اعتديت وانا فعلت يقول الله
 عز وجل وانا قدرت عليك و قضيت وكتبت وانا اغفر لك
 وانا عمل حسنة فقال يا رب انا عملتها وانا تصدقت وامن
 صليت وانا اطعت يقول الله عز وجل وانا اعنتك وانا وفضلت
 وانا قال يا رب انت اجبتني وانت مننت علي يقول الله وانت علمت

اب فرمائیے کہ کسب کا یہ وہ الہی نہیں اور بڑی درجہ اگر نہ رکھتے تو عزت اور تادب و انطوائس کے نہ رکھتے کہ اس سے بہتر کسوف اور کیا ہو سکتی تھی۔ سب سے پہلے یہی لفظ دیکھ لیں اور کیا استغنی بہت و ملامت ہے۔ یہی وہ پاک و خالص ہیں جن کے چہرے سے زینبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پرہیزگاریاں ہیں۔ یہ عکاس ہیں ان کے جس کا رنگ دین جن تھکے کا شکر کہ اس نے نور نبوت کے فیض سے بہا ایک مقدر سے اپنے نفس بدل کر کھول دیتے۔

قال بعد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله لقد جدات رسول ربنا بالحق والاولا الله ما اهتدوا وما اولوا تصديقا ولا ضللتنا واخبر وعلمنا ان ان الحمد لله رب العالمين۔

فان الله قد هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله لقد جدات رسول ربنا بالحق والاولا الله ما اهتدوا وما اولوا تصديقا ولا ضللتنا واخبر وعلمنا ان ان الحمد لله رب العالمين۔

الشہادۃ بحکم الخاطف الكتاب یعنی مرزائیوں کے ارتداد کا ثبوت اور قتل مرتد کے شرعی دلائل

جس میں نہایت ہی مستقل اور مستند اور قریب سے مرزائیوں کے ارتداد کا ثبوت قتل مرتد کے شرعی دلائل اور اس کا عقلی ثبوت اور ہر اس کی حکمت اور حکم اور رسول کے مشورے اور ان کے نیکو اور پاک و خالص فیض سے مرزائیوں کے ارتداد کا ثبوت اور ان تمام شہادتوں کا انکار کیا گیا ہے۔

مصنفہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی

ناشر

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

فہرست مضامین

۵	ارتداد کی تعریف
۸	کیا مرتد خود اپنی اور اس کی نسبت مرتد ہیں
۱۰	مرتد صاحب کا دعوئی بیعت
۱۲	کا فرس طرح کے رسول کا دانے والا ہوتا ہے
۲۳	کیا اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے
۲۸	مرتد کا فیصلہ سنت رسول اللہ سے
۳۰	مرتد کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ سے
۳۱	رتاد کے متعلق حضرت علی کا فیصلہ
۳۲	قتل مرتد کا فیصلہ اصحاب ائمہ الاسلام سے
۳۴	قتل مرتد کے متعلق قیاسی شرعی اور عقل سلیم کا حکم
۳۵	مرتد کی نسبت اسلامی حکومت کا فیصلہ
۵۲	ضمیمہ رسالہ اشہاب
۶۲	خاتمہ کتاب

وما والاہ، اپنی ساری مخلوقوں کو سدا بہا مومنوں کی صفیٰ کرتا ہوں تو کیا
 انہی تصریحات کے باوجود بھی گمراہ صاحب اسے مسلمان سمجھتے رہیں گے اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھنے والا تصدیق کریں گے اور ان
 بعض صحابہ اور ان بعض صحابہ کے قرآن کی تفسیر کو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم بلکہ ان کی تفسیر قرار دیں گے۔

اگر ایسے شخص کو باوجود انیال قرار رسالت کے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی رسالت بلکہ خود خداوند سبحان حضرت کاسکریٰ قرار دیتے ہیں جیسا کہ
 ان الذین یحفظون ما اللہ ورسولہ من بعد ان یقرآوا من اللہ ورسولہ
 وقرآون قرآن بہ بعض وکفر بعض فلیعذبون ان ینظروا من فایات سیرا
 اور ان ختم الحقا فی ذلک حقا کے تحت میں انہوں نے لکھا ہے۔

”انشاؤ اس کے رسولوں میں تصریح سے معلوم صرف یہی نہیں کیا کہ وہ ان
 لیا اور رسولوں کا انکار کر دیا جیسے یہ نہیں بلکہ یہ بھی کہ بعض رسولوں کو ان لیا
 اور بعض کا انکار کر دیا جیسے تمام ان کی کتاب کی حالت ہے اور یہ اس نے کہ ان
 کے اس میں رسول کا انکار کیا اللہ کا ان انکار ہے وہی قرآن“

انہوں کے صحیح مورو اور انیال تمام قرآنی حقیقتوں کی منکر ہیں کہ
 کافر کا لفظ مومن کے مقابلہ پر ہے اور کفر وہ ہے۔

(۱) ایک کافر کا ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

(۲) اور اسے کافر قرار دیا جیے مورو کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود تمام تحت

کے سمجھتا جانتا ہے اور اگر خود سے دیکھا جائے تو یہ رسولوں قسم کے کفر ایک ہی قسم
 میں داخل ہیں،

اور اس کتاب کے صحت پر کتھے ہیں جو نئے میں مانتا اور خدا اور رسول
 کو بھی نہیں مانتا

قرآن قسم کے انکار اور تسلیم سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک میں انشاؤ اس
 کے رسول کے انکار کی صورت ہی صورت ہے جس کی ایک شخص زبان سے صریح
 طور پر لیں کہ میں خدا کو یا اس کے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں
 مانتا بلکہ یہ اللہ کی بعض نہایت ہی عقل اور خود ہی رسولوں کا انکار کرنا ہے جو ان
 کی اطلاع خدا اور اس کے رسول نے وہی ہوا اور اس کے رسول ہی کا انکار کرنا
 سمجھا جائیگا جو قرآن کی تصریح اور نہ اس صاحب کے انکار کے خلاف کفر ہے۔

پس جب کہ امام اہل حق کی تصریح کے مطابق اسلام سے کفر کی طرف پھر
 جانے کا نام ارتداد ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح مورو کی تصریحات سے
 یہ حقیقت ہو چکا کہ کفر صرف یہی نہیں کہ انشاؤ اس کے رسول کا صحیح طور پر زبان
 سے انکار کیا جائے، بلکہ بعض اظہار اسلام کا انکار کرنا بھی حقیقت ہے اور اللہ
 اور اس کے رسول کا انکار کرنا ہے جو کفر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ارتداد یعنی اسلام سے
 کفر کی طرف پھر جانے کا دو صورت ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ قرآنی مسلمان صریحاً اسلام سے انکار کر بیٹھے۔
 (۲) اور دوسرے یہ کہ ایسا ہو کہ بعض تصویبات و ضمیمہ تصویبات میں سے
 انکار کرے۔ یہاں صورتوں میں ایسا شخص ارتداد یعنی اسلام سے انکار کفر میں جاتا

والا ہے (میں یاد رکھیں)

کیا مرزا قادیانی اور اُس کی اُمت مرتد ہیں؟

جو لوگ مرزا غلام احمد کو منجھکتے ہیں ان کے نزدیک یہ ایسا بدلتا رویہ ہے جو ہم پر ایمان کر چکے ہیں۔ ان کا عقول ہے جگر مرزا صاحب پہلے مسلمان تھے اور پھر ذلیل اسلام کے بے عقائد کچھ تھے۔ اس کے بعد انہوں نے تفسیر کے ایسی باتیں کہیں اور سنیں کہ میں چین کا ماننا کلمہ طہیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راست کا ماننا ہے۔ مگر چہ بار بار زبان سے یہ کہہ کر دیا کرتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور تمام انبیاء ہی باقی تمام انبیاء اور مسلمانوں کے خاتم کے پاک اور برگزیدہ ہیں۔ یہ سب کچھ سنا کر وہ تو انہوں نے ان سے نہایت اصرار کیا تھا کہ میں تو سچا نبی بھی نکلتا ہے وہ چاہے جو ان کے پیچھے اور اہل کلمہ ہیں۔ وہ حسب کچھ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تصریح کے مطابق خاتم النبیین ہی تو سنا تھا ہی یہ میں کہتے جاتے ہیں کہ میں آپ کے بعد نبی ہو کر آیا ہوں۔ سچے نبی تو جس کا انہیں وہ عقول ہے صرف وہ دلائل کھنڈتے نہیں جیسے صرف یہ کہ مشائخ اکابر نے اپنی اصطلاح میں نبوت کے نقطہ سے تعبیر کر دیا ہے اور کیا ہے کہ وہ کہہ کر جاواں مہر میں موجود ہوتی ہے گو اس کو دوسرے وہ انبیاء نہیں کہلاتے اور وہ کبھی آج تک کسی دلی کے حسی گراں مودت نے نہیں جس

لئے نا انصافی کی بات المبتدئۃ لا یکن کلامہ نبوت کے صحت پر ہے انصاف
 بیزم الانصاف والابتدئۃ ونبوت ۱۳

کے مودت ہونے کی تصدیق زبان صحت سے ہو چکی تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما اس نبوت پر ایمان لانے کی طرف لوگوں کو دعوت دئی ہے اور وہ مرزا صاحب

فانعمید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن المرثی و اجز من اجزاء المبتدئۃ انفق بقی الناس فی المبتدئۃ عدل اور طیب کا قسم عدل الانصاف اسم المبتدئۃ ولا الثبوت الانصافی المشرع من اعادة تفسیر طین الاحتمال مخصوص وصف معین فی المبتدئۃ (تذکرہ طہ) ۱

حکم میں بھی ظہر فی المشاورات و امر اجز من اجزاء المبتدئۃ وان لعدیک صاحب المبتدئۃ نبیاً فقتل لم یسمع رخصۃ اللہ فیما اطلاق المبتدئۃ الا لامن انصاف بالظہور عرف ذلک الثبوت و تثلیث المبتدئۃ الثبوت حجت علینا وان اختلفت زبان من جملتها المشرع بعد انقضاء المشرع و ذلک لا ینکر ان الا ان اختلفت

کیجئے گا کہ ان کی نبوت کی کوئی دلیل نہ ہو گی اور نبوت میں عدلی اور نبی پر سب مشروطی نہیں ہوا اور نبوت ان کے کلام کو کھری ہوئی اور انہیں اس پر پورا ہے جو انہیں اجازت ہے صرف یہی ہے۔ عدلی نبوت ہے جو مشروط ہو چکی اور ان کی عدالت کی کوئی دلیل نہ ہو گی اور انہیں سے تشریح بھی ہے جو ان کی سے ہوئی ہے اور انہیں نبوت کی کلام

انصاف ۱۳

اسی گھٹی نبوت کے نام ہیں ہر ایک پر خطاب دیکھنے سے بھی کسی کو اس صحابہ کو
نہی اہلہ حاصل ہو سکتی ہے۔

مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت

بلکہ وہ خود نبوت و وحی سے آگے بڑھ کر مطلق نبوت ہی اسی نبوت کے جس
پر صرف تلامذہ یا ان کو زمرہ میں خطاب کو نہ اشارہ کو بلکہ تمام انبیاء علیہ
و سلم کی طرح تمام عالم کو ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر جو کوئی
اس دعوت کے پیچھے پر بھی ایمان نہ لائے وہ دشمن کا ایمان نہ لائے اس سے
جہنم ہے۔ میں طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ایمان نہ لانے والا
بے ایمان ہے نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا راستہ والا بعینہ خطاب رسول کو بھی نہ
ماننے والا ہے۔

صرف یہی کہ ان کو رسول ہی تسلیم کر لیا جائے۔ بلکہ بعض اولیاء العزم و فریق
اور خاتم انبیاء و نبی مرسلین سے یہ دعوت بھی ہی مریم علیہ السلام پر بھی ان
کی نصیحت کا فرق کیا جائے۔ پھر نصیحت ہی اللہ کی نصیحت نہیں۔ بلکہ ان کی نصیحت
اور ہر زبان میں ان سے چلنے کہنا مانا جائے اور اگر جو کہے تو ان سب کے بعد خدا
وہی زبان سے تشریح و اسباب ضرورت ہی ہی تسلیم کر لیا جائے۔ بلاشبہ یہی
مرزا صاحب کی حیا اہل نبوت ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں یہی ہی نصیحت
ہر پارہ میں کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا امیر خدا کا امین اور خدا کی طرف سے
آیا ہے۔ جو کہ ہے اس پر ایمان لانا اس کا فرض ہے نہ انہی انصاف و عدل سے

ہر حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک ایک شخص میں کو میری
دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس خطا
کے نزدیک قابل عقاب نہ ہے۔

(شیخ اصلی جلد اول صفحہ ۱۰۰) اشتہار اشتہار اشتہار اشتہار اشتہار
خطا اس کے جو مجھے نہیں مانا وہ خطا اور ذمہ کو نہیں مانا گیا بلکہ میری نصیحت
خطا اور ذمہ کی نصیحت کوئی سوچو ہے (مشرق الہی بارود صفحہ ۱۰۰) اب جو شخص
خطا اور ذمہ کی نصیحت کو نہیں مانا وہ ذمہ کی تکذیب کرتا ہے اور خطا خدا
تعالیٰ کے نشانوں کو نہ کرتا ہے اور نہ کو بارود صمدی انسانوں کے مشرقی مشرقی
ہے تو وہ ذمہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ (ایضاً صفحہ ۱۰۰)

اور اس میں یہی ہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو یہی ہی مریم سے کیا نصیحت ہے۔ وہ یہی
ہے اور خطا کے نزدیک مشرق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی اس میری نصیحت کی نصیحت
تلا ہی ہو تو میں اس کو جزئی نصیحت قرار دیتا تھا۔ مگر یہ میں جو خطا تعالیٰ کی
دی گئی ہے اس کی طرح میرے اور پر تامل ہوئی اس نے مجھ سے عقیدہ برتاؤ نہ
رہنے دیا اور صرف طور پر ہی کا خطاب مجھ پر کیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک
پہلو سے ہی اس کا ایک پہلو سے اس سے (عقیدہ انواری بارود صفحہ ۱۰۰)
مستحق اس نصیحت میں سے یہی جو خود میرا تھا اس پہلے یہی سے ہی تمام
شخص میں نبوت بڑھ کر ہے۔

عقیدہ انواری صفحہ ۱۰۰ اشتہار اشتہار اشتہار اشتہار اشتہار



کافر طرح کے رسول کا نہ ماننے والا ہوتا ہے

اس کے متعلق تریاق الغلوب ص ۱۳۰ میں لکھتے ہیں:-
 یہ نہ کہتے ہیں یہ ان کے لئے لائق ہے کہ اپنے دشمنوں سے انکار کر کے دے
 گو کافر کہنا یہ صرف ان میں کی شان ہے جو نہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت
 لیا گیا ہو اور نہ لایا گیا ہو۔ لیکن صاحب شریعت کے اسوا میں خود
 ظہور اور نہ شریعت ہی کو گورو کیسے ہی صاحب الہی میں اعلیٰ شہن رکھتے ہوں۔
 اور علمت مکمل الہی سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں
 بن جاتا۔

ماحول اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے
 ذریعے سے چند امور کو بیان کئے۔ اعلیٰ حقیت کے لئے ایک قانون
 شریعت کیا وہی صاحب شریعت ہو گا جسے اس تعریف کی ذمہ داری ہوتی ہے
 مخالف طرز میں کیوں کہ یہی وحی میں اس میں چھ اور بھی ہیں اور اگر کو
 کہ شریعت سے وہ شریعت ملا ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل
 ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان هذا القرآن العبد الاول صحت اہل عہد
 و نوح۔ یعنی قرآنی تعلیم قرابت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت
 وہ ہے جس میں باقیہ تمام وحی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل کیونکہ اگر وہیت یا
 قرآن شریعت میں باقیہ احکام شریعت کا ذکر ہے تو یہی جہاں تک تعارض نہ ہو میں
 صلح آگے و بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وہی وحی ہے

کیا شریعت میں ایسے پتھر ہیں جو ان کی تائید کرنا کے لئے جہاں تک وہ چاہیں

فدا بقی ملاو لیاو الیوم بعد
 ارتقاخ الشریعۃ الا المتعویبات و
 اللذات الیوب الا من الا للہیۃ
 و التواضیق من ادعاھا بعد الخذلان
 علی اللہ علیہ وسلم و فہو شریع
 شریعۃ ہدی بھا الیہ سوا وفاق
 ہوا شریعنا ارض الف و رفتات بیچ

بوجہ اللہ جانے کے جہاں اللہ کے ظاہر
 شریعت کے گویا آتش میں لہرا اور انار کا پتھر
 سب سے بڑا ہے جو پتھر کی طرح ہو سکتا ہے
 اللہ تعالیٰ شریعت کے بعد اس وحی کا
 رحیم بنا صاحب اور اپنی طرف سے
 آئے گا کہ جسے خود وہ شریعت ہر ساری
 شریعت کے ساتھ ہر ایک

شیخ عبد الوہاب شمرانی اس عبارت کے ساتھ اس قدر لکھا ہے کہ شریعت

ان جان تکلیف امور با صفت
 والاحقرین با صفت صفتا
 والاعلیٰ با صفت ہر
 تامل الشیخ الاسلامی فی الایمان والحقا
 والعشرین من الخصال من قال
 ان اللہ تعالیٰ امرک فی حق فلیس
 وہک و صیح اذنا ذالک کجیث
 لان الامر سوا کلامہ و صلحہ ذ
 ذالک بات صدق و عدل الناس
 والحقین والواضح بیچ

ہر ایک صفت اور شریعت تکلف ہے اور ان میں
 اور وہ جس سے تو ہی اس کا سہارا ہے
 اور اگر تکلف میں تو ہی اس کا سہارا ہے
 پتھر کی طرح ہے کہ اس وحی میں لہرا تو ہی
 کہ جو ان کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ حکم کے ساتھ
 کہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو کوئی حکم کیا ہے
 ہو اور اللہ صاحب کے ہی حکم کی وحی میں
 ہو وہ وحی میں اللہ تعالیٰ ہی میں
 میں ہے لہذا کہ ان میں اس کی تائید
 میں ہے لہذا کہ ان میں اس کی تائید

رو کرنے والی تصریحات ہم نقل کر چکے ہیں۔ اسلام کے ایک قطعی عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے تشریح اور تفسیر نہ ہوتی ہے اور جو بیعت ان تصریحات پر طلع ہو، کوران کو صادق سمجھتی ہے اور اس کی حمایت میں لڑتی ہے وہ بھی تیسرا جزو اور ذمہ داری ہے خواہ وہ قادیان میں سکونت رکھتی ہو یا لاہور میں جب تک وہ ان تصریحات کے غلط اور باطل ہونے کا اعلان نہ کرے اس خط کے خطاب سے خلاص پانے کی اس کے لئے کوئی سبیل نہیں۔

یہاں تک ہم نے مرزا صاحب اور ان کے اذکار و کتاب ازاد کا مرقعہ ایک سبب بیان کیا ہے۔ کیونکہ جو اعلیٰ صاحب نے اپنے بیعت میں بھی کاغذ گہ کیا تھا۔ دوسرے جو بیعت ازاد و مشفقہ میں نہیں لیا، ظہیر اسلام وغیرہ سے عموماً اجازت لیا گیا ہے۔ شاید اس خصوصیت کو سیر کوئی دوسرا صحابی انجام دے گا اور بہت سے بزرگ جو سے پہلے ہمیں فی الجملہ انجام دے چکے ہیں۔

آپ فرمائیے کیونکہ مرزا صاحب یا کسی ایک کار کو گئے کا فر و توحیات کرنے میں کوئی خوشی نہیں ہے۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم غیر متقدمین کو کافر کہتے ہیں۔ تمام شیعوں کو دوسرے غیر یوں کو خوشی کہانہ بر طبع یوں کو بھی کافر نہیں کہتے جو ہم کو کافر نہ کہتے ہیں۔ ہم ہمدردی نہیں سمجھتے کہ کوئی مسرت میں نکل آئی کہ مرزا نہیں کی تفسیر سے ہم کو زبان گوہر دیکھ کر بیٹھی۔ لیکن اعلان کے مصلحت و طہاری نے ہم سے ہانکا۔ رسالت میں حضرت گستاخی ہوتی چھا و کسی طرح تم نوبت کا ستون کھڑا نہیں رہ سکتا۔ ہم کو خط کو دیا ہے کہ ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں کی گرائی۔ لوگوں کو یہاں کہہ دینا اور ہر اشفاق میں غلط ہو گیا ہر وہ سنت

خط بک ہے۔

جو مرزا میں مرزا صاحب کی میں اور نقل کر چکا ہوں کیا ان کے مطالبہ کے بعد اس مسئلہ کا اعلان نہیں ہو گیا تاکہ جو کوئی ان کو تیسرا جزو نہ مانے وہ دائرہ ایمان و اسلام سے خارج ہے۔ اسے خود خود نیا کی مرزا شمار کیا کہ مرزا کے کافر بنانے جو ہے غیر مسلموں کے سوا کتنے آدمی مسلمان رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوشاں غیر مسلم والی لکھ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اور اس کے احکام بجالاتے ہیں۔

کیا مشرکوں کو اپنا کافر نہیں؟

مسائل اللہ محمد رسول اللہ کا احترام کرنے والے کو کافر کہتے ہیں یہی خط بک اعلیٰ ہے خواہ مرزا محمود صاحب کہیں یا مولوی کفایت اللہ صاحب ۱۱
دو زبانوں میں سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا اور خاضا فرم کریں گے اور ان کی تفسیر چاکر ولا تقدر ان لمن اتقن الیکمالی است منہ ما کان تلاوت فرمائیے گے۔

ایک طرف تو آپ کے بیچ ہر دو سارے پہلوں کے کلمہ پڑھنے والوں کو کافر کہتے ہیں کہ نفوس کے سلامتی سے نکال رہے ہیں اور دوسری طرف آپ شاید ہر اس شخص کو جو مسلمانوں کو سلا کر لے خواہ وہ ہندو ہو یا مسیحی یا اہل کتاب یا ہر مذہب کی تہنیت کرتے ہیں۔ اس سے یہ کہہ یاں اور اس دنوں کی شریعت نہیں اور ان دنوں کی حقیقت سے انصاف ہو جاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ قادیانی جسے نمازی میں تکریم جیت پڑتے ہیں۔ روزانہ

سوائے علیؑ کے کہ وہ بھی صرف خدا کا انکار کرتے تھے فرمایا۔

<p>۱۱۱۱ اقیقت اولیائے فاضلہ ہم انی ہوئی متھمہ و انھم عیسا کا جیسی والذی یولاد بہ جہنم اللہ بہن عمر ان اولیوں ہمدون مثل اجنبی قرعنا وانفقہ ما قبل اللہ منہ حتی یومئذ بالقدور۔</p>	<p>میں آپوں سے ٹوکا اور کہ میں وہی اللہ ہوں اور اللہ ان سے اللہ ہے اور وہ ہم سے ہے علیؑ کو تو تم ہو اس حد تک کہ ان کو اللہ ہی مہر مہر کہہ سکتا ہے انگڑوں کے کہ کہیں اس سرور پر ان کی ہمارے سند پر پورے اسے مارا کرتا ہے تب تک کہ اللہ ہو گیا ہے اور ان کی کہ گویا ان کے ہاتھوں پر ہوا ہے</p>
--	--

۱۱۱۔

ابو طالب سے بڑھ کر اسلام اور غیر اسلام کی حمایت اور طاعت اسے کسی
تاک نہیں سہمت میں کسی نے کی ہوگی لیکن وہ نہ ساری خدشات اور جاننا نہیں
میں اس کو شخصاً ہیج نہ تھا کہیں۔

روایات ہلاکو بڑھ کر کہ کسی بہت ہے کہ کئی بیویوں کی بعض نام نہاد خواتین
اسلام کو کہہ کر ان کے ہوسن پانا ہی ہونے کا تو عملی ہے۔ اور ان کے عقائد
کفر کی طرف کی امتعات دکر ہے۔

عہد رس میں منافقین کا گروہ ہوا ہے کہ وہ مسلمان کہتا تھا۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر نہیں کہا کہ اللہ ہی دنیا تھا۔ اللہ ہی اللہ ہی
پر ایمان رکھنے کا اظہار کرتا تھا۔ مسجدوں میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے قبیلہ
کی طرف سے کہ کے نمازیں پڑھتا تھا اور ان کا ذبیحہ بھی کھاتا تھا۔ لیکن اس پر
میں ان کو جھوٹا اور بے ایمان کہا گیا۔ اور مسلمانوں کو ان کے کفر سے بچتے

رہنے کی ہدایت کی گئی کیونکہ ان کے دوسرے مخالفین و احوال اور مخالفت
مستحقان کے دکھائے ایمان کی تکذیب کرتے تھے۔ دلتون ہمدون لمن اعتقل
اور ان کا دل بایمان سے خالی تھا۔ اور وہ لوگ بھی ہمارے یہاں کے چنیا ہی
نہی کی امت کی طرح اندر ہی اندر اسلام اور مسلمانوں کی حق کا پتہ دیتے تھے۔
فرق صرف اتنا ہے کہ چنیا ہی نہیں اور اس کی امت نے تلک طرفی سے اسلام
کے خلاف بعض حد تک کا اعلان بھی کر دیا اور اس لئے وہ منافق کے بھانے خیر
کے ٹکر کے تحت میں آ گئے۔ اور میرا خداستان ان کو نہا تقیوں کی ہی مہلت نہ
دے سکے مگر تقدیرانی پیدائش منافقین میں شامل ہو کر انسانی حد و عمر سے بڑھا ،
چہا جس ہے تو اس کی طرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ جہاد اپنے نبیؐ سے کفر کا
قرار کرنا چھوڑے۔ پھر ان کے دلیں کا حال خدا کے اور ہی حق کے سوال
کر دیا جائے گا۔ غلبہ مٹا مٹو نے جو مشورہ نصرت اللہ کے واقعہ کے بعد چنیا
پارسی کو دیا ہے اس میں بھی انسانی کی تعلیم کی طرف ایک توجہ اٹھایا ہے۔

مومنین صاحب کو پڑھی ہو گئی اس کے سوا اگر خطا اور بیعت نہ تھی تو یہاں کو کافر
بتواتر میری تو نہیں کو شیعہ اور شیعیوں کو سنی بتواتر کو حنفیہ اور حنفیہ بتواتر
کو حنفیہ بتواتر اس میں شیعیوں کو پڑھی ہو گئی اس میں شیعیوں کو دیکھو جو بے کافر
قرار دیتے ہیں اس صورت میں لوگوں کی مسلمان نہ رہے گا اور ایک دوسرے کو خیر
کہہ کر قتل کر دیں گے۔

لیکن اول تو یہ دیکھو کہ ہی غلط ہے کہ ان میں سے ہر ایک فرقہ دوسرے
کو کافر اور مرتد اور صاحب عقل سمجھتا ہے۔ دوسرے واقعات آپ کے اس

خطرہ کا اندازہ کرتے ہیں یہ کہ سورت تک پہنچنا ساروں میں سب سے زیادہ مشکل نہیں کئے گئے۔ پھر کچھ لوگوں کے فتنوں سے کوئی نہ توغیر ایسا پیش نہیں آیا کہ کوئی مسلمان بعض فرضی جرم ارتداد کو کسی بگڑ چکل کر دیا گیا ہو۔ اور اگر کسی بگڑ آئے دیا ہی کیا گیا تو آپ دیکھ لیں گے کہ اس کا نشان کھلنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہرگز نہیں بدیگاہ۔

مخبروں کا صاحب کو یہ سمجھنے سے کہ اسلام کے نام پر اپنی تمام دنیا ہلاست کی لازم کرنا چاہئے کیا وہ نہیں جانتے کہ مسلمان جو ہر وقت اللہ کی گواہی دے رہا ہو مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو کیا اس انتہاؤں کے وقت یہ وہ ہلاکتوں کے کافر کہنے سے کیا بچے سزا سے اسلام میں کچھ فرقہ پرستانہ اور باپ کے ہاتھ میں کوئی سید اور اور آیا ہے جس میں آپ اپنے اسلام اور ان کے کفر کو کہہ سکتے ہیں۔

اسی طرح کیا قرآن و سنت نے کوئی سید صالح و فاجر سے ہاتھ نہیں لیا، نہیں دیکر ہم دیکھنا کہ اسلام کے انتہاؤں کے وقت ہر ایک کے گھروں میں کیا ہو گیا کس کو دیکھیں۔

تو صرف یہ نہ کہ جسے حکم ہر ایک فرقہ پرست کے لئے اور حکم ہے یا جیسا کہ یہ کیا جاسکتا ہے ان میں کوئی کافر مرتد نہیں یا سارے کافر مرتد نہیں ہیں۔ (سورۃ اللہ)

تو اس لئے اگر تم نے کفر یا ایمان چھین لیا ہے تو کیا حال ہے ان لوگوں کو جو تو تم پر ایمان لایا ہے وہ بھی سلب کیا گیا ہے تم کو یہ حفظ ہے کہ سب مسلمان انتہاؤں میں قتل کئے جاتے ہیں تو ان اور یہ حال شام و ایران اور دیگر ملک کے حکم سے کئی ملک نہیں کئے جاتے۔

یہ سوال یا جواب کو آپ ہر دور کے سید و خواص و عوام سے کہیں۔ اور یہ ان لوگوں اور لوگوں یا اینٹ سے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کمال کے ظلموں میں اس علم کے

کو ان خاص یا خاص حد و گزیر کی گواہی دیتے ہیں جو ارتداد کا جھنڈا اٹھانے اور انہما کو آفت سے پہلے دنیا میں گمراہی کو حق تعالیٰ کے غضب و انتقام کا سزا دینا ہے۔

کیا اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے؟

اسی دور کے شدت کی طرف اشارہ ہیں اور یہ کہ اسلام میں سزا کی ہر گناہ ہے اور انتقام کی آفتوں کو جس تک اصل قانون اسلام و مطبق ہو سکتا ہے۔

اسی اصل کے مطابق کئی شہادت کے ساتھ پہلے پھر لیس ہو سکتی ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع صحابہ کرام، اجماع علماء و مستنیاؤں۔

اگر یہ ضروری نہیں کہ مرتد کا ثبوت چاروں طریقوں سے ہو اور نہ ہر ایک دلیل پر مشتمل ہو اور نہ ہر گناہ ہو سکتی ہے تاہم شدت کی سزا میں انتقام سے چاروں طریقوں میں ہونا چاہئے۔

چونکہ یہ کہ گیا ہے کہ قتل مرتد کا ثبوت قرآن کریم سے نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کے لئے ثبوت میں کے ذمے سے مسلمان بخارج کا اسلام ہو جاتے ہیں۔ اگر ان حدیث و احادیث و سب کو سمجھ کر صرف ایک دو مونیوں کی ناتمام جہالتوں سے ہونا ہے جو ہوتے ہیں اس لئے ہم نے یہ ہر دو تمام جہت کے لئے مناسب سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں قرآن ہی کا فیصلہ نہ لیا جائے۔

مرتدین کے حق میں قرآن کا فیصلہ

یوں تو قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جو مرتد کے قتل پر دلائل مقرر

اور ذات کے ساتھ نقل کر لیا اور زیادہ اس دور کا فائدہ دیا گیا کہ توہمیں کو کونسی
 سزا سے محفوظ رکھ سکے، بلکہ توہمیں کی تفسیریت بھی اس سبب سے متزلزلیت پر ضرب ہوئی
 کیا جاسکتا ہے کہ یہ انھوں نے توہمیں کی شریعت کا ہے، نہ اسے تفسیر کے حق میں اس
 سے کسی نہیں کیا جاسکتا، لیکن آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انھوں کو توہمیں
 شرائے اور احکام کی حیثیت کی تھی، بعد ازاں انھوں نے اس کو نقل کیا ہے، وہ جانتی
 تھیں کہ توہمیں اور ان کا اقتدا کرنے کا حکم توہمیں سے ہے، نہ کہ اس کے خلاف
 پر بہانے سے تفسیر یا ہمارے کتاب اس حکم سے ہم کو ملو، نہ کہ وہی۔
 پھر انھوں نے درجہ میں کے تکرار کے بعد ان میں حضرت مولیٰ علیہ السلام میں
 میں ہی کو علیہ السلام کے حکم کو خطاب ہوا ہے کہ:-

اولاً الذین هدانا لهذا ہلکنا
 فبما نقضنا الحکم انما نصدق
 | وہ لوگ ہیں جو کوہدائے جاہلیت کی کتاب
 ہمیں ان کی ہدایت پر چلے۔

یہ خطاب فی الواقعیت ہم کو نشانہ ہے، خود مولیٰ صاحب اپنی تفسیر میں
 لکھتے ہیں کہ قرآن شریعت میں کسی انسان کا ذکر نہیں کیا، تو ہمیں اس کو
 کی تعلیم کیلئے بعد ازاں انھوں نے انہیں اس کتاب سے بھی اس میں کے متذہب
 کو نقل کئے جانے کے حکم میں بھی تفسیر ہمیں ہی مسلمانوں کو ہوگی۔

مرتد کا فیصلہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

مفسر صاحب کہ روایت کی آیات کی سمیت میں خود مولیٰ علیہ السلام نے
 یہ حکم کا نام و نام فیصلہ بھی دیا، لیکن اس سے قبل ایچ کے تحت میں داخل

ہے، یہی ہوگا۔

من بدل دینہ فافتقہ (سکھ بھلا) | جو اپنا دین بدلے اسے کفر
 مولیٰ صاحب نے فرمایا کہ اس صورت کے ساتھ خوب ٹھوس کیا ہے
 اور اس طرح اپنے دل کی گتگی کا اور ثبوت لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ یہاں دین سے کیا مراد ہے۔ کیا یہاں دین کو بدلنے والا واجب
 القتل ہے، تو یہی ہے کوئی نصرانی بنے یا ہندو سے عیسائی وہ بھی واجب القتل ہوگا
 کیا مولیٰ صاحب یہاں سے کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ یہ کہو ہے، تو خود ان
 کا ضمیر اندر سے ان پر لعنت نہیں کہ، ہاتھ پاؤں کی ناقص طور پر وہ مولیٰ علیہ السلام
 اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک لفظ کا بھی کوئی ایسا مطلب لیتا ہے، نہ ہی جس سے
 یہ لفظ لیا گیا ہو، کہہ کر شخص جو اپنا دین بدلے، پھر اگر اسلام میں آتا ہے، اسے قتل
 کرتے ہمارے یہاں تو وہی من فراتھے میں سماوی دین سے ہی کوئی نسبت لے سکتا۔
 جس وقت آپ کے دل میں یہ سوال آیا تھا کہ صورت میں جو مسلمانوں کو نشانہ
 ہے، من بدل دینہ فافتقہ اس میں کوئی ایسا دین تھا کہ رسول کی مراد ہے تو اس کے
 جواب میں قرآن کا کافی کلام دہرایا جاتا ہے، نہ کہ یہ کہ:-

ان الذین صدقوا اللہ الاسلام اور | چاروں دینوں کے لئے کہ اسلام ہی ہے
 من یتبع لیس الا سلام من یتبع | ان کوئی دین کے سوا اور دین کا نام نہیں ہے اور
 یقبل منہ | اس سے کہہ کر فرمایا نہیں کیا ہوتا۔

گمراہی کے دل میں تو وہ خود نما کا وہی ہے، یہاں نہیں اس لئے آپ پیغمبر کی
 کافروں کے دین کی طرف نہیں لے۔ الانا غیر شیعہ ہر قوم۔

یہ حال صورت صحیح ہے مگر کہ معاملہ میں خواہ وہ برسرِ پیکار ہو یا نہ ہو فیصلہ
 کر دیا کر وہ واجب القتل ہے اور طعن ہے کہ حضور نے کمالِ بلاغت سے
 من اللہ سخن دینا نہیں فرمایا اگر شاہد کسی کو شہید ہوتا تو کہہ دیتا ہوں کہ حق
 میں ہے تو شہادت پروردگار کی مذہب باطل کو جوہر ذکر اسلام میں کیا تھا پھر
 اور میں لوٹ گیا بلکہ من بدل دینہ قولاً کہ واجب القتل ہونے کے لئے تعالیٰ
 دین کو تبدیل کرنا کمال ہے صورت نہیں کہ میں مذہب سے آیا تھا اور میں لوٹ کر گیا ہے

خُدائے عزوجل اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

وَوَفَّيْنَاكَ يَا آدَمُ مَا نَدَّكَ فَشَعَلْتَنِي

یہاں تک تو آپ نے میری طرف سے خواہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ایک فیصلہ نہ سنا ایک جانی بھی نہیں لیجئے۔
 حضرت ابو موسیٰ اشعری اور سادہ بن جبلی رضی اللہ عنہما یہاں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے من کا طعن تو تقسیم کر دیا تھا وہ لوں اپنے اپنے ملتزمین کام کرتے تھے
 ایک اور حضرت سادہ رضی اللہ عنہما ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس ہجرت میں خفا
 آئے دیکھ کر ایک شخص ان کے پاس نہا کہ کفر ہے وہ دیا لست کرتے پھر معلوم
 ہوا کہ یہ نہا ہے یعنی پہلے یہودیت سے اسلام لیا پھر یہ تکلیف میں آیا حضرت
 ابو موسیٰ نے سادہ سے کہا کہ تشریف رکھئے انہوں نے فرمایا نہیں میں اس وقت
 تک نہ ہوں گا جب تک یہ قتل نہ ہو جائے میں نے یہی گفتگو جوئی سادہ
 بن جبلی نے فرمایا فذناہ اللہ وعلوہ یعنی اللہ کا اور اس کے رسول

کا فیصلہ ہے چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ (دیکھ جلد ۱)

نزادقہ کے متعلق حضرت علی کا فیصلہ

یہ تو آپ نے لایا وہ مسامحیوں کا ذکر ناہم قابلِ آپ کے خیال میں علماء
 و پوہندے بھی زیادہ تنگ نظر ہوں گے اب نبی کے جوئے غیبیہ حضرت علی
 کو اللہ و پیغمبر کا رسول آپ کے تنگ نظر میں بھی غلط ہے۔

من مکتوبہ قال انی علی بن ابی طالب
 فامر قوم بلایم ذرا لثاب ابن ہاشم
 لوکت ان اللہ اعظم من اللہ و رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یخلفوا
 یذاب اللہ و لکن تم اقل رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلال
 دینہ و اتقوا (دیکھ جلد ۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ
 اللہ نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ
 اللہ نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ
 اللہ نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ
 اللہ نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ

ماتقوا یعنی تم نے اللہ کی بیعت میں رسالت علی کی بیعت میں انھیں کچھ کہیں
 نزادقہ تو عربین تھے پھر بعض علماء کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے۔

و من ان نادقہ البلیغۃ وہم قوم
 ذموا ان اللہ خلق شیئا لم یخلق
 منہ شوا آخر فذلہم العالم باسواء
 و یسرفوا العقل التشراف القولہ

انہوں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ
 اللہ نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ
 اللہ نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ
 اللہ نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ

وجعلنا ايضا عقوبة الذبا بقتل الزوج
العقوبة العاقبة لمن انكسر العقوبة
واستحوذوا لان ذلك الفسق والفساد

اسلام کے احکام کے ساتھ بہت بڑا بنا
پندرہ کے پاس چند روزہ زندگیاں اس کے
بے گناہ ہیں۔ وہ ملام اور عقوبتیں ہیں

یہاں تک کہ ہر نے وہ لوگوں سے قتل ہونے کا تصور کیا ہے جو تہمت پیش کر دیا
ہے اور اگر صورت کسی ہوئی تو آئندہ اس کی تہمت شریعت کی جانے لگی۔

یہ بات رہ گئی ہے کہ بعض لوگوں نے قرآن کی وہ آیت کو سمجھا لیا ہے جس میں
املا جملہ ہونے یا اس پر لعنت ہر نے یا آخرت میں غضب اور خطاب ہونے کا ذکر

ہے ان آیات میں سمجھا کہ اس شخص کے قتل کئے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔
لیکن اس میں تو غالباً مزاجیوں کو بھی ترموزہ ہوا کہ قتل حد کی مراد اسلام میں

قتل ہے یعنی تمہاری کسی سے جس جگہ قرآن میں یہ فرمایا ہے۔
وہ نہ قتل ہو نہ لعنت، اگر تو کلمہ جہلم
خالد الخیر و غضب و قتل علیہ و
لعنوا و اعداؤہم ابا علیہما۔

اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

تو اس کا بدلہ ہی فرمایا ہے اس کو جو دنیا میں غلو ہو گا۔ اور ان کا منکر
اور اس کی لعنت اس پر ہے اور فعل نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو
کیا اس جگہ صرف آخری ہی مرفوعہ ہونے سے مرنے والوں کے مایہ نلا سفر کے،
تو یہ ایک قاتل کو بھی دنیا میں اتنا ہی بھلا دیا جائے گا کہ اس کی آپ کی قرآن میں
اور کشتہ لگائی گواہی نام نہاد اسلام اور اس کے فلسفہ کو آپ دنیا میں خوب نیک

تو اس کا بدلہ ہی فرمایا ہے اس کو جو دنیا میں غلو ہو گا۔ اور ان کا منکر
اور اس کی لعنت اس پر ہے اور فعل نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو
کیا اس جگہ صرف آخری ہی مرفوعہ ہونے سے مرنے والوں کے مایہ نلا سفر کے،
تو یہ ایک قاتل کو بھی دنیا میں اتنا ہی بھلا دیا جائے گا کہ اس کی آپ کی قرآن میں
اور کشتہ لگائی گواہی نام نہاد اسلام اور اس کے فلسفہ کو آپ دنیا میں خوب نیک

ہم کریں گے۔

اور اگر آپ قاتل کی نسبت فیصلہ کرنے میں بہت فکر و فکر کے ساتھ قرآن
کی دوسری آیات کو بھی مانتے ہیں تو مروجہ کے متعلق فیصلہ کرتے وقت ایسا
کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔

کی باتیں ہی تو کشش کینے اور املہ ویت و انکار سے بھاگ کر قرآن کی پناہ
لیجئے مگر قرآن آپ کو نہ دے سکے گا اور آپ کے قتل قصہ کے منہ پر کمانے
بارگاہ کی جگہ رکھ کر رسول سے بھاگنے والے کی پناہ سے بھاگ کر پناہ نہیں ہے۔

مرتد کی نسبت اسلامی حکومت کا فیصلہ

قرآن وحدیث، احادیث و قیاس کے فیصلوں کے بعد ایک خاص اسلامی
حکومت اختلافات کا فیصلہ ہی وہی ہونا تھا جو ہوا۔

لیکن جب سے دولت طبرستانیا نے کیا سب سے فوجی فتنی حالت نے نسبت
اٹھ کر کیا لی تو اس کے ارتداد کے جرم میں نہایت ظلت اور سوال کے ساتھ
قتل کرایا ہے۔ مرنے والے نے اس خاص اسلامی قانون کی تہمت اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حکمرانیت کے ایسا، کے خلاف سخت شور و بنگار
پھاڑ رکھا ہے۔ لیکن وہ اختلافات کے مقابلہ پر اس کی اور آپ کو سہارے
ہیں۔ کبھی ہندوؤں نے فرمایا کرتے ہیں کہ کبھی زیادہ دشمن اپنے دلوں کو اس کا پناہ تھے
ہیں اور سب سے آخر میں را کے عالم سے پہلے کی جاتی ہے۔

لیکن اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ قتل مرتد کا قانون نہ تو یورپ و امریکہ کی حکومتوں

کا بنایا ہو ہے اور اگر کسی یا کسی اور نبوی انجمن کی نظر کشی سے اس کی نظری میں رہنے کی گئی ہے اور یہی بیلیک کے لڑکانے عام یا اوروں کی کثرت کو اس کے پاس کئے جانے میں کچھ دخل ہے۔

وہ تو آسانی فیصلہ ہے جو خدا کے ان وقار و بندوں کے ہاتھوں سے نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ جن کی نسبت قرآن حکیم میں یہ ارشاد ہوا ہے۔

سوف یاقی اللہ لعمریہ بعد
یعنی اذ لہ علی الموضیہ اخریہ
علی الکاثرین یہ لحدیث فی اصیل
اللہ ولا یضاقون لوجہہ لا یخفون
فضل اللہ یؤتی من یشاء

قریب چکڑا ہوا ایک ایک
کتابہ ہر دو اور یہ کتب چکڑا ہوا
میں خدائے عظیم کے ساتھ تاکہ جو ہر کی
تو کراہتیں ہوں گے کثرت کو اس کے ہاتھ
خدا کے ہاتھوں سے ہر کچھ ہوتے

اور ایک شریعت رسالت ہے جس کا انتقال میں ہی پیدا ہوا تھا اور وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے باپوں کی سرکوبی کے لیے سارے جہان میں سے پرکھ لیا ہے اور میں کو اس نے معجز اپنے افعال سے امتداد علی العساکر نقداً بآیہہ کے کافر مرتعت فرمایا ہے۔

تاکہ تو یہ ہے کہ اس دور حق میں جب کہ اللہ اور اللہ فریبیت کی رو کے، خلاف کوئی کام کرنے کی ہمت ہی کم جرات ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امیر اعلیٰ ایوانہ بیرونہ و غرض اس سنت میں کو زندہ کر کے یاد گاہ انہی اور تقویٰ مومنین میں وہ عزت پیدا کر لی ہے جو انسانوں کی دہی ہوئی اور بادشاہوں کی تسلیم کی ہوئی عزتوں سے بالاتر ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس کو زندگی کے

کے قانون کو قبول کرنا اس کی حمایت کرنا ہے اس کی پشت پر اس کو زندگی کی ساری طاقت ہوتی ہے۔ بس ضرور چکڑا ہوا خدا ان قانون کی حمایت اور تنفیذ کے خدائی طاقت اسکل عام اور سرست ہو اور اسی لئے ہم کو تین رکھنا چاہئے کہ اعلیٰ حضرت امیر غازی جس وقت تک قانون انہی کو بجا خوف، لوٹنے اور فریاد تو بوجہ اصل بنا ہے میں کے خدائی طاقت ان کو ہر شیطان طاقت کے مقابل میں غلبہ و غمور کرے گی۔ فان اللہ هو مولنا و جبریل و صالح المؤمنین و ملائکة بعد ذلک ظہیر۔

آج کا سبب اور انسانی کے تقاضے سے وہاں آپ سے تین مسابہ کی بات کرنا کر دی اور وہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے عبادت کو خوش کرنے میں اس بات کی کچھ پروا نہیں کہ کو دنیا ان کو خوشی ہے گی یا جاہل۔

انہوں نے نبی دلیوری کے ساتھ اسلام کے تحقیق جس وہ مال اور قبولی سادگی کو قبول کر کے سے پروردگار دیا۔ اور اس نے بتا دی خوب سوائی اور سوائی رنگ و روپ سے اس کو بے نیاز ثابت کر دیا جس میں اسلام کے ناپائندہ و کھٹ یا انادوس اسے نہیں کر کے ہے۔

ایم کا اہل بیت خاص خود ختم رسوائی فریوں رسوائی اسلام کی یہ صورت کھڑا وہ عیب نہیں لیکن عیب اور خوب سے زیادہ سرت ہم کو اس بات پر ہے کہ ختم ہندوستان کے اسلامی اختیاروں کو ہمیں بے معزز دینا اور سیاست خصوصیت سے قابل ذکر میں جن تمام نے اس سیدگی کھرا اور نوناد جرات اور ملاستقیم پر چلنے کے لئے اہمیت کہ وہ دینی مظاہر فرمائی ہے جس نے حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو ہے اسلام کی اصلی ہیئت اور فتنہ
 عظیمہ و مزاحمت کے کفریات اور بدعتا حج کا شائبہ و گرنے کے لئے غافل و ابلہ
 ہے جو رسول کی آنکھوں کے سامنے اٹھا جا کر دیا ہے۔

مسلمان قوم کے حق میں یہ بڑی مہارنگ نالی ہے کہ اس خوفناک خیانت و تمہارتی
 مقاصد اور کوششوں میں کی پڑھاؤ کہ کر ٹھیک ٹھیک اسلامی تعلیمات کو لوگوں
 کے سامنے پیش کریں اور ان کی حمایت پر عمل وہ جو اسے بھڑکاتے ہیں۔

ان اخباروں کی طرف افغانستان کے اس ضلع کی تاشیخہ نسیمین میں حق
 پرست مسلمانوں پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ اخبار صحت کسب ذرا کا آلہ نہیں
 بلکہ اسلام کے بہترین مفاد میں جو چاہتے ہیں کہ وہ سے بڑے بڑے آزر و گناہوں
 کے سوزناوت و مسمومیت کی تڑپیں کو کچھ پیچھے بٹھا کر اسی بیوقوفانہ فتنوں پر کھڑا کر دیں
 جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صدارت منصب کی تڑپیں پر سیرانی تھیں۔

لاہور کی پارٹی کے امیر و مولیٰ صاحب ان کو گتے ہیں کہ افغانستان کے
 اس ضلع نے اسلام کی ترقی کو دس برس پیچھے ڈال دیا مگر اس میں اسے خوشخبری سنانا
 ہوا کہ دس برس نہیں، اس نے اولاد و مسلمانوں کو نہایت ہی مہنگے آرزوی
 کی طرف ترقی کرنے سے تیرہ سو سال پیچھے بنا دیا ہے۔

مردانوں کو بڑی فکر ہے کہ افغانستان کا یہ ضلع جب اسلام کی طرف غریب
 ہو گا تو یہ مسلم قومیں اسلام سے نفرت کرنے لگیں گی۔ اور یہ صحیح ہے کہ اسلام
 صرف تمہارے لئے نہیں ہے، تاہم رکھا جا سکتا ہے اور یہ ایک بڑی سوکھا شامت
 اسلام کے راستہ میں ہو گی۔

لیکن ترقی دہائی کا تجربہ ہم کو یہ بتاتا ہے کہ جب صحابی نیکو اور دوسرے
 خلفائے کرام سے امتداد کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق
 تمہارے لوگ سے کیا جاتا تھا حتیٰ کہ بعض اوقات مرتضیٰ میں عرب کا طریقہ رتبہ و
 مرتبہ میں کے تھوڑے سے رنگیں ہو گیا اور وقت اشاعت اسلام کی رفتار ترقی اس
 قدر تیز اور تیز میں خائے والی تھی کہ جیسے ہی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک
 خلیفہ امتنان مرتضیٰ کے سوال اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جیسا کہ تھوڑی دیر پہلے میں ثابت کر چکا ہوں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں بدل دینے والوں کی تفسیل میں ایک سہرا کا
 وقت بھی دہاؤ گتے تھے لیکن مردانوں کے لئے یہ کس قدر غیب اور غصہ کا
 مقام ہو گا کہ ان ہی صحابہ کرام میں بے شمار کفار اسلام سے بدگمان ہو گئے اور
 خدائوں نے حاضرین اسلام سے نفرت کی۔ بلکہ وہ یہ دیکھ کر مسلمان حکمرانوں کے
 زور سے یہاں تمام بیہودہ نصاریٰ اور عیسائی مسلمان اقوام اس طرح آنا ہوا
 زندگی بسر کرتے اور اپنے مذہبی وظائف کو باہر دیکھ کر کہلاتی ہیں کسی مذہب کا
 جیسے یہ نقل کیا گیا تھا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان صرف ایک ہی چیز کے
 خواہاں ہیں اور وہ یہ کہ ان کے ذہن میں نہ رہے جو کچھ ان کو اولاد نہ ہوئے پاسے۔
 اور کبھی جو جاتے تو اس کو ترقی اور ترقی کا موقع نہ ملے۔ جو انہیں امتداد کا فضا
 کہانی الحقیقت بقیہ ہے یہاں ان کی حفاظت کرنا ہے۔

مرد کا وہ جو ایک شہر فتنہ ہے جس سے کہیں اور اسے اور مسلمانوں کے
 خیالات میں تشویش و اذیت کے جذبات میں سلام پہنچا ہو سکتا ہے۔

جو لوگ عہد رسالت میں پانچے آؤ بیوں کو استیواء الذی انزل علی القلوب
استیواء جہ انشاء اللہ انکسرها یعنی ناکاشوں دیتے تھے۔ ان کی عرض بھی
لناہم یہ دعوت ہی تھی۔ یعنی یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھرتے
و کچھ کر کے ہونے میں کو بھی جھوٹ اور باطل کی طرف آنے کی ترغیب ہوگی۔ یا کم
از کم یہ خیال کر کے کہ اکثر کچھ تو ہو چکا کہ یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اس
سے خوف ہو گئے ہیں۔ ان کے دلوں میں اب بھی ایک طرح کا تردد اور تذبذب پیدا
ہو چکا تھا۔

اس لئے اسلام نے ان کے اذعاد کے مہلک جزا میں کو تباہ کر ڈالنے کے لئے پوری
قوت استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔

بہتر ہے کہ متذکرہ لوگوں کو اس کے شہادت کا انکار کرو اگر وہ خدا کی
کلی کھلی آیات دیکھیں اور واضح دلائل عقل کے بعد میں باطنی معانی اور ظاہری ہوت
و حسی برتاؤ ہے۔ اور باطنی ہوا بیوں کا اور اہم باطن کی بیرونی سے باز نہ آئے
تو سداقوں کی جہالت کو اس کے ذہن پر ہی وجود سے پاک کرو و کہ میں دشمنی باطن
کے بعد میں کوئی کارائی نہیں ہے۔ اہلک من ملک من دینہ و جہل من حق شہینہ
ایک شخص آنا نا گھوڑے سے گر پڑا شاگ لوٹ گئی۔ بڑی کے درجے
اور اور جس گس گئے سولہ برسوں کا کام ہے کہ بڑی کو چوڑے نہ تم صاف کرے
یعنی باند سے اور سم لگائے لیکر اس کو کسی نہریں سے نہ تم مندر نہ ہو سکے۔ بلکہ
اس کے بیوں دوڑنے اور باقی شاگ کو بھی خراب ہو سو تم کر ڈالنے کا ہاتھ
ہو تو کیا اس وقت اس سولہ برسوں کا یا ایک مشتاقانہ فرخ نہیں ہو جا گا۔ وہ

شاگ کے موسم حصہ کو کاٹ کر جسٹک سے اور فائدہ عضو دین ہے یہ کچھ کر کے
و تم کھائے کہ گھوڑے سے گرنا اور شاگ لوٹ جا اور اس کا زخم مندر
نہ ہو تا اس کے اختیار میں نہیں تھا اس وقت سولہ برسوں کا فرخ نہیں ہو سکتا۔
نہیں کہ یا بر یعنی نے اپنے اختیار سے مرض کو پیدا کیا ہے یا نے اختیار کو سولہ
پر پیدا ہو گیا ہے۔ بلکہ ایسا اختیار کو دیکھتا ہے جسے وہ مرض کے نتیجے میں پیدا
ہو گیا تو بچانے کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔

یاد رہے کہ خدا کی سنت ذہیر بلا اور ہے جو عظیم مسلم میں پیدا ہو جا تا ہے
خدا کی سولہ برسوں جب اس کی تحلیل یا اختراع کی تدریس سے خشک جاتے ہیں تو
آخر تحلیل السبب کے قاصد سے اس عضو فائدہ کو کاٹ کر جسٹک دیکھتے ہیں
اور وہ اسے کرنے کے وقت خدا کی طرف سے دانا لکھنا کہ دیکھنا اور ذوق دین
و فہم و لذت علیہم کے قابل ہو گئے ہیں۔

کسی سنت پر میں کاشا دہ کرنے سے بعض اوقات شاگ دل شرت میں
یا بعض ضعیف قلب مرد میں شمش کھا کر پڑتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی کمزور دل
کی آواز سے متاثر ہو کر اپنے چھوڑ بیٹھے تو نہیں کہا جا سکا کہ وہ بیمار رسول ہے
بلکہ کہا جائے گا کہ وہ اپنے منصب سے منور کر دینے کے قابل ہے۔

ہر کوئی کا شکر اور ان کا پانچے کو اس کے موجودہ عہدہ و سخطا میں یا میری فاقی
انسان خاص اور ان کے والد و زعم کو وہ اختیار سے بیٹھے اور ان اختیارات
کے استعمال کی توفیق مرحمت فرمائی جو عظیم مسلم کو نہایت ہی حق آلاشوں سے پاک
کرنے اور صلاح پر لانے کے لئے ضروری تھی۔

اور کہ کسی کی نگاہی اور حیرت آسانی سے ہوتا ہے۔

وہ بلاخوف کر دیا کرتا ہے کہ کرم حقیقت جہاد سے ماہل ہو اور عدولتے
 تقدیر کی آفتابانی و تقاریر سے اولاس کی راہ میں شہا عازد سرفروشی کو اگر تم و حشا نہ
 حرکت اور قہری و یوانگی سے سو کو م کرنے ہو تو ہم اپنی دیوانگی اور تہا ہی خزانگی
 کی نسبت مولانا دہلوی کی زبان میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں سے
 آرزو و مقصد و عاتقش ما بعد ازین دیوار نہ سازم خوش ما
 اوست دیوار فکر دیوار نہ شد اوست از زمانہ کہ فریاد شد
 بہر حال عقل مرتد یا جہاد باسیت کا حکم مسئلہ توکل کو منت سے منکر نظر کرنے
 کے لئے ہے میں کا اہل عقل طلب امام صاحب اللہ اور ہر جا ہے میں مرادگ میں
 مسلمانوں کا امام صاحب اللہ اور ہر ہر ہاں امام مسلمانانہ قسم کے اسلام کے تکلف
 نہیں پڑتا، جیسے ہندوستان ہے، براۓ علیہ ہندوستان کے ہر کو یا اللہ مسلم افغانی
 کو منت اللہ خاں کے قتل سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ خود افغانانہ
 کی جڑ مسلم، پایا ایسا نہیں کہ بھی جیسا کہ شہادہ کیا ہا رہے کوئی خطرہ نہیں۔
 لاہور کی پارٹی کے امین کی مسجد میں ابھی تک یہ فلسفہ نہیں آیا کہ ایک ہندو
 پیغمبر اسلام صلوات اللہ علیہ و آلہ کو توفیق دیا جائے کہ حکومت افغانستان کے
 ماتحت آزاد ہے ایک جیسا آئی یا ہندی آپ کو توفیق دیا جائے مشرقی قرا وے کہ
 حکومت افغانستان کے کس عہدہ پر بھی فائز ہو سکتا ہے، لیکن ایک مسلمان
 کو خاتم النبیین کے معنی میں نہیں یعنی خاتم النبیین کا کوئی باطل کے پردہ
 میں انکار کر کے، امام عقل ہر جا ہے۔

مجھے انہوں نے چکا رہی یہ صحیح اور سولی کی بات امیر جماعت احمدیہ کی
 کہہ رہی کیوں نہیں آتی، وہ کہہ کر وہاں انسان جو پریش تلمو سے باہر رہتے ہیں اور
 انہوں نے آج تک انگریزوں کی حکومت اپنے توجہ اور قبول نہیں کی، آزاد ہیں، مگر
 جو چیز میں قانون اپنے لئے بنائیں اور جس طرز سے چاہیں، زندگی بسر کریں اور انگریزی
 حکومت کو ان سے کوئی سروکار نہیں، لیکن وہ شخص جو پریش حکومت اور پریش
 قانون کو قبول کر کے انگریزی رعایا بن چکا ہے وہ چاہے بناوت کا جھنڈا
 فرا کر دے اور سٹیشن یا انار کی جھلٹے اور حکومت کے قانون کو توڑے
 ساتھ ہی زبان سے یہ بھی کہتا ہے کہ میں انگریزوں کی وفادار رہ گیا ہوں سے
 ہوں حکومت اس سے اٹھا نہیں کر سکتی حکومت اگر اس کے لئے پیانس
 یا جس وہام کی سزا تجویز کر دے تو یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ جب کہ وہاں،
 آؤنی و خلیجی و انگریزی حکومت سے باہر ایسے موجود ہیں جو انگریزی قانون
 اور اس کی حکومت کو قطعاً نہیں مانتے، اور حکومت ان سے کوئی توجہ نہیں
 کرتی تو کیا وجہ ہے کہ حیت ہونے کا افتراء کرنے والے شخص کو سٹیشن کے مجرم
 میں اس قدر سخت اور سنگین سزا دی جا رہی ہے۔

خوب سمجھ لو کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوا اور اس کے خلاف حکومت
 میں گیا، اور اس نے اسلام کے لئے سے قانون کو اپنے حق میں قبول کر لیا۔
 اب اگر وہ اسلام کا زبانی و دہنی رکھتے ہوئے اسلام سے ٹکنا چاہتا ہے اور اس
 کے قانون کو توڑنا چاہتا ہے، اور خاتم النبیین کی حیت بننے کے بعد کسی
 کتاب کو جہیز بنی مان کر اللہ حقیقت آپ کے دھمکے خاتم النبیین کو،

توکل ہے وہ اسلام کا باہمی ہے۔ پس اسلام کی طرف سے وہ یقیناً اس میں سزا کا
 مورد ہوگا۔ جس کے بعد وہ غیر مسلم لوگ جن میں ہیں جو اب بھی تک اسلام کے حلقہ میں
 داخل ہی نہیں ہوئے اور جو منشا و غرض سے امن شاملہ غلیظہ کی تہذیب
 اور آزادی سے اب بھی تک متفق ہوں ہے ہیں۔

امیر جماعت احمدیہ سوال کرتے ہیں کہ:-

اگر مسلمان حکومت بن جائے تو ان میں سے قانون بنائیں گے جو غیر مسلم کو ان کے
 ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت نہیں تو اس کے باہتال کیا
 بیرونی طاقتیں اس قسم کا قانون اسلام کے خلاف بنائے میں
 حق بجانب ہوں گی کہ ان کی حکومت میں تبلیغ اسلام کی اجازت
 نہیں اس کا تعلق کیا ہوگا یہی کہ تبلیغ اسلام کا کام فریضہ میں
 طور سے رک جانے گا۔

اس کا جواب ہے کہ اسلام اپنے اختیار کے کسی حصے کو توڑ جائے یا کبھی
 اجازت نہیں دے سکا، اسلام کا ان قانون انفاست میں بہت پیٹھے سے ہے
 ہے اب اگر اس کے جواب میں مومنین یا مومنین کے شعور سے غیر مسلم حکومتیں
 اپنے مقررہ تبلیغ اسلام کردہ دی تو اگرچہ ہم مسلمان اپنے اس عقیدہ کے
 موافق کرتے دنیا میں صرف ایک مذہب اسلام ہی پیدا ہو سکتا اور عالمگیر مذہب ہو
 سکتا ہے۔ لیکن اس بندش کو حق بجانب نہیں کر سکتے، تاہم ضرور ہے کہ وہ ایسا کر
 گزرتے تو ہم ان کو روک بھی نہیں سکتے، خبر یہ ہوگا کہ ایک طرف تو مسلمان کا سدھ
 ہائیڈرودروسی جانب پائے مسلمانوں کا اسلام سے ٹکنا بھی بند ہو جائیگا اور یہ بنیاد

کرتا ہوں کہ موجودہ دولت کی حفاظت غیر موجودہ دولت کی تحصیل سے زیادہ مستقیم
 ہے کہں چھوٹی ہے سچی اور ضیف سے ضعیف سلطنت کی جیت میں اسکل جاگا
 نہیں دے گی کہ وہ اپنے حاصل شدہ حقوق و فائدہ کی حفاظت کیلئے لڑی ہوگی کرنے
 اور لڑی سے بڑی طاقت کی نگرانی سے پہلو بھی کرے۔

حالانکہ وہ چاہتی ہے کہ اس تحفظ کے سلسلے میں اس کے سپاہیوں کا نقصان
 فیم کے سپاہیوں سے بہت زیادہ ہوگا۔

مجھ کو یاد ہے کہ اسلام اپنے پیروں کے ایمان کی حفاظت میں ایسی سخت
 اور مضبوطی دکھلائے۔ اور اس خوف سے کہ اس کو دوسری جگہ بعض غیر حاصل
 فائدہ سے محروم ہونا پڑے گا اپنے حاصل شدہ حقوق کی حفاظت سے دست بردار
 ہو جائے۔

مرزا محمود اور محمد شاہی قذافیات کے ایسی ہی چولی کا لہو لگا کر۔ اور
 طاقتوں سے ایسا قانون بنائیں۔ اور تبلیغ اسلام کے قانون کو دہنے جائیگا،
 گانا اور قتل مرتد کے جواب میں قتل کئے جانے والے لوگوں کا خون ان کے گانوں پر
 اٹھائیں۔ لیکن وہ یہ امید کر رہے ہیں کہ انسانی حکومت ان کی وہ حکومتوں سے
 مرعوب ہو کر اپنا اسلامی قانون بدل دے گا اس کی اور ان کو یہ تصور ہوا ہے کہ
 انفاستان کے نہایت ہی بیکار اور بے مسلمانوں میں ایک جھوٹے نبی کا نام لیکر
 اور غیر مسلموں کے ایجنٹ بن کر فرقا ڈھاری کرتے پھریں۔

معمولی صاحب کہتے ہیں کہ اسلام کی فتح اس میں نہیں کہ مسلمان ملکوں میں
 اور سرے مذہب کی تبلیغ رکھی رہے، بلکہ اسلام کی فتح یہ ہے کہ اسلام کے مخالف

اپنی ساری ملوی طاقتوں کو صرف کر لیں۔ اور جس قدر اسلام سے لوگوں کو لگانے کیلئے زور لگا سکتے ہیں لگائیں اور آخر دیکھیں کہ کس طرح یہ دعوا کام ہوتے ہیں۔

بیشک اس تجربہ کا ہم کو بھی یقین ہے اور نیکو امیر بان اور احادیث سے ہم کو پورا وثوق ہے کہ اسلام کے خلاف سب دغا لاد کر کوششیں اٹھادیں ہوں یا میری اولیٰ آخر کار ناکام ہو کر رہیں گی لیکن اس تجربے اور وثوق سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر برائی کی جس کوشش کو ظہور میں آنے سے پہلے روکنے پر قادر ہوں ضرور ہوں۔ اور جس بدی کو نورا ہونے سے قبل ہی جو شک کے ہیں بند کر دیں۔

اسلام صرف بہادر ہی نہیں بلکہ بھی ہے۔ ۱۵۰۰ ہجری عیسوی کے عروج میں اور آخری فتح کے یقین پر استیصالی تداریک اور حفاظتی وسائل کو نظر انداز نہیں کرتا۔ بلکہ بطور خاص ہجرتی جہاد تک ممکن ہو فرقہ کے آنے سے پہلے ہی جہاد لگاتا ہے اگر اس پر بھی فرقہ کسی جگہ تک سکے تو پھر بہادرانہ مقابلہ کرتا ہے۔ اور ہر صورت میں انجام ہی جیتتا ہے کہ فتح کی فتح اور باطل کا سر نیچا ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرتی پر جڑ ہانی کی لیکن جب انہوں نے انصاریوں کو لڑنے سے انکار لڑا تو اسے کی وجہ سے اقبال کا اندوہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ مانع آنے کو تم کھڑے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ قتال کیسے کرے گا کہ آپ نے فرمایا کہ واللہ انہا تک من حرقی بین اللہ فی ولائکۃ خدا کی قسم میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نہانا اور لڑاؤ میں فرقی کرے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے مترجمین کی کہہ میں یہ بات آگئی اور جنتی قتال نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فتنہ ارتداد کا نتیجہ حاصل کر

دیا۔ اور جی کو وہ فتح و نصرت نصیب ہوئی کہ بعد میں صحابہ ابو بکر کے اس کلمے پر دھک کرتے تھے۔

خود کرنے کا نام ہے کہ انصاریوں کو لڑنے کے مقابلے میں جڑ ہار کرنے تھے تو ان حضرت عمرؓ سے علیل القدر صحابہ اس کی مداخلت سے ابو بکر صدیق کو روکتے تھے۔ کیا انہوں نے فاعلموا انہم جنوا حقاً فقالوا بھرا اللہ قرآن میں نہیں پڑھا تھا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ فرمایا کہ لو کہ تم ان میں اور خود کے مقابلے پر انہوں نے جڑ ہانی کی ہے اس لئے ان سے لڑنا ضرور ہے جو جواب زیادہ صاف تھا۔ اس کے بعد کہ کوئی جماعت مسلمان ہونے کے بعد نانا یا لڑاؤ یا اسلام کے کوئی قطعی حکم کے ماتھے سے انکار کرے اس کو اس سے ضرور قتال کیا جائے گا تا وقتیکہ وہ اسلام سے نہ آجائے۔

ان حضرات نے قتل مرتد کے حکم سے عورت کو مستثنیٰ کہا ہے۔ اگرچہ جس دوران کا حکم وہ بھی دیتے تھے یہ اس لئے نہیں کہ جرم ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے بلکہ ایک ہی جرم کی دو سزائیں مجرمین کے احوال کے تفاوت کی بنا پر ہیں۔ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ ارتداد اسلام سے ابتداء کا نام ہے تو کیا حکمت و انصاف کی بڑی بڑی مہنی گوشتوں کے یہاں بھی ابتداء کے جرم کی سزا کو ایک مرتد کے حق میں یکساں ہے۔

پس اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بعض احوال کے اشارے سے دو مجرموں کے لئے ایک ہی جرم کی دو سزائیں تجویز کی ہیں تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ کیا شرط سے میں ماضی اور سرہ کی حد میں فرقی نہیں ہے۔ حالانکہ جرم ایک

ہی ہوتا ہے، کیا ایک ہوا فعل نہ آتا ان کے معنی اور جز معنی ہونگے فرق کے آگے
 آگے سزاؤں کا جو سب نہیں ہے ۱۶ اس پر تورا اور تیرہ کے جرم اتنا اور ان کے سزا
 کو تو کیا کر لو یعنی تورا اور تیرہ کی سزاؤں کے تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ
 وہ سزا جرم اتنا کی نہیں ہے۔

زیادہ توضیح چاہو تو تورا اور مختصر مولا کا سراج احمد صاحب اور مولانا
 میر کہ شاہ صاحب کے مضامین کا مطالعہ کرو۔

اس میں مضمون تحریر کا ہونا اور جانتا ہوں کہ اس کے جواب میں مجھے بہت
 کئی باتیں دینی چاہئیں گی۔ لیکن میری وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں ہونے کے خواہشے کا اور
 تو ان امراتوں کو ان کے دلائل سے نکال کر دنیا و آخرت کی سزا سے بچاتے
 اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے۔ اور بادشاہ اسلام امیر اخلافتان کو
 کوا تلوہ و صودہ اسلام اور محافظہ حقوق مسلمین کی پیش از پیش توفیق مرحمت
 فرمائے۔ و تبارخ قلبہ بعد اذ ہدیتا و ہب لہن لذلک حجتا

انک انت الودعاب ، و تبارخ قلبہ اول اول ان لستنا اول اخطاہ نادبہ اول اخطل
 علیہ اخطاہ اول اخطاہ علی الذین من قبلہ اول تبارخ اول اخطاہ اول اخطاہ اول اخطاہ
 یث و اخطاہ اول اخطاہ اول اخطاہ اول اخطاہ اول اخطاہ اول اخطاہ اول اخطاہ اول اخطاہ

شیراز عثمانی ص ۱۰۰

۱۰۰

تذنیب

تذنیب

یعنی

ضمیمہ اشہاب

خاوند از مشتقی انکا کا شکر میں کس زبان سے ادا کر دیا میں نے میرے
 عاجز و رساں اشہاب کو دعا اور غاس میں وہ سونہول ملنے والا جس کا مجھے گنتے
 وقت کی گمانا نہ تھا۔

اشہاب کی شامت شریع ہوتی اور جاؤں طوت سے اسکی ہنگ چلنے
 گئی بلکہ اور کسین کے بہت سے طوطوں کے سے ملائول کو تواقع سے بچو کر فائدا
 پہنچا اور حق تعالیٰ نے باطن پرستوں کے عول میں اسے بہت سے اعدا کی کہ آج تو بھلا
 سے نہ ادا کی شامت کو بھلا دیکھو انہوں کی کوئی پادشہی جو سب سو بڑے بڑے ہوگی
 رسالہ کو شریعت ہونے ان کو دیکھ کر سزا کی دانست نہیں ہے میں ہاویان
 کے سزاؤں پر آئے ہیں یہ بھی دیکھیں یہ طرح انہیں انہوں کی توفیق نہیں
 ہوتی جواب دینے کی بہت کئی نہیں ہوں گی۔

آیت آج ۶ جنوری ۱۳۲۰ء کو ایک رسالہ شریعتی میر صاحب احمد نے لکھا
 کا آٹھواں حصہ اتنا اور جو سزاؤں کے تعلق ان کے نیلے رسالہ کی سزا کے

دیکھو جن اسرافیل کا ذکر وقتناقتی آنتی حکیم میں آیا ہے اسرافیل کو خطاب پر
 ہوتا ہے جو حضرت کے عہد میں موجود تھے اس لئے اس انعام کا ان پر ذکر کیا گیا
 ہے مثلاً فرعون کے ہاتھ سے عجات دلا نا اور اس سے پا کر تھوڑے وقت میں وہ جان
 بنی اسرافیل سے متعلق نہیں بلکہ ان کے اصناف سے متعلق تھا۔ اس طرح
 یہاں بھی بھلا۔

انگار آپ کے نزدیک دنیا میں بنی ان کا ہر دم صاف ہو چکا تھا قرآن
 الفزین اخذوا عملہم بینا ہم غضب من ربہم وہذا فی الخیر قالہ دنیا: کس طرح بیخ
 ہو گیا تھا انسانی ایک ہر صاف کر کے پھر اس پر سزا بھی دینا ہے۔

دعا ایک یہ بھی ہے کہ صاحب جیسا ام
 لغت نے فاسد کیا ہے اس کو کہ غمزدگی
 کھڑے ہیں تو اس میں قتل جس کا ملامت
 یعنی قتل نفس سے مراد شہوت کا دھوکا
 ہے تو وہ تصریح لانا واضح رہی ہر کا
 مولوی صاحب کا لفظ تھا۔

ان الفزین اخذوا عملہم بینا ہم غضب من ربہم وہذا فی الخیر قالہ دنیا سے
 دست بردار ہو جائیں گے کیا ملامت اشیاء اور انکس کش میں غم کا غضب
 اور ذات سے ایسے جڑا شئی من الدلیل استقامت کسی مضمون کی مراحت اور
 وضوح کو داخل نہیں کرتے۔



یہ تو اس پر مباحثہ احمدیہ لاہور کے قرآن والی کا حال تھا اب حدیث نہیں کا
 نورد کیجئے۔

میں نے سنت رسول اللہ صلعم کے ذیل میں چندا حدیثیں قولیہ میں پیش کی
 تھیں آپ فرماتے ہیں کہ تو نبی کو صلعم کے اقوال وارشادات میں سنت رسول
 اللہ صلعم تو آپ کامل پڑنا ہے سئل وکلموہ۔

جو کتبہ جو لوگ حدیث رسول اللہ صلعم سے گھبراتے اور جاتے ہیں نما
 کی سنت سے کچھ ایسے فعل ہو جاتے ہیں کہ سوائے کوئی چیزوں کے کچھ کا اور
 ہیں ان میں نہیں رہتا اور دنیا کی دولت اور آخرت کی کوئی سب کو قبول کرتے
 ہیں۔ کسی کوئی صاحب علم سے ہی پوچھا کہ علم سے حدیث سے اور صلعم سے فعل
 رسول اللہ صلعم ہی کو سنت کہتے ہیں یا حضور کے قول کو ہی بلکہ اگر قول و فعل
 میں مساوی ہو تو۔

قول کو فعل پر ترجیح دینے میں۔

اسی جماعت احمدیہ کا ہمال اور قول و فعل میں امتیاز اس حد تک بچ گیا
 ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام کی صحیح حدیث تھا ما لہ و بولہ کو قرآن کے مقابل
 صحابی کا ایک فعل قرار دیتے ہیں اور پھر کہنے سے پوچھتے ہیں کہ یہ واقعہ
 اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ لکھتے ہیں۔ نہیں کیا علم ہے کہ اس خبر سے اور
 کیا کہہ کر کیا تھا کیا آپ کا عمل دیکھنا اور اس کی صحیح حدیث کو دیکھنا ہے۔
 یہ اتنی دہانے میں ہے جو پڑھ گیا کہ جو کرنا صاحب تو میں حدیث کو رو
 کرنے کے لئے اس کی آڑ پکڑتے تھے اس کی آپ کے یہاں ایک چیز کا خدا

معلوم ہوتا جس اس کے دو کرنے کے لئے کفایت کرتا ہے۔

ایک امام شریعی نے امام شرفی کی کتاب سے نقل کیا تھا اس کا جہاں
 کہہ چاہے میں پڑھا تو فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ایسا اور لاتعلیٰ لاجہر اب اس کے
 معانی ہیں۔

مگر یہ دیکھا گیا کہ جہاں کے حفاظ اس طرح ہیں جو بعض لوگوں کی
 رائے ایسا تکبیرا کی ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر مترجم سے پہلے آثار
 سے تو یہ کرنے پھر اندھا کیا پھر تو یہ کرنا اسی طرح کہتا ہا تو یہ قبول ہوا ہے
 کی اس کا حال اس میں ہے کہ ترک و صاحب اتقل ہے۔ اور ان حضرات کے نزدیک یہ
 تو یہ قبول ہو جاتی ہے تو وہ بعد تو یہ مرتبہ نہیں رہتا پھر کوئی نقل کیا جاوے
 فی الواقعیت یہ تلمذ ان علماء کے مقابلہ میں ہے جو فرماتے ہیں کہ میری دفعہ
 مرتبہ ہونے والے کی تو یہ بھی قبول نہیں۔

اور لاتعلیٰ لاجہر اب اس جگہ لکھا ہے کہ میں اس کی تفصیل میں موجود
 ہے کہ وہاں سے بالفعل جنگ کو معلوم نہیں اور آپ خود بھی لکھا ہے انہما
 لکھتے ہیں انہما لکھتے ہیں انہما لکھتے ہیں انہما لکھتے ہیں انہما لکھتے ہیں
 کے معنی جنگ کرنے کے نہیں ہوتے اور اس کے شہداء قرآن شریف سے پیش
 کرتے ہیں۔ دیکھو بیان انہما لکھتے ہیں۔

*

قیاس شریعی جو میں نے حافظ ابن قیم سے نقل کیا تھا اس کا آپ نے کچھ
 ذکر کیا بلکہ اس کی جگہ ایک دوسری عبارت جو میں نے اس بیان میں نہیں

کسی شخص نقل کر دی۔ اور انہوں نے کہا کہ کچھ جواب نہ دے سکے۔

*

میرے مضمون میں ایک جگہ علامہ امین السبکی نے کہا کہ یہ جملہ آگیا تھا جسے
 کتاب نے نسخ میں لکھ دیا آپ اے آیت قرآن مجید قرآن میں تلاش کر رہے ہیں
 مگر اگر بہتر چیز بتا کر آپ اسے کابل کے مسلمانانہ میں نکالیں گے۔

*

آپ کہتے ہیں کہ جس طرح خلیفہ المسلمین کو پورے مسلمانوں کے واپس
 نقل فرمادے گا قانون بدلنا پڑے ان علماء کو بھی دلیل ہوگی لیکھتے ہیں اگر پڑے گا۔
 مگر آپ کو یہ میں سے سمجھانا چاہئے تھا کہ علماء مدینہ میں کوئی تھا انہوں نے
 کیا ہوا تھا اور قوت تلمذی نہیں ہے کہ جو چیز آپ کے اوجا کے موافق ہو میں نے
 کے واپس سے خلیفہ المسلمین تک کو مانگی تھی ہے اسے آج تک ہندوستان کے
 حکوم کو لوہوں نے دیا تمام تمام علماء کو مگر اس صاحب کی طرح ہندو اور ہندو پوکے
 بھول اللہ ورتد ایسے علماء جمیل کہہ رہا ہو تو وہ کسی کے جو علماءوں کی ایک
 اور ہندو قوں کی ایک کے نیچے میں بھی تھا کا اظہار کریں گے۔

اور خدا کرے گا کہ انہما لکھتے ہیں ایک قانون اسلامی کو تبدیل کر دے گا
 وہ جب بھی تبدیل ہو کریں گے۔ آپ نے آخر میں چند سوالات کا جواب مفصل میں
 کہنے کے پھر لکھا وہ کیا ہے۔ لیکن ان صاحب کا جواب یہ ہے کہ ناظرین کو رام ایک
 مرتبہ لکھا دیکھو کہ میں نے پھر سالہ اشہاب کو پڑھنا نہیں۔
 انشاء اللہ تمام اور اس شیطانہ کے لئے اس کا کام دے گا۔ اور

کوئی ضروری سوال ایسا نہ ملے گا کہ جواب اس میں موجود نہیں اور اس کی ضرورت نہیں
 بہت کم کو کتاب کے کلام پر عدالت کے سامنے حاضر ہو کر تسلیم کر لیا جائے اور یہ ایک نادر
 امر کا نسبت یہ وہ ایک نادر امر ہے کہ میں اس کی شافی اور وسیلہ بحث ہمارے سامنے
 برپا نہیں ہے۔

تم ذرا یاد رکھو کہ میں جو کلمہ قریباً شہادت ہے تمہارے عمل فریاد اور گمانی ہر
 دو خدا کے فضل سے بنا کر نہیں گئی ہیں کہ ان دونوں مسلمانوں کو کتاب کے کلام صاحب
 نے انہوں کو اسلام سے نکالا تھا اور اس سے انہوں کو اسلام سے لیا گیا ہے اور دنیا میں جو چیز انہوں
 میں سے اس وقت سے نہیں ملتی ہے تو اسے تمہیں ان کے دلوں میں اتارنا تھا کہ ایسا یہ حال
 دیا جائے کہ وہ اب ان شہادت کے کسی عمل کو کر رہے ہو اور خدا کے کلمہ میں چھپا سکتے
 ایک طرف اگر قرآنی احکام یا اور عیسائی چند جہانوں کو مٹھ کر رہے ہیں تو انہوں
 طرف خدا تعالیٰ کا نور بھیلا رہا ہے۔ بہت سے ظالموں کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں۔
 اور بہت سے لوگ اسلام کی نظروں میں روشن ہو رہے ہیں اور اسلام کی طرف جذبہ ہوتے جاتے ہیں
 کلمہ ہذا کلمہ الایمان ہے اور یہ کلمہ ہذا کلمہ الایمان ہے اور یہ کلمہ ہذا کلمہ الایمان ہے
 تم جتنے ہوا اور خلیفہ کھاتے رہو ہماری طرف سے یہ جواب ہے۔
 مَا تَدْعُو بِغَيْرِ حُكْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَبَصِيرٌ بِالذَّالِمِينَ

۱۰

شہید احمد عثمانی دہلی

۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ

590